

الْإِيمَانُ ذَوْقٌ وَشَوْقٌ وَأَكْفِيَةٌ غَرِقٌ

# تالونِ حشمت

یعنی  
طلوئے پنجاب

شرح کافی ہجرتِ بلخے شاہِ صاحبِ نادری قصوی شطاری و ذوالقدری





الْإِيمَانُ ذَوْقٌ وَشَوْقٌ وَأَنَا فِيهِ غَرِقٌ

انحمد للہ کہ تجلی حضرت عشق سے کہ عاشق و معشوق اسی کے ظہور میں کتاب مستطاب

المستعنی بہ

# قانون عشق

یعنی

طوائف پنجاب (مکمل)

شرح کافی ہا حضرت علی شاہ صاحب قادری قصوی شطاری رحمۃ اللہ علیہ

لیکچر کتب خانہ • درگاہ بازار پاک پتن شریف

صَلَّى اللهُ عَلَى النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَآلِهِ  
 صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَوةً وَسَلَامًا عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ

نام کتاب	-----	قانونِ عشق یعنی حلوائے پنجاب (مکمل)
موضوع	-----	شرح کافی ہائے حضرت بلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ
کمپوزنگ	-----	words maker Lhr.
صفحات	-----	456
تاریخ اشاعت	-----	نومبر 2003
ناشر	-----	لبیک کتب خانہ پاک پتن
قیمت	-----	250/- روپے

# شیر پرادرز

۴۔ اردو بازار۔ زبیدہ سنٹر ۰ لاہور

ملنے کا پتا

**لبیک کتب خانہ**

درگاہ بازار پاک پتن شریف

## فہرست مضامین

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
	بیت - میر سادات حسینی قدس سرہ	۱۱	عراقی علیہ الرحمۃ
۴۳	فرماتے ہیں	۱۱	مغربی علیہ الرحمۃ
۴۴	رباعی	۱۵	رباعی جامی علیہ الرحمۃ
۴۵	شعر	۱۵	غزل مغربی علیہ الرحمۃ
۴۸	شعر - بیان منازل و مقامات عشق	۱۹	بیت
۵۹	بیان اقسام محبت	۲۱	مولانا جامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں
۵۹	محبت آثاری کا بیان	۲۲	مغربی
۶۰	محبت افعالی کا بیان	۲۵	دوہڑہ
۶۱	محبت صفاتی کا بیان	۲۸	بیت - مثنوی
۶۱	محبت ذاتی کا بیان	۲۹	مغربی
	مسئلہ اوپر کے مقام میں نیچے کا مقام	۳۱	اعتذار
	درج ہونا اور نیچے کے مقام میں	۳۱	کافیوں کی ترتیب کے بیان میں
۶۲	اوپر کا مقام درج ہونا	۳۲	مسئلہ غفلت اور آگاہی
۶۳	محبت حقیقی کا بیان	۳۳	اقسام غفلت
۶۶	بیان محبت انسان	۳۹	قطعہ - عجب حال ہے عاشقوں کا
۶۷	محبت مجازی پیدا کرنے کی حکمت	۴۱	بیت

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۷۶	کے اور کچھ نہیں ہے	۶۹	محبت حقیقی پیدا کرنے کی حکمت یا پیدا ہونے کی صورت
	بیان اس کا کہ طالبانِ راہِ حق کی خاطر کا تعلق آثار کے ساتھ اور ان میں		سوال پسر کا مرد عارف سے کہ تیرا عشق کیوں کم ہو گیا؟
	تا مل کرنا اور معرفت ذات اور صفات	۷۳	جواب مرد عارف کا نقصان عشق کے وجوہات بیان کرنا
۷۷	حق سبحانہ تعالیٰ میں توصل اس سے ڈھونڈھنا اسی قبیل سے ہے	۷۴	بیان حال ان لوگوں کا جنہوں نے شرابِ عشق کا جام صورت سے پیا ہے اور معنی کی ان کو اصلاً آگاہی نہیں ہے
	بیان اس کا کہ خلافِ اربابِ فکر و نظر کے جو اثر سے موثر کی طرف جاتے ہیں روش عارف کی موثر سے اثر کی	۷۴	بیان حال ان لوگوں کا جن کو معنی مجازی کا کچھ کھوج ملا ہے مگر اس کے عشق کی شراب سوائے جام صورت کے اور کسی طرح نہیں پیتے اور ہمیشہ اسی کشائش میں ہیں کہ ایک صورت سے خلاصی پاتے ہیں تو دوسرے میں گرفتار ہو جاتے ہیں رہائی اس سے نہیں ہوتی
۷۸	طرف جاتی ہے		بیان حال ان لوگوں کا جو اگر چار مشاہدہ جمال صورت میں گرفتار ہیں مگر اس میں رہے نہیں ہیں بلکہ مشاہدہ جمال معنی جو اس میں ہوتا ہے وہ سبب ان کی ترقی کا ہوتا ہے
۷۹	بیان نظر اصحابِ مکاشفہ کا		بیان حال ان لوگوں کا جن کو
	بیان نظر اربابِ مشاہدہ تجلّی ذات سے		مظاہر صورت اور معنی میں شہود سوائے جمال مطلق حضرت حق سبحانہ تعالیٰ
۸۰	بیان قربات اربع - پہلا قرب نوافل		
۸۱	دوسرا قرب فرائض		
	مقام جمع الجمع کہ مرتبہ قابِ قوسین کا ہے	۷۵	بیان حال ان لوگوں کا جو اگر چار مشاہدہ جمال صورت میں گرفتار ہیں مگر اس میں رہے نہیں ہیں بلکہ مشاہدہ جمال معنی جو اس میں ہوتا ہے وہ سبب ان کی ترقی کا ہوتا ہے
	مقام جمع احدیت کہ مرتبہ او ادنیٰ ہے اور خاصہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور جمع در ثناء اس کے کا ہے		
۸۲	تعریف عارف عالی مقام	۷۵	بیان حال ان لوگوں کا جن کو مظاہر صورت اور معنی میں شہود سوائے جمال مطلق حضرت حق سبحانہ تعالیٰ
	بیان حیرت کا دو قسم کا ہونا ایک محمود دوسرے مذموم		
۸۳	حیرت مذموم کا بیان		

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۱۲۴	کافی نمبر ۱۴		بیان اس کا کہ یقین کے تین امور دلیل
۱۲۵	کافی نمبر ۱۵	"	ہوتے ہیں
۱۲۶	کافی نمبر ۱۶		۱- عقل و حواس ۲- پیروی راہ شناس
۱۲۷	کافی نمبر ۱۷	"	۳- الہام و کشف ربانی
۱۲۹	شعر	۸۴	حیرت محمود
۱۳۰	کافی نمبر ۱۸	۸۵	کافی نمبر ۱
۱۳۱	کافی نمبر ۱۹	۸۷	کافی نمبر ۲-۳
۱۳۲	کافی نمبر ۲۰	۸۸	کافی نمبر ۳
۱۳۳	کافی نمبر ۲۱	۸۹	کافی نمبر ۵
۱۳۴	کافی نمبر ۲۲-۲۳	۹۰	کافی نمبر ۶
۱۳۵	کافی نمبر ۲۴	۹۱	کافی نمبر ۷
۱۳۶	کافی نمبر ۲۵	۹۲	کافی نمبر ۸
۱۳۶	کافی نمبر ۲۶	۹۶	کافی نمبر ۹
۱۳۹	اشوارہ حضرت پیر بلھے شاہ صاحب	۹۹	کافی نمبر ۱۰-۱۱
۱۳۹	پھر وار- آیت وار	۱۰۱	طالب کاذب اور اس کی مثال
۱۴۰	سوموار- منگل وار	۱۰۵	مغربی
۱۴۰	بدھ وار- جمعرات	۱۱۴	رباعی
۱۴۲	جمعہ- کافی نمبر ۲۷	۱۱۴	رباعی- شعر- مسئلہ تاثیر ذکر
۱۴۳	کافی نمبر ۲۸	۱۱۵	رباعی- مسئلہ استداد اور قابلیت
۱۴۴	کافی نمبر ۲۹		طالب صادق کو ذکر اور توجہ مرشد سے
۱۴۷	بارہ ماہ حضرت بلھے شاہ علیہ الرحمۃ	۱۱۷	عشق الہی پیدا ہونے کا بیان
۱۴۸	اسوج- کاتک	۱۱۸	کافی نمبر ۱۲
۱۴۹	مکھڑ- پوہ	۱۲۰	کافی نمبر ۱۳
۱۴۹	ماگھ- پھاگن	۱۲۱	رباعی

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۱۷۳	کافی نمبر ۵۵	۱۵۰	چیت - بیساکھ
۱۷۶	منزل فتاویٰ الرسول کا بیان	۱۵۱	جٹھ - ہاڑ
۱۷۷	پہلا درویش عربی	۱۵۲	ساون - بھادوں
۱۷۸	نعت دیگر	۱۵۳	کافی نمبر ۳۰
۱۷۸	دوسرا درویش فارسی	۱۵۵	کافی نمبر ۳۱
۱۷۹	نعت دیگر	۱۵۶	کافی نمبر ۳۲
۱۸۰	نعت دیگر	۱۵۶	کافی نمبر ۳۳
۱۸۱	تیسرا درویش ہندی	۱۵۷	کافی نمبر ۳۳-۳۵
۱۸۲	نعت دیگر	۱۵۸	کافی نمبر ۳۶
۱۸۲	چوتھا درویش پنجابی (کافی نمبر ۵۶)	۱۵۹	کافی نمبر ۳۷
۱۸۷	بیت	۱۶۰	کافی نمبر ۳۸
۱۹۰	رباعی	۱۶۱	کافی نمبر ۳۹
۱۹۲	رباعی اعماد - رباعی ایضاً	۱۶۲	کافی نمبر ۴۰
۱۹۲	مسئلہ محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم	۱۶۳	کافی نمبر ۴۱
۱۹۲	تمت بالخیر حصہ اول	۱۶۳	کافی نمبر ۴۲
۱۹۵	حصہ دوم	۱۶۳	کافی نمبر ۴۳
۱۹۶	کافی نمبر ۵۷ - منزل فتاویٰ اللہ کا بیان	۱۶۵	کافی نمبر ۴۴
۲۰۳	کافی نمبر ۵۸	۱۶۶	کافی نمبر ۴۵
۲۰۶	کافی نمبر ۵۹	۱۶۷	کافی نمبر ۴۶-۴۷
۲۱۲	پوتھی لا الہ الا اللہ	۱۶۸	کافی نمبر ۴۸-۴۹
۲۱۷	کافی نمبر ۶۰	۱۶۹	کافی نمبر ۵۰
۲۲۰	بیت - رباعی جامی علیہ الرحمۃ	۱۷۰	کافی نمبر ۵۱
۲۲۱	رباعی جامی علیہ الرحمۃ	۱۷۱	کافی نمبر ۵۲-۵۳
۲۲۲	شاہ نیاز احمد بریلوی	۱۷۲	کافی نمبر ۵۴

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۲۶۰	رباعی	۲۲۲	بیت
۲۶۱	کافی ۷۸	۲۲۳	بیت
۲۶۲	رباعی	۲۲۴	کافی نمبر ۶۱
۲۶۳	رباعی جامی	۲۲۶	کافی نمبر ۶۲
۲۶۳	کافی نمبر ۷۹	۲۳۱	کافی نمبر ۶۳
۲۶۵	دوہڑا	۲۳۳	کافی نمبر ۶۴
۲۶۶	بیت	۲۳۴	کافی نمبر ۶۵
۲۶۷	دوہڑا	۲۳۵	کافی نمبر ۶۶
۲۶۸	قطعہ - رباعی	۲۳۶	کافی نمبر ۶۷
۲۶۹	رباعی	۲۳۸	کافی نمبر ۶۸
۲۷۰	کافی نمبر ۸۰	۲۳۹	کافی نمبر ۶۹
۲۷۱	کافی نمبر ۸۱	۲۴۱	کافی نمبر ۷۰
۲۷۳	کافی نمبر ۸۲	۲۴۵	بیت
۲۷۴	بیت	۲۴۶	قطعہ شارع گلزار - رباعی
۲۸۷	مصرع	۲۴۸	رباعی جامی علیہ الرحمہ
۲۸۹	حکایت اول - دوم - سوم	۲۴۹	طالب صادق کی ملاقات
	طالب صادق پر قبضہ وارد ہونے کا	۲۴۹	عالم ظاہری سے اور اس کی کچھ گفتگو
۲۹۱	بیان	۲۵۰	کافی نمبر ۷۱ - ۷۲
۲۹۲	کافی نمبر ۸۳	۲۵۱	کافی نمبر ۷۳
۲۹۳	کافی نمبر ۸۴	۲۵۲	کافی نمبر ۷۴
۲۹۳	کافی نمبر ۸۵	۲۵۳	کافی نمبر ۷۵
۲۹۵	کافی نمبر ۸۶	۲۵۴	کافی نمبر ۷۶
۲۹۶	کافی نمبر ۸۷	۲۵۸	کافی نمبر ۷۷
۲۹۷	کافی نمبر ۸۸	۲۵۹	رباعی



صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۳۲۹	کافی نمبر ۱۰۸	۳۹۸	کافی نمبر ۸۹
۳۳۱	کافی نمبر ۱۰۹-۱۱۰	۳۰۰	کافی نمبر ۹۰
۳۳۲	کافی نمبر ۱۱۱	۳۰۲	کافی نمبر ۹۱
۳۳۳	کافی نمبر ۱۱۲	۳۰۲	کافی نمبر ۹۲
۳۳۳	کافی نمبر ۱۱۳	۳۰۳	کافی نمبر ۹۳
۳۳۵	رباعی	۳۰۸	کافی نمبر ۹۳
۳۳۶	بیعت لعدہ - رباعی جامی علیہ الرحمۃ	۳۱۰	کافی نمبر ۹۵
۳۳۷	کافی نمبر ۱۱۳	۳۱۱	کافی نمبر ۹۶
۳۳۸	کافی نمبر ۱۱۵	۳۱۲	کافی نمبر ۹۷
۳۳۹	کافی نمبر ۱۱۶	۳۱۳	کافی نمبر ۹۸
۳۴۱	لعدہ از لمعات عراقی	۳۱۴	کافی نمبر ۹۹
۳۴۱	رباعی عماد - رباعی جامی علیہ الرحمۃ	۳۱۵	کافی نمبر ۱۰۰
۳۴۱	ابیات زہنگی	۳۱۷	بیت
۳۴۲	رباعی عماد	۳۱۷	قطعہ
۳۴۳	رباعی عماد	۳۱۹	حاشیہ
۳۴۳	رباعی جامی	۳۲۱	کافی نمبر ۱۰۱
۳۴۳	فرو جامی	۳۲۱	کافی نمبر ۱۰۲
۳۴۳	مولانا روم علیہ الرحمۃ	۳۲۲	کافی نمبر ۱۰۳
۳۴۵	حافظ رحمۃ اللہ علیہ	۳۲۳	کافی نمبر ۱۰۴
۳۴۵	مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ	۳۲۳	رباعی
۳۵۳	پہلا کام لا الہ الا اللہ	۳۲۵	کافی نمبر ۱۰۵
۳۵۶	رباعی	۳۲۶	کافی نمبر ۱۰۶
۳۵۷	مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ	۳۲۷	رباعی
۳۶۱	مصرعہ - رباعی	۳۲۸	کافی نمبر ۱۰۷

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۳۸۹	حافظ رحمۃ اللہ علیہ	۳۶۱	رباعی - بیت
۳۹۰	بیت	۳۶۳	(۱) کفر ظاہر
۳۹۱	بیت	۳۶۳	(۲) کفر نفس
۳۹۲	رباعی	۳۶۵	(۳) کفر قلب
۳۹۶	رباعی - احمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ	۳۶۷	(۴) کفر حقیقت
۳۹۹	مغربی رحمۃ اللہ علیہ	۳۶۸	رباعی
۳۹۹	مسئلہ فنا	۳۷۰	بیت
۴۰۱	رباعی حضرت عین القضاة	۳۷۱	سز کا مسئلہ
۴۰۱	مغربی رحمۃ اللہ علیہ	۳۷۲	مثنوی
۴۰۲	مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ	۳۷۵	بیت
۴۰۲	رباعی مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ	۳۷۶	بیت عطار علیہ الرحمۃ
۴۰۳	رباعی جامی	۳۷۶	بیت حلان علیہ الرحمۃ
۴۰۵	بیان معنی فنا و بقا	۳۷۶	مغربی علیہ الرحمۃ
۴۰۶	بیت	۳۷۶	گلشن راز رحمۃ اللہ علیہ
۴۰۷	مثنوی	۳۷۷	خسر و رحمۃ اللہ علیہ
۴۰۹	رباعی جامی رحمۃ اللہ علیہ	۳۷۷	مولانا روم علیہ الرحمۃ
۴۱۰	رباعی جامی رحمۃ اللہ علیہ	۳۸۱	خسر و رحمۃ اللہ علیہ
۴۱۱	مرزے محمد پرانے دامن پر	۳۸۱	شارح گلشن راز رحمۃ اللہ علیہ
۴۱۳	رباعی	۳۸۲	مغربی رحمۃ اللہ علیہ
۴۱۳	بیت	۳۸۳	جامی رحمۃ اللہ علیہ
۴۱۳	پہلا درجہ فنائے افعال ہے	۳۸۳	شارح گلشن راز رحمۃ اللہ علیہ
۴۱۳	دوسرا درجہ فنائے صفات ہے	۳۸۳	ہندی
۴۱۵	تیسرا درجہ فنائے ذوات ہے	۳۸۳	بیت
۴۱۶	چہڑی اور دو دو	۳۸۳	رباعی

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۲۲۸	ضابطہ عشاق	۲۱۷	حکایت
۲۲۸	دوہرا نمبر ۱۸۷	۲۱۹	گئے تھے چوبے ہونے دو بے ہی رہ گئے
۲۲۸	پوتھی لا الہ الا اللہ	۲۲۰	مصرعہ
۲۵۱	حضرت سعدی رحمۃ اللہ علیہ	۲۲۰	رباعی
۲۵۲	مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ	۲۲۰	غزل
	ذکر حضرت بلھے شاہ صاحب قصوری	۲۲۳	شعر
۲۵۳	رحمۃ اللہ علیہ	۲۲۷	بیان معنی فقر
۲۵۳	خاتمہ	۲۲۷	صاحب گلشن راز رحمۃ اللہ علیہ
۲۵۵	رباعی جامی رحمۃ اللہ علیہ	۲۲۷	عطار رحمۃ اللہ علیہ
۲۵۵	الحمد للہ کہ قانون عشق تمام شد	۲۲۸	نظم
		۲۳۰	نظم
		۲۳۲	رباعی
		۲۳۳	رباعی
		۲۳۶	دوسرا کام محمد رسول اللہ (ﷺ)
		۲۳۶	پہلا قول محمد رسول اللہ (ﷺ)
		۲۳۶	دوسرے عقیدہ
		۲۳۶	تیسرے عمل
		۲۳۶	قول محمد رسول اللہ کا بیان
		۲۳۷	عقیدہ محمد رسول اللہ کا بیان
		۲۳۷	حکایت
		۲۳۵	بیان عمل محمد رسول اللہ (ﷺ)
		۲۳۵	بیت
		۲۳۶	رباعی
		۲۳۸	حافظ رحمۃ اللہ علیہ



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## قانون عشق

اے حضرت عشق! جو کچھ ہے۔ تیرا ہی نور ہے۔ جہاں کہیں دیکھو۔ تیرا ہی ظہور ہے۔ عالم بطون میں تو ہی تو عاشق تھا۔ کُنْتُ كُنْزًا مَّخْفِيًّا فَاحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَافَ، اس کا گواہ ہے۔ اور عالم ظہور میں تو ہی تو معشوق ہوا۔ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ اس کا شاہد ہے۔ واہ تیری تجلیاں اور جلوہ نمایاں۔ واہ تیری مجبوریاں اور رعنا یاں۔ عاشق بن کر ظہور کیا۔ اور معشوق بن کر اپنی طرف کھینچا کیا خوب۔ ناز بھی تو ہے اور نیاز بھی تو ہے۔ سوز بھی تو ہے۔ اور ساز بھی تو ہے۔

عراقی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

عشق است کہ ہر دم بدگر رنگ آید ناز است یکے جادو گر جائے نیاز است  
در صورت عاشق چو در آید ہمہ سوز بر آمد در کسوت معشوق چوں آید ہمہ ساز است

مغربی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

عشق پیش از جهان گن فیکون  
بود آزا داز حدوٹ و قدوم  
پانہا داز درون خلوت دل  
داو بر چشم خویشتن جلوہ  
روئے خود دید در ہزاراں رو  
گاہ دامتق شدہ گہے عذرا  
در سرائے منزہ از چہ و چون  
بود مستغنی از ظہور و بطون  
بہر اظہار حسن خود بیرون  
حسن خود در لباس گوناگون  
چو نظر کرد چشم او ز غنون  
گاہ لیلی شدہ گہے مجنون

صفت آں یکے ظہور بروز  
 تام اوگشت عاشق و معشوق  
 وصف آں یک شدہ غنی و قوی  
 ور ہر آئینہ روئے خود را دید  
 رنگ ہائے عجیب تعبیه کرد  
 وصف معشوق را بعاشق داد  
 نقطہ را کرو در الفت ترکیب  
 ساخت مجنون از وجود ہمدم  
 جامع عز و ذل فقیر و غنی  
 بر جهان و جہانیاں پاشید  
 بدر انداخت موج قلم عشق  
 گشت موجود ہر کہ بد معدوم  
 مدتے بود عقل دوں ہمت  
 حسن دلدار چوں تجلی کرد  
 چشم سر مست ساقی باقی  
 قدح پر شراب ایون کرد  
 بند بکشاد پر وہ ہا بدرید  
 مدد عشق چوں پیایے شد  
 عین توحید و ست گشت عیاں  
 کہ جزائے نیست در ہوائے وجود

صفت آں وگر خفا و کمون  
 چونکہ شد بر جمال خود مفتون  
 نام آں یک شدہ فقیر و زبون  
 شاہد شک دلبر موزوں  
 عشق بے رنگ ساز بو قلمون  
 تافتہ صنایع شد دل مجنون  
 نام اوگشت زان سبب گردوں  
 دو جہاں مخرج در آں مجنون  
 شامل و جہل و عقل و جنون  
 در خزان ہر آنچه بد مخزون  
 ہر چہ در قعد بحر بد مکنون  
 گشت در ہر آنچه بد ہامون  
 ماندہ دور رخت بہمت دوں  
 ہوش او گم شدہ جنون مجنون  
 بہ ہزاراں فریب و مکر فسوں  
 عقل را داد با شراب ایون  
 شد سرا سیمالجنون و فتون  
 در بودش زردیت مادوں  
 تابعین عیاں بدید کنوں  
 حقیقت کسے دگر موجود

اے حضرت عشق! تو ہی ہے۔ اور غیرا تیرا نہیں۔ تو پھر یہ پردہ کس سے ہے؟  
تیرا ڈھنگ سب سے نرالا ہے۔ اور تو نے جو چالا نکالا ہے۔ پردہ محرموں سے کرتے  
ہیں۔ تو اپنے آپ سے کرتا ہے۔

### مغربی

زچشم من تولى بر جمال خود نگراں      ہذا جمال تو از خود ہے شود پنہاں  
چو حسن رُوئے تو ا بس ندید جز چشمت      پس از چہ رُوئے من خستہ گشتہ ام حیراں

### دیگر

چوں ناظر و منظور توئی غیر تو کس نیست  
تجھ کو اپنے اس پردہ اور حیا کی قسم

### شعر

پردہ دار کہ صاحب نظر ایں منتظر اند      حیف باشد کہ ترا خواہند و نادیدہ و ند  
بے حجابانہ در آ بر کاشانہ ما      کہ کسے نیست بجز درد تو در خانہ ما  
ابھی یہ دلولہ اور وحشت زور و شور پر تھی۔ کہ پاس سے ایک رفیق نے یہ مژدہ

سنایا۔

کہاں ہے پردہ کدھر ہے مخفی کب اس کا مکھڑا نقاب میں ہے  
قصور اپنی نگاہ کا ہے وگرنہ وہ کب حجاب میں ہے

### دیگر

یار بردار پردہ از رخسار      ایں نشوں یا اولی۔ الا بصار  
ہمہ آفتاب طلعت او      طلعت من مشارق الاظہار



ہمہ اشیاء ہلاک ہیں اشراق  
ہمہ راصاف ساختہ است این نور  
لمعہ اوست در مکین و مکاں  
جملہ ذرات کون آئینہ ہا است  
در ہر آئینہ بآئینے  
گاہ مستور در پس پردہ  
گاہ در پردہ سے نواز و ساز  
پردگی اوست باہمہ پردہ  
بہر اغیار نقشبند ازل  
تا شود نقبش پردہ شاں حائل  
اے زپندار غیر در پردہ  
کہ جز او نیست در سرائے وجود  
عشق چندیں حیات ظلمت و نور

ہمہ ذرات محو ہیں انوار  
ہمہ را پاک سوختہ است این نار  
جلوہ اوست در بین و بسیار  
کہ در آں جلوہ ہے کندرخ یار  
مے نمایاں بعاشقاں دیدار  
گاہ مشہور بر سر بازار  
گاہ بے پردہ سے درآمد تار  
پردہ ساز اوست باہمہ اوتار  
پردہ پرز نقش و پرز نگار  
از تماشاے نور آں رخسار  
خیز و بردار پردہ پندار  
بہ حقیقت کے دگر موجود  
بر رخ آویخت شد ازاں مستور

## مغربی

تا کہ عاشق بجد و جہد تمام  
پس بتدریج خوئے ادگیرد  
چوں بیاد آوری بوقت شوق  
بعد از آتش جمال مہماید  
بتاند ز دست اغیارش  
برہاند ز جور معشوقش

کند از روئے عشق یک یک وزر  
یا بداز ہرچہ غیر اوست نفور  
یا بداز پردہ ہائے شوق عبور  
وحدت عشق و بے نیاز و غیور  
کندش قرب عشق از ہمہ دور  
وصل عشقش اگر کند مہجور

خرقہ عیشتش در پوشد چونکہ گشت از لباس ہستی دور  
 اور یہ پردہ کبھی دور نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ معشوق کے معشوق کی  
 فرمانبرداری اور پیروی اور تابعداری نہ کی جائے۔ وہ کون یعنی جان جہاں سردار  
 خوباں سرتاج محبوباں شاہ معشوقاں احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحبہ وسلم۔

### رباعی جامی رحمۃ اللہ علیہ

شاہ عربی قبلہ ارباب نجات کائینہ ذات آید و مرآت صفات  
 در پیروی اوست علو درجات لا یزال حلیہ زاکیات الصلوٰت  
 یہ سن کر ہوش میں آیا اور اس طرح جوش میں آیا کہ معشوق حقیقی ادراے  
 مطلوب حقیقی صدقہ اپنے معشوق اور مطلوب کے۔

### غزل مغربی علیہ الرحمہ

زروئے ذات بر فلکن نقاب ہمارا  
 نقاب بر فلکن از رود عزم صحرا کن  
 اگر چہ پر تو انوار ذات محو کند  
 اگر چہ ماومنی نیز جز توئی تو نیست  
 اگر چہ سایہ عنقائے مغرب است جہاں  
 نقوش کثرت و امواج ظاہر دریا  
 فروغ چہرہ عذر جہاں ہے دارد  
 نغمے سزد کہ نہاں کردی از اولی الابصار  
 نہاں باس مکن چہرہ مسمارا  
 ز کنج خلوت و خدت دے تماشارا  
 چوں این نقاب برافتد جمع لسمارا  
 ز راومن بستاں یک زماں من و مارا  
 ولیک سایہ حجاب آمدست در یارا  
 حجاب وحدت باطن شدت در یارا  
 ز چشم و امتق بیدل عذار عذرا را  
 کہ نور دیدہ تو چشم ہائے بینا را  
 نہاں زد مکن اے دوست رے زیبارا

## غزل دیگر

بیا بر چشم کن عاشق تجلی از روئے زیبارا  
 بصرائے دل عاشق بیا جلوہ کنناں بگذر  
 دے از خلوت وحدت تماشا را بصر اشو  
 دماغ جان اہل دل بویے خود معطر کن  
 الا اے یوسفِ مصری ملاحظت تا بکے داری  
 تو جلوہ کردہ پنہاں مگس ہا گشتہ سرگرداں  
 الا اے ترکِ یغمائی بیا جاں را بیغما بر  
 جہاں پر شور ازاں دارولب شیریں ترک من  
 سخن با مردِ صحرائی لا اے مغربی کم گو  
 اما بعد یہ خاک پائے درویشاں انور علی رہتگی عنفی عنہ اپنے مہربانوں اور  
 مشفقوں کی خدمت میں عرض کرتا ہے۔ صاحبو! آج کل دیکھنے میں آتا ہے کہ  
 پنجاب اور اس کے نواح میں ہر خاص و عام کی توجہ حضرت قدوة العارفين زبدة  
 العاشقين انسان کامل بلھے شاہ صاحب قادری شطاری قصوری قدس سرہ کی کافیوں  
 کے پڑھنے اور گانے پر ہے۔ چونکہ وہ کلام معرفت حقائق توحید کا ہے۔ اور حضرت  
 شاہ ممدوح نے پنجاب کی پیاری بولی میں معرفت اور توحید کو پرو دیا ہے۔ اور  
 عاشقانہ حال کا کلام پر تاثیر ہے۔ طالبانِ حق اور عاشقانِ ذاتِ مطلق پر ایک کیفیت  
 پیدا کرتا ہے۔ جو کسی عبارت سے بیان نہیں ہو سکتی شوق اور اشتیاق محبوب حقیقی کو  
 بڑھاتا ہے۔ عشق کی آگ کو بڑھاتا ہے تن من میں آگ لگاتا ہے پس وہ ان کے  
 روح کی غذا ہے۔ اور وہ اس کے اہل ہیں۔ مگر عوام جو عشق الہی سے مس نہیں



رکھتے۔ خواہشاتِ نفسانی میں پھنسے ہوئے ہیں۔ انسان صورت بہائم سیرت ہوتے ہیں۔ جب ان کو پڑھتے یا سنتے ہیں تو وہ خرابیوں میں پڑ جاتے ہیں۔ یا اگر وہ سمجھ نہیں آیا۔ جیسے یہ کلام ہے۔

جدوں دا احد اکلا سی      نہ رب رسول ﷺ نہ اللہ سی

اس کے منکر ہو جاتے ہیں۔ اور یہ نہیں جانتے کہ قصور ہماری سمجھ کا ہے۔ اپنی نا فہمی اور خام خیالی سے نعوذ باللہ منہا اس کو لغویا مہمل یا کلمہ کفر بتاتے ہیں۔ اور زبان طعنہ دراز کرتے ہیں۔ مولینا جانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

زد شیخ شہر طعنہ بر احوال اہل دل      المرء لا یزال عدد بما جہل

اور حضرت مولینا روم فرماتے ہیں۔

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد      میلش اندر طعنہ پا کاں زند

کار پا کاں را قیاس از خود یگر      گرچہ باشد در نوشتن شیر و شیر

پہلے بھی صوفیائے کرام اور اولیائے ذوالاحتام نے اپنی عالی مقامی کی وجہ سے ایسے کلام فرمائے ہیں۔ جو عوام بلکہ خواص کی سمجھ میں نہیں آئے جن کو ان کے مقام تک رسائی نہ تھی۔ جیسے شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ التـصـوـف

شـرک یا الصوفی لا مذہب لہ یا حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول ہے کہ من الذنوب و توبتی من قول لا الہ الا اللہ جس کے معنی یہ ہیں۔ کہ لوگوں کی توبہ گناہوں سے ہے۔ اور میری توبہ کا قول لا الہ الا اللہ سے ہے۔

اصول اصل دین حق پرستاں یہ ہے۔ کہ جب کوئی کلام کسی کامل کا اپنی سمجھ میں نہ آئے۔ تو الزام اپنی سمجھ پر رکھنا چاہئے۔ نہ کہ اعتراض اس مقام کے کلام پر جہاں تک رسائی نہ ہوتی ہو۔ کیونکہ ہر مقام سیر الی اللہ یا سیر فی اللہ سے متعلق ہوتا

ہے۔ پس اگر سننے والا اس مقام تک نہیں پہنچا ہے جس مقام کا وہ کلام ہے۔ تو کبھی سمجھ میں نہ آئے گا۔ اگر پہنچ گیا ہے۔ تو خود بخود سمجھ جائے گا۔ جیسے رشحات میں نقل ہے۔ کہ دو شخص حضرت خواجہ خواجگان خواجہ بزرگ بہاؤ الدین نقشبندی قدس سرہ کی خدمت بابرکت میں لفظ ایمان پر بحث کرتے ہوئے آئے آپ نے فرمایا: چپ رہو۔ یہاں ایمان کی کیا بحث ہے۔ یہ بات سن کر وہ بہت حیران ہوئے۔ مگر جب وہ فیض صحبت بابرکت حضرت خواجہ قدس سرہ سے اس مقام پر پہنچے۔ جس مقام کا کلام تھا۔ تو حقیقت اس کی ان پر منکشف ہو گئی واضح ہو کہ چونکہ صوفیائے کرام اولیائے اللہ اور عاشقان الہی ہوتے ہیں۔ ان کا کلام دو حال سے خالی نہیں۔ یا حالت سکر کا ہے۔ جس میں جذبہ اور غلبہ عشق الہی ان پر ہوتا ہے۔ عقل کو راہ نہیں ہے۔ اس سے و معذور ہیں۔ کہ ”گفتگوئے عاشقان در عشق رب“ ”جوشش عشق نے ترک رب“ یا حالت سہو کا ہے۔ جس میں عشق کے ساتھ عقل بھی موجود ہے۔ ایسی حالت کا کلام جو سمجھ میں نہیں آتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سامع اس کلام کو اپنی عقل عزیز کی اور جزوی نابالغ سے سمجھنا چاہتا ہے۔ اور وہ کلام عقل کلی اور بالغ کا ہوتا ہے۔ عقل عزیز کی اور جزوی کا مقام ناسوت اور عقل اصلی اور کلی کا مقام ملکوت اور وحدت ہے۔ پس عقل عزیز کی اور جزوی کی سمجھ میں وہ کیونکر آئے۔ اور صوفیائے کرام اور اولیائے عظام جو ایسا نازک کلام فرماتے ہیں۔ وہ یا محض جذبہ عشق الہی میں راز و نیاز سے پیار کی باتیں ہوتی ہیں۔ یا رموز میں اسرار کو ظاہر کرنے کی غرض ظاہر ہوتی ہے۔ تاکہ وہ ہر اہل پر ظاہر ہو جائے۔ اور نا اہل پر پوشیدہ رہے۔ یہ یاد رکھئے گا کہ ان کو ایسے کلام کی اجازت ہے۔ اگر کوئی شخص جس پر وہ حال روشن نہ ہو۔ ایسا کہے۔ تو کفر آید ہوتا ہے۔ صاحب گلشن راز فرماتے ہیں۔

### بیت

کہ رخصت اہل دل رادر سہ حالت      فنا و سکر دیگر ہم دلاست  
ترا گر نیست احوال مواجید      مشو کافر بنادانی ز تقلید

جب یہ بات ہے۔ تو یقیناً جائے اس کو کہ حضرت بلھے شاہ صاحب قادری شطاری قصوری قدس سرہ اولیائے کاملین اور پیشوائے عارفین سے تھے۔ عشق الہی میں سرمست و سرشار تھے۔ ثبوت اس کا ظاہر ہے۔ کہ ان کا کلام کیسا پرتاثر ہے۔ کہ ہر ایک کو پیارا ہوتا ہے۔ پس یہ کلام اس قبیل سے ہے کہ اس میں مجال گفتگو نہیں ہے۔ اس کلام کو راست اور حق سمجھنا چاہئے۔ کہ اولیاء اللہ کا کلام بے معنی یا خلاف شرع نہیں ہوتا۔ جب سمجھ میں نہیں آئے۔ تو اپنی فہمید کو الزام دینا چاہئے۔ اور نزکیہ نفس اور تصفیہ قلب حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ تاکہ وہ سمجھ حاصل ہو۔ جس سے کلام ممدوح سمجھ میں آئے اور اولیائے کرام پر زبان طعن دراز کرنے سے شرمانا چاہئے۔ اور یہاں تک ترک اعتراض کرنا چاہئے۔ کہ اگر عرض و قافیہ شعر کا بھی درست نہ ہو۔ تو اس پر حرف نہ رکھنا چاہئے۔ کہ بعض وقت وہ معذور ہیں۔ مولانا روم فرماتے ہیں۔

قافیہ اندیشم و دلدار من      گویدم میندیش جز دیدار من  
دوسرا امر یہ ہے۔ کہ ان کافیوں میں معرفت اور توحید کے مسئلوں کے موتی پردے ہوئے ہیں۔ یہ بات تحقیق ہے۔ کہ انسان معرفت کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ کی تفسیر لِيَعْرِفُونَ خواجہ درد فرماتے ہیں۔ فرد

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو

ورنہ اطاعت کیلئے کچھ کم نہ تھے کرو بیاں

پھر معرفت یعنی پہچانا حضرت حق کا اور ذات مطلق کا جیسا کہ وہ ہے۔ اور

توحید اس کی یعنی ایک جاننا اس کا دل سے متعلق ہے نہ زبان سے اور خیال ناقص

سے۔ زبان اوروں میں فرق ہے۔ وہ اظہر ہے۔ زبان کی تعریف عوام اور خاص

کے نزدیک ایک ہے۔ مگر دل کی تعریف میں فرق ہے۔ عوام دل اس گوشت کے

ٹکڑے کو کہتے ہیں۔ جو بائیں پستان کے نیچے ہے۔ لیکن خاص یعنی صوفیائے کرام

اس کو دل نہیں کہتے۔ جیسے مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ۔

نیست این پیکر مخروطی دل

بلکہ ہست این قفس طوطی دل

گر تو طوطی ز قفس شناسی

بخدا ناسن نہ شناسی

یعنی وہ حیوان ہے۔ جو آدم صورت ہوتا ہے۔ امیر خسرو فرماتے ہیں:-

دل اگر این مہرہ آب و گل است

جز ناہم از اقبال تو صاحب دل است

ان کی مراد دل سے وہ لطیفہ ہے۔ جو نفس انسانی یعنی روح حیوانی اور روح

انسانی کے اخلاط سے پیدا ہوتا ہے۔ جیسے شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے

ترجمہ فتوح الغیب کے مقالہ سترویں ۷۷ کی شرح میں لکھا ہے۔ کہ اصلاح تصوف

میں مبدائے شہوات اور لذات حسی کو کہتے ہیں۔ اور وہ ایک بخار لطیف ہے۔ جو

جوف قلب سے حرارت عزیز کی تصعید کے ساتھ متصاعد ہو کر مجازی عروق کی راہ

سے جمیع اعضاء اور اجزائے بدن میں جاری ہوتا ہے۔ اور حس و حرکت بدن کی اس

کے ساتھ ہوتی ہے۔ اور بھوک اور پیاس اور حرص اور ہوا اور دیگر جمیع صفات نفسانی

انہی کے ساتھ قائم ہوتے ہیں۔ اسی کو اصلاح اطبا میں روح حیوانی کہتے

ہیں۔ بدن کے ساتھ روح انسانی کے تعلق کا واسطہ یہی نفس ہے۔ اور یہی نفس ان دونوں کے درمیان یعنی روح اور بدن کے درمیان ایک برزخ ہے۔ اس جہت سے کہ دونوں جانب یعنی لطافت اور کثافت میں ایک مناسبت رکھتا ہے۔ تعلق روح کا نفس کے ساتھ ایسا ہے۔ جیسا مرد کا اپنی عورت کے ساتھ ہوتا ہے۔ ان دونوں کے ازدواج سے ایک اور لطیفہ پیدا ہوتا ہے۔ جس کو قلب کہتے ہیں۔ اور وہ ان دونوں میں معلق اور منقلب ہے۔ جس کے احکام کا غلبہ ہوتا ہے۔ اسی کا وہ تابع ہوتا ہے محسوسات کا مدرک نفس ہے۔ اور معقولات کی مدرک روح ہے۔ اور جو اشیاء کہ محسوس اور معقول سے مرکب ہیں۔ ان کا مدرک قلب ہے۔ یہاں یہ لازم آتا ہے۔ کہ وہ اشیاء جو نہ محسوس ہیں۔ نہ معقول یعنی اور صفات اللہ کی ان کا مدرک کوئی اور لطیفہ ہو۔ پس ایک اور اعلیٰ اور اصغیٰ جو قلب اللہ سے تعلق رکھے۔ عطا کیا گیا۔ اور اس کو سر کہتے ہیں اور اس سے بڑھ کر بعضوں نے ایک اور لطیفہ بیان کیا ہے۔ جس کو انھی کہتے ہیں۔ منتہی کلام شیخ عبدالحق قدس سرہ کی اس تقریر سے ظاہر ہو گیا۔ کہ صوفیائے کرام کے نزدیک دل ایک لطیفہ ہے۔ جو مورد انوار الہی ہوتا ہے۔ ان انوار سے عرش سے فرش تک نظر آتا ہے۔ اور معرفت الہی اس سے حاصل ہوتی ہے۔ اس دل کی تعریف جتنی کیجئے تھوڑی ہے۔

مولانا جامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

دل یکے منظر بیست ربانی

خانہ دیوار را چہ دل خوانی

آنکہ دل نام کردہ بجاز

رو بہ پیش سگاں گو انداز



## رباعی ایضاً

ایں گوہر بحر آشنائیت نہ دل  
سرچشمہ فیض کبریائیت نہ دل  
القصہ بطولہا تخن و در کشید  
مجموعہ اسرار خدائیت نہ دل

## مغربی

نخست دیدہ طلب کن پس آں گہ دیدار  
از آں کہ یار کند جلوہ بر اولی الابصار

یہاں دیدہ سے مراد دیدہ سر یعنی دیدہ دل ہے۔ نہ دیدہ سر کیونکہ نور الہی کو نور الہی سے دیکھ سکتے ہیں۔ جس کا مظہر دل انسانی ہوتا ہے۔ رمز عرفی ربی بر ربی شاہد ہے اس کی دیدہ سر کی مجال ہے۔ جو اس کو اس جہان سے دیکھ سکے۔ وہ عالم کی اشیاء کو ہی نہیں پہچان سکتا۔ ان کی حقیقت حال کے احساس میں اکثر غلطیاں کرتا ہے۔ جیسے سایہ کا غیر متحرک ہونا بتاتا ہے، حالانکہ وہ متحرک ہے۔ اور چلتا ہے۔ جو تھوڑی دیر بعد تجربہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ایک جا سے سرک کر دوسری جگہ چلا گیا۔ یہ غلطی اس کی ذاتی ہے۔ عارضی نہیں کسی طرح اس کی ذات سے دور نہیں ہو سکتی۔ دل انسانی ہر شخص کے باطن میں خواہ وہ گورا ہو یا کالا ہو شیار ہو یا باؤلا۔ مودع ہوتا ہے جب انسان پیدا ہوتا ہے۔ تو اپنی اصلی حالت پر ہوتا ہے۔ مگر ایک خواہش نفسانی کے پورا ہونے سے ایک دھبہ سیاہی کا اس پر لگ جاتا ہے۔ جب شب و روز انسانی خواہشات کو پورا کرنے میں مصروف رہے۔ تو کیا ٹھکانہ ہے۔ سیاہی کے دھبے لگتے لگتے کالا سیاہ ہو جاتا ہے۔ دل کی آنکھوں پر سیاہی کا پردہ آ جاتا ہے۔ اور اس کو کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ جو کوئی صاحب چاہیں کہ ہم اپنی دل کی

آنکھوں کو دیکھیں۔ کہ کھلی ہیں یا بند۔ اگر سیاہی کے سوا اگر کچھ نظر نہ آوے۔ تو جان لیں۔ کہ دل کی آنکھیں جاتی رہی ہیں۔ جو روشن ضمیری نہیں ہے اور یقین جان لیں کہ یہ مرض خواہشات نفسانی میں استغراق سے پیدا ہوتا ہے۔ اور یہ نہ سمجھیں۔ کہ جب ہمارا ایسا حال ہے۔ تو تمام جہان کا حال ایسا ہی ہوگا۔ یہ خام خیالی ہے۔ کیا آں شے کہ ترانیت کے را بود۔

حضرت جامی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ حضرت بے چون نے جو تجھ کو نعمت ہستی عطاء کی ہے۔ تو تیرے باطن میں صرف ایک دل رکھا ہے تاکہ اس کی محبت میں ایک دل ہو۔ اور اس کے غیر سے معرض اور اس کا مستقبل نہ ہو۔ یہ ایک دل کے سو پارہ کر کے اور ہر ایک پارے کو ہر مقصد کے پیچھے آوازہ کرے۔

### رباعی

اے آنکہ بقبلہ بتاں ردست ترا      بر مغز جزا حجاب شد پوست ترا  
دل در پے این و آن نہ نکوست ترا      یک دل داری بس است یک دوست ترا  
اور فرماتے ہیں کہ ۔

یک دل دارم بس است یک دل دارم

دل آ رہے کہ داری دل درو بند      و گر چشم از ہمہ عالم فرو بند

پس آنکھ سے دیکھنے اور زبان سے کہنے میں خیال اور وہم سے جاننے میں

دل سے ماننے اور پہچاننے میں بڑا فرق ہے۔ کہ درجے اس کے ذیل میں معلوم

ہوتے ہیں۔ دیکھنا آنکھ سے کہنا زبان سے۔ جاننا خیال اور وہم سے۔ ماننا اور پہچاننا

دل اور دماغ سے۔ بہت سی باتیں ایسی ہیں کہ خیال میں آتی ہیں۔ زبان ان کو کہہ

نہیں سکتی۔ یا زبان ان کو کہہ سکتی ہے۔ مگر خیال میں آتی ہیں۔ اور اگر خیال میں

آئیں بھی۔ تو دل ان کو یقین نہیں کرتا۔ پس ان میں ایک ہی حال میں ایک کا دوسرے سے مختلف کیفیت سے ہونا ظاہر ہے چونکہ اعلیٰ ان میں کیفیت دل ہے۔ اس لئے وہی معتبر ہے۔ اور مقبول ہے اور سب ناقابل اعتبار اور مردود ہیں۔ اب غور کیجئے۔ کہ اس ذات مطلق کو آنکھ سے نہیں دیکھ سکتے۔ زبان۔ اس کا حال جیسا کہ وہ ہے۔ کہہ نہیں سکتی خیال اور وہم اس تک پہنچ نہیں سکتا۔ پس معرفت الہی ہر شخص کو علی القدر استعداد جو کچھ حاصل ہوتی ہے۔ وہ دل سے ہے۔ مگر چونکہ شروع ایام بلوغت میں خواہشت نفسانی میں مصروف ہونے کی وجہ سے دل کی آنکھیں پھوٹی ہوتی ہیں۔ تو جب دل کی آنکھیں پھوٹی ہوتی ہیں۔ تو جب تک دل کی آنکھیں نہ کھلیں۔ انوار الہی وارد ہو کر نور بصیرت حاصل نہ ہو۔ طالبوں کیلئے جاننا اس کا خیال اور عقیدہ سے ضرور ہے۔ وہ جاننا علم معرفت نہ معرفت۔ اور یہ دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ کہ معرفت بے علم محال اور علم بے معرفت وبال ہے۔ اور توحید ایک کہنا نہیں ہے۔ بلکہ ایک جاننا اور پہچاننا ہے۔

مولانا جامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

از ساخت دل غبار کثرت رفتن  
مغرور سخن مشو کہ توحید خدا  
بہتر کہ بہر رہ در وحدت سفتن  
واحد ویدن بود نہ واحد گفتن

یہاں دیدن سے مراد چشم دل دیدن ہے نہ چشم سر۔

اسی کے بموجب حضرت بلھے شاہ صاحب قدس سرہ فرماتے ہیں۔

بٹھا دوئی دل سے دھو  
مونہوں ناں ان الحق گو  
سکھ کی نیند بھر کے سو  
چڑھ سولی ڈھولا گاویں گا

پیارا سنبھل کے نہیوں نہ لامڑ کے پچھوتاویں گا

طالبانِ حق کو جو ممانعت زبان سے توحید کی بات کہنے کی ہے اس لئے ہے۔ کہ توحید سے غرض تو دل سے ہے۔ ایک پہچاننے کی اور زبان اور دل کے درمیان بڑا فاصلہ ہے۔ ایسا نہ ہو۔ کہ طالب زبان کے کہنے پر اکتفاء نہ کرے۔ اس مقام میں پھنس جائے۔ اور منزل دل تک جو مقصود اصلی ہے۔ نہ پہنچے۔ اور جب دل غافل رہے۔ تو زبان سے کہنا لا حاصل ہے۔ اگرچہ اہل دل ان تین حالتوں میں یعنی فنا اور سکر اور دلال میں جن کا ذکر صاحبِ گلشن راز کے شعر مذکور الصدر میں ہے۔ زبان سے کہنے کی رخصت ہے۔ مگر اوروں کو جیسے عوام اور سالک مبتدی ہے۔ بالکل رخصت نہیں ہے۔ کہ اس کا سراسر نقصان اور زبان ہے۔ اور موجب خرابی اور بہت سے امراض نفسانی میں جیسے عجب۔ ریا وغیرہ میں گرفتار ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ حضرت شاہ بھیکھ صاحبِ چشتی فرماتے ہیں۔

### دوہڑہ

بھیکھا بات اگم کی کہن سنن میں نا نہہ

جو جانے سونہ کہے کہے جو جانے نا نہہ

اس دوہے کے پچھلے حصہ میں عوام اور خواص ناقص اور کامل دونوں کا بیان فرمایا ہے۔ عوام اور ناقص سے مراد وہ لوگ ہیں۔ جو مسائل توحید اور توقف کے کہتے پھرتے ہیں۔ اور اپنے تئیں موحد کہلاتے ہیں۔ اور حقیقت میں وہ کچھ نہیں جانتے۔ ناقص ہیں۔ خام خیالی میں پھنسے ہوئے ہیں۔ اور خواص سے وہ عالمین کا ملین مراد ہیں۔ جن کو معرفت الہی بفضلہ تعالیٰ حاصل ہو گئی ہے۔ مگر وہ منہ سے نہیں کہتے۔ یہاں منہ تے نہ کہنے سے مرد عوام کے سامنے ہے جو اہل اس کے نہیں ہیں۔ نہ کہ طالبانِ حقیقت اور برادرانِ طریقت کے۔ و برو کہ وہ اہل اس کے

میں۔ کہ اَنْ تُوَادُّ الْاِمَانَاتِ اِلٰی اَهْلِهَا ط

نظم

(دیکھو اطائف اشرفی صفحہ ۱۲۴ جلد ثانی)

یہ محرم نباید سر گفتن      نہ از محرم نیاید نور نہفتن  
سر از محرم تہاں کردن چنان نست      کہ گفتن راز بانا محرمان ست

کے کوزیں دو حد گامے بروں زد

سر از معنی بروں کردہ بروں زد

اور ظاہر ہے کہ عوام کے سامنے مسائل معرفت اور توحید کا کہنا لا حاصل ہے۔ نہ

ان کو اتنی سمجھ جو اس کو پہنچیں۔ نہ ان کو اتنا شوق کہ مرادات دنیوی کولات مار کر اس کی

طلب میں قدم اٹھائیں۔ کس لئے کہ وہ گرفتار ہوا ہو ایسے ہو رہے ہیں کہ ان سے

چھوٹ نہیں سکتے۔ حضرت سید میر حسینی قدس سرہ زہت الارواح میں فرماتے ہیں۔

حرف معنی گراں بہا گوہریت      چوں بناداں رسی لگوی خموش

قیمت لعل جوہری داند      چہ نہی در دکان خوردہ فروش

اور اس باب میں حضرت پیر دستگیر غوث الثقلین محی الدین عبدالقادر جیلانی

رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے۔ اور اس کی شرح فتوح الغیب کے چھ بیسویں مقالہ میں جو

مرقوم ہے۔ اس کا لب لباب یہ ہے کہ جب تک حلق سے تو نہ نکلے۔ اور تعلقات

دنیاوی قافی نہ ہو جائیں اور نفع اور ضرر میں اور مدح اور ذم میں اضافت تو خلق کی

طرف کرتا تھا۔ وہ ساقط نہ ہو جائے۔ اور اپنے دل کے منہ کو جمیع احوال میں ان کی

طرف سے نہ پھیرے اور ان کی طرف پشت اس کی نہ کر دے۔ اور تیری ہوائیں

زائل نہ ہو جائیں۔ پردہ اور برقعہ اپنے منہ سے نہ اٹھا۔ جب تیری خواہشیں اور



آرزوئیں دور ہو جائیں گی اور دنیا اور آخرت کی ساری ہستیوں اور تعلقوں سے تو فانی ہو جائیگا۔ اور ایسا ہو جائیگا۔ کہ نور پروردگار سے بھر جائیگا۔ اور تیرے قلب میں غیر حق کو ٹھہرنے کی جگہ یا دخل کی جگہ نہ رہے گی۔ اور تو اپنے دل کا آپ دربان کر دیا جائے گا۔ تاکہ غیر حق کو دل میں نہ آنے دے۔ تب تجھ کو تو حید اور عظمت اور جبروت کی سبقت کی جائے گی۔ تاکہ غیر حق کو جو کچھ ہو۔ تو اس کا سراڑ ادا دے۔ اور تیری نظروں میں سوائے حق کے اور سب نابود اور ذلیل اور خوار نظر آئے۔ اس حال میں تیرے نفس میں کوئی میل اور شہوت نہ ہوگی۔ سیاری خواہشیں اور آرزوئیں تیری دنیا اور آخرت کی مغلوب اور مسلوب ہوں گی۔ پس سوائے اتباع امر الہی کے اور ان کے بجالانے کے اور رضاء بقضاء کے بلکہ اس کے قضاء و قدر میں فنا ہونے کے نفس در ہوا اور خواہش اور آرزوؤں کا کوئی حلم یا تسلط تجھ پر نہ رہیگا۔ پس اس حال میں عبد المخلوق اور معتقدان کی رایوں کا نہ ہوگا۔ بلکہ عبد الرب اور تابع اس کے امر کا ہوگا۔ منتہی اس ارشاد سے ظاہر ہے۔ کہ مرتبہ فنا حاصل ہونے کے بعد تو حید اور عظمت اور جبروت کی سیف بندہ کے ہاتھ میں دیتے ہیں۔ تاکہ وہ ماسوی کا سر کاٹے۔ اور نفس اور ہوا کی خواہشیں اور آرزوئیں بالکل زائل ہو جائیں۔ اور جب یہ کاروبار فنا کے دائم مستحضر اور متمکن مقام ہو جائیں گے۔ تو نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ انتقاماً سوائے حق اور زوال نفس اور ہوا اور اس کی خواہشوں اور آرزوؤں کا بھی مستحکم اور استوار ہو جائیگا۔ ایسے شخص اور پختہ کار کو کلام تو حید درست ہے۔ نہ ہر ناقص اور خام کو۔

خن وحدت آنکہ از جامی  
زانچہ خیز دو تعبیر بدنامی

## بیت

در کسوت خاص آمدہ عامی چند      بدنام کنند کو نامی چند

## مثنوی

حرف درویشاں بدزدے مردوں      تا بخوا ہدیر سلیمے اوفسوں  
کار مرداں روشنی و گرمی است      کار دونان حیلہ و بے شرمی است  
اور پختہ کار اور کامل بھی بجز اپنے حال مغلوبیء عشق کے یا ارشاد کے اس کا  
ظاہر نہیں کرتے۔ اور اس حال میں وہ معذور نامور ہیں۔ حضرت بلھے شاہ صاحب  
قدس سرہ فرماتے ہیں۔

جے ظاہر کراں یار تائیں      سب بھل جاویں تکرار تائیں  
پھر مارن بلھے یار تائیں      اتھے مخفی گل سوہندی اے

منہ آئی بات نہ رہندی اے

اور حالت مغلوبی میں دوسری کافی میں فرماتے ہیں۔

ایہ پڑھنا علم ضرور ہويا      پر دنا نا منظور ہويا  
جن دیا اوہ منصور ہويا      اس سولی پکڑ چڑھایا اے

لک بوجھ کوں چھپ آیا ہے

نتیجہ اس ساری تقریر کا یہ ہے۔ کہ کافیاں حضرت بلھے شاہ صاحب قصوری  
قدس سرہ العزیز کی جو معرفت اور توحید میں ہیں۔ عارف کے لئے غذائے روح  
ہیں۔ اور عامی کے لئے زہر قاتل۔ وہ رہے سہے ایمان سے بھی جاتا رہتا ہے۔ اور  
اس کی مثال ایسی ہے۔ جیسے طعام مرغن۔ تندرست کے لئے موجب توانائی اور

طاقت ہے۔ اور بیمار کے لئے باعث زیادتی مرض اور ہلاکت۔ جب یہ حال ہے۔  
تو ناظرین ان اوراق کی خدمت میں التماس ہے۔ کہ وہ براہ انصاف اپنے حال پر  
نظر فرمائیں۔ اور اپنے مقدمہ کے آپ ہی منصف ہوں۔ اور دیکھیں کہ ہم اس کے  
اہل ہیں۔ یا نہیں۔ اگر اہل ہوں۔ تو کیا کہنا ہے۔ شوق سے ان اوراق کو آگے  
دیکھیں۔ اور فیض ارشادات صوفیہ کرام اور فیض باطنی روح پر فتوح حضرت بلھے شاہ  
صاحب قدس سرہ سے مالا مال ہوں۔ ورنہ پہلے اہلیت پیدا کریں۔ پھر دیکھیں۔  
بدوں اہلیت کے کچھ لطف نہ آئے گا۔ جو کچھ لطف ہے۔ وہ اہلیت میں ہے۔ مولانا  
جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

دردِ دفعِ حجبِ کوش نہ در جمعِ کتب      کز جمعِ کتبِ نمی شود دفعِ حجب  
در جمعِ کتبِ کجا بود نشہ حجب      طے کند ہمہ را وعدالی اللہ مرتب

پس چونکہ مسائل وحدت کا حلال لاهلہ و حرام بغیرہ ہے۔ بدوں اہلیت ان  
اوراق کا نہ دیکھنا دیکھنے سے بہتر ہے۔

### مغربی علیہ الرحمۃ

محرم کو کہ تا بگویم راز      کہ حقیقت چگونہ گشت مجاز  
جامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

سر وحدت منطق الطیر ست جامی لب بہ بند  
جد سلیمانی نشاید فہم این گفتار را

### رباعی

جامی غم دوست را بعالم ندہی      باہر کہ داد است شرح اہل غم ندہی  
مرغ غم کو سحیلہ بابا شد رام      خاموش کہ مرغ رام را رم ندہی

## رباعی

وژ زندہ مختصر عیب پوشی بہتر  
چو برزخ مقصود نقالیست سخن  
رونکتہ ز عیش تیز ہوشی بہتر  
از گفت و شنود، خموشی بہتر

## رباعی

تا کے چو درائی کردن افغاں فروش  
یکدم شو۔ ازیں ہرہ درائی خموش  
گنجینہ در ہائے حقائق نشوی  
مادام کہ چوں صدف نگر دی ہر گوش

## رباعی

جای تن زن سخن طرازی تا چند  
افسوں گری و افسانہ سازی تا چند  
اظہار حقائق سخن ہست خیال  
اے سادہ دل این خیال بازی تا چند

## قطعہ

خواہم از جسنش بگوئم آشکارا نکتہ  
مایہ عشرت مئے دلہائے ناستاد اورم  
باز گوید غیرت عشقم کہ جامی لب بہ بند  
ورنہ بر جانت گم صد تیغ بیداد آردم

## اعتذار

اے طالبان حقیقت اور اے برادران طریقت!! آپ پر واضح ہو کہ اس ناقص ہیچ مدان گرفتار نفس پابند ہوا ہوں اور مضامین اور مسائل کی تحریر میں سوائے منصب ترجمانی کے اور کچھ لیاقت نہیں ہے۔ پس آپ صاحبان وقت ملاحظہ ان اوراق کے یہ خیال نہ فرمائیں کہ مے گوید۔ بلکہ یہ خیال فرمائیں کہ چے مے گوید۔ اور غرض ان اوراق کی تحریر سے کہ اس میں اس ناچیز اور خوار کو کوئی افتخار اور اعزاز حاصل ہو۔ شارحوں یا مؤلفوں میں نام لکھا جائے۔ اللہم احفظنا من هذا الخطوات بلکہ غرض یہ ہے۔ کہ اقوال صادق مقال مرشدان عظام اور اولیائے کرام سے میرے نفس سرکش اور امارہ کی سرکوبی ہو۔ راہ راست پر آئے۔ اور یاران طریقت اور طالبان حقیقت اس سے فائدہ اور حظ اٹھائیں۔ آمین۔ اور یہ بھی التماس ہے کہ کافی ہائے حضرت بلھے شاہ صاحب قصوری قدس سرہ کی جو اس میں لکھی گئی ہیں۔ وہ قلمی صحیح لکھی ہوئی کہیں سے نہیں ملیں۔ مطبوعہ کافیوں سے یا قوالوں یا اور لوگوں سے سن کر لکھی گئی ہیں۔ اگر کسی جگہ ان میں غلطی ہوگئی ہو۔ تو معاف فرمادیں۔ اور قلم اصلاح سے ان کو بنا لیں۔

## کافیوں کی ترتیب کے بیان میں

جس قدر کا فیاں اب تک چھپ چکی ہیں۔ ان میں ترتیب مضامین اور مقامات کا لحاظ نہیں رکھا گیا۔ اور ترتیب مضامین بلحاظ مقامات سلوک کے ساتھ ایک اثر عجیب رکھتی ہیں۔ اور ابتری اس کی شیرازہ جمعیت خاطر کو پریشان کرتی ہے۔ اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ شرح اس طرح کی جائے۔ کہ مقام ابتدا یعنی غفلت سے



مقام انتہا یعنی توحید اور معرفت تک کافیاں اور ان کے اپنے اپنے مقام پر آتے  
جائیں۔ تاکہ ہر مقام پر اپنا رنگ نیا دکھائیں۔ اور عاشقان حقیقت کے شوق و ذوق  
کو بھڑکائیں۔ اور ان کے دلوں میں آتش عشق کو بھڑکائیں۔ دونی آگ لگائیں۔

اور

خوش تر آں باشد کہ سر دلبران  
گفتہ آید در حدیث دیگران

## مسئلہ غفلت اور آگاہی

یہ سب سے پہلا مسئلہ ہے واقفیت اس کی ضروری ہے اس باب میں حضرت  
بلھے شاہ صاحب قصوری قدس سرہ فرماتے ہیں۔

بلھا شوہ دی پیریں پڑیے  
غفلت چھوڑ کچھ حیلہ کریے  
مرگ جتن بن کھیت اجاڑے  
اب تو جاگ سوداگر پیارے

صاحبو! غفلت اور آگاہی دو بڑی حالتیں ہیں۔ اور یہ دو منجانب اللہ ہیں۔  
غفلت سے کار دنیا چلتا ہے۔ اور آگاہی سے کار عقبی۔ غور سے دیکھو تو یہ دونوں حالتیں  
اور کیفیتیں بڑی حکمت حکیم مطلق کی ہیں۔ اس کے دل پر غفلت کا پردہ ڈال کر دنیا  
میں پھنسا دیتا ہے۔ اور جس کو عقبی میں پہنچانا اور اپنا دیدار دکھانا منظور ہوتا ہے۔ اس  
کے دل کو کیفیت آگاہی بخشتا ہے۔ پس منازل سلوک میں اول بڑی کوشش رفع  
غفلت اور حصول آگاہی کیلئے کی جاتی ہے۔ اور اسی کیلئے جانکاہی ہوتی ہے۔ ذکر  
ہے۔ تو اس کے لئے فکر ہے۔ تو اسی کیلئے جب آگاہی جیسی کہ چاہئے۔ حاصل  
ہوگئی۔ تو پھر نہ ذکر ہے۔ نہ فکر حیرت درحیرت۔

مولانا روم فرماتے ہیں:

حیرتے باید کہ روید فکر را      خوردہ حیرت فکر را در ذکر را  
خامش اند و نعرہ تکران شان      مے رود تا عرش تحت پاوشان  
اور حضرت عراقی فرماتے ہیں۔

چوں فراموش شود و مادوں او  
ذاکری گرچہ نہ جنبانی زبان

مولانا علاؤ الدین عمری قدس سرہ فرماتے ہیں کہ طریقہ خواجگان قدس سرہم  
میں ہوش درہم ایک اصل یہ ہے۔ اگر کسی کا ایک دم بھی غفلت میں گزرے۔ تو بہت  
ہی بڑا گناہ اس کو جانتے ہیں۔ یہاں تک کہ بعضے اس کو کفر کہتے ہیں۔ جیسے حضرت  
عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ہر آں کہ غافل از دے یک زبان ست  
در آں دم کافر است امان ہا ست  
اگر آں عاقلے پیوستہ بودے  
در اسلام بردے بستہ بودے

اور حضرت مولانا روم قدس سرہ فرماتے ہیں۔

چھست دنیا از خدا غافل بدن  
نے قماش و نقرہ فرزند و زن

اور یہ امر کہ غفلت منجانب اللہ ہوتی ہے۔ ہر صاحب خبرت پر ظاہر کرتی ہے۔  
کہ جب کوئی نزدیکی مرجاتا ہے۔ تو اس واقعہ سے جو کسی قدر غفلت کے پردے اٹھ  
جاتے ہیں۔ تو خدا کیسے یاد آتا ہے۔ اور یہی خیال گزرتا ہے۔ کہ اخیر منزل ہر انسان  
کی یہ ہے۔ اور ہم پر بھی یہ جال گزرتا ہے۔ دنیا سب کا جھوٹا کارخانہ ہے۔ اور

یہاں تک کہ دل سرد ہوتا ہے۔ اور دنیا کے کاموں سے دل کھڑا ہو جاتا ہے۔ کہ کسی کام کے کرنے کو جی نہیں چاہتا۔ پیاروں کی باتیں جو مصری کی ڈلیاں قندنیات سے زیادہ میٹھی تھیں۔ اس وقت کڑوی زہر معلوم ہوتی ہیں۔ مگر چونکہ خدائے تعالیٰ کو جب تک اس کی مرضی ہے۔ دنیا کو قائم رکھنا ہے۔ اور اپنی حکمت کاملہ سے دنیا کی ریل کا انجن غفلت کی بھاپ سے چلانا ہے۔ تو پھر غیب سے دلوں پر غفلت وارد ہونی شروع ہوتی ہے۔ جس قدر اس واقعہ کو وقفہ اور عرصہ ہوتا جاتا ہے۔ غفلت آتی جاتی ہے۔ وہ کچھ کچھ کام دنیا کے کرتا جاتا ہے۔ پھر یہاں تک غفلت وارد ہوتی جاتی ہے۔ کہ دنیا کے کاموں میں وہ ایسا غرق ہوتا جاتا ہے۔ کہ موت کو بھولے سے بھی یاد نہیں کرتا۔

## اقسام غفلت

غفلت دو قسم کی ہوتی ہے: ایک ذاتی۔ دوسرے عارضی۔ ذاتی وہ ہے۔ جو کسی کے خمیر میں روز اول سے گوندھی گئی ہے۔ اور جو کسی واقعہ سے بھی رفع نہیں ہوتی۔ خواہ کیسا ہی موثر ہو۔ اور عارضی وہ ہے۔ جو ذاتی تو نہیں۔ مگر کسی عارضہ کے سبب سے عارض ہو گئی ہے۔ وہ کسی واقعہ پر تاثیر کے وقوع سے اعلیٰ قدر حال دفع ہو جاتی ہے۔ غفلت ذاتی کے مثال وہ کفار ہیں۔ اور جنہوں نے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت اسلام کو قبول نہ کیا۔ اور کافر رہے۔ ان کے حال سے اللہ تعالیٰ نے خبر دی ختم اللہ علی قلوبہم وعلی سمعہم وعلی ابصارہم غشاوۃ غور کا مقام ہے۔ کہ ایسا واقعہ موثر و وقوع میں آئے۔ یعنی حضرت خیر الزمان خیر الخلائق رحمة اللعالمین خاتم النبیین اشرف

المخلوقات افضل موجودات مبعوث ہوں اور پھر وہ ان کو دعوت اسلام کریں۔ معجزات دکھائیں۔ اور پھر بھی ان کے دلوں پر اثر نہ ہو۔ اس کی وجہ وہی ذاتی غفلت ہے۔ جو ان کے خمیروں میں گوندھی ہوئی تھی۔ اور جس کی طرف اشارہ ختم اللہ علی قلوبہم میں ہے۔ اس غفلت ذاتی کا کچھ علاج نہیں۔ غفلت عارضی کی مثال صحابہ کبار حضرت خیر الانام رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں۔ کہ پہلے کیا حال تھا۔ اور پھر واقعہ موثر بعثت بنی خیر سے کیسے موثر ہوئے۔ غفلت کا نام نہ رہا۔ آگاہی جو ان کے خمیروں میں تھی۔ جلوہ گر ہوئی۔ وہ ایسے پیارے خدا کے ہوئے کہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی شان میں ہے۔ اور بہت سی مثالیں غفلت عارضی کے رفع ہونے کے ان حکایات میں ملتی ہیں۔ جو اولیائے کرام امت الخیر الانام کی لکھی ہیں۔ چنانچہ نقل ہے۔ کہ حضرت زبدة العارفين قدوة السالكين ابراہیم ادھم قدس سرہ ایک بار کسی کشتی میں سوار تھے۔ اور نہایت ژولیدہ اور خستہ حال کشتی کے ایک کونے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اور کشتی میں ایک امیر بھی تھا۔ جس کے سامنے نقال نقلیں کرتے تھے۔ اور فضول بکتے تھے۔ نقال اپنی نقلیں پوری کرنے کیلئے آپ کو وہاں سے اٹھا کر لائے اور ہر نقل میں آپ کے ساتھ بے ادبی کرنے لگے۔ آپ کو امر غیبی ہوا کرے۔ اے ابراہیم! اگر تو اشارہ کرے۔ تو ابھی ان کو ڈبو دیں۔ آپ نے عرض کیا۔ الہی ان کا قصور کیا ہے؟ ان پر غفلت کا پردہ پڑا ہوا ہے۔ جس نے ان کو کچھ سوچتا نہیں۔ پردہ ان کے دل کی آنکھوں سے دور کر دے۔ پھر اگر یہ ایسا کریں۔ تو قصور وار ہیں۔ یہ عرض قبول ہوئی۔ اسی وقت پردے غفلت عارضی کے ان کے دلوں سے اٹھائے گئے۔ کیا دیکھتے ہیں۔ کہ ایک آفتاب جس کی چمک زمین

سے آسمان تک ہے۔ سامنے بیٹھا ہوا ہے۔ اسی وقت سب قدموں میں گر پڑے۔  
اور اولیائے کاملین سے ہوئے۔

سبحان اللہ! کیا عجب پر تاثیر واقعہ ہے۔ جس نے زنگ عقلت عارضی کو جلا کر  
کندن بنا دیا۔ پس واقعہ وعظ اور نصیحت اسی پر تاثیر کرتا ہے جس میں اس کے قبول کی  
استعداد موجود ہو۔ اور جس میں اس کے قبول کرنے کی استعداد موجود نہیں ہے۔  
اس پر کچھ اثر نہیں ہوتا۔ بقول آنکہ

نیم نہ بیٹھا ہو چاہو سینچو گڑ گھیو سے

غفلت عارضی کا سبب پیروی خواہشات نفسانی اور نافرمانی احکام الہی ہے۔ اور  
آگاہی کا باعث ترک نفسانی خواہشات اور اتباع امر الہی ہے۔ پس اہل اسلام میں  
غفلت اور آگاہی کے لحاظ سے چار فرقہ ہیں۔ جن کے نام یہ ہیں۔

(۱) فساق اور عاصی (۲) عباد (۳) زہاد (۴) عشاق۔

یعنی جنہوں نے احوال آخرت سنا۔ اس سے کچھ ان کے دلوں پر اثر ہوا۔ کچھ  
غفلت دور ہوئی۔ عبادت بھی کی اور گناہ بھی کئے وہ فساق اور عاصی کہلائے۔

اور جنہوں نے برائیاں دنیا کی سنیں۔ اس سے کچھ آگاہی حاصل ہوئی۔ اور  
پہلے کی نسبت ان کی غفلت زیادہ دور ہوئی۔ باوجود دنیا کے انہوں نے عبادت  
اختیار کی۔ اور تائبمقدار گناہ کے پاس نہ گئے۔ اب یہ سب باتیں اس نیت سے کہیں کہ  
بہشت ملے۔ اور دوزخ سے بچیں۔ یہ عباد کہلائے۔

اور جنہوں نے اس سے بڑھ کر کام کیا کہ آخرت کے واسطے یعنی بہشت ملنے  
کیلئے۔ دوزخ سے بچنے کیلئے دنیا کو چھوڑ دیا۔ اکل و شراب وغیرہ لابدی کاموں  
پر اکتفاء کیا۔ اور تائبمقدار گناہ بھی نہ کیا۔ اور شب و روز عبادت کی۔ وہ زہاد کہلائے۔



اور جنہوں نے اپنا قدم ان سے آگے بڑھایا۔ اپنے مولا کا حال سن کر طلب مولا میں قدم رکھا۔ اور جو کام کیا۔ خالصۃ اللہ کیا۔ ان کے دلوں میں آگاہی ذاتی اور عشق الہی نے زور مارا۔ اور اس کے ولولہ میں دنیا و عقبیٰ کو فراموش کیا۔ اور وہ عشاق کہلائے۔

کسی عاشق کا قول ہے۔

دوزخ سے کچھ نہ کام نہ جنت سے کچھ غرض  
جائیں گے ہم ادھر کو جدھر یار لے چلے  
حضرت شرف الدین بوعلی قلندر فرماتے ہیں۔

نہ ترسم ز آتش دوزخ نہ غرض جنتے دارم  
منم شوردهء جانناں چه خواہم کرد حوراں را  
حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

مئے حرف وحدت کے نوش کرو  
کہ دنیا و عقبیٰ فراموش کرو  
زاہد کو جنت حورو و قصور کی طلب ہوتی ہے۔ اور عاشق کو جنت ذات کی۔ اس کے نزدیک جنت وہی ہے۔

بہ بین تفاوت راہ از کجاست تا کجاست

مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

دیکھو سلسلہ الذہب مطبوعہ صفحہ نمبر ۷۳

عرض ہا الارض و السماء ذات است

مستند در نشیمن امکاں

اصل جنت جنت الذات است

ارض چه بود حقائق عیاں

آسماں چہ صفات یا اسماء  
 بود اعیان یا سرہا و صفات  
 وحدت صرف ہستی سا ذبح  
 امتیازی نہ اختلافی نہ  
 ذات خود را چو کرد بر خود غرض  
 ہم درآمد بکسوت اسماء  
 لیک در علم خویش نے در عین  
 یار دیگر چو عرض کرد آغاز  
 ارض شد فلک آسماں ملکوت  
 شد چو بار نخست در دو بین  
 ہر چہ در غیب ذات باطن بود  
 آنچه جرجے بخشہ دو تاثیر  
 آسمانی و لیک روحانی  
 آنچه آمد مخالف ارواح  
 طبقات است زمین و ازاں

بتاثر ز حکم شاں اشیاء  
 مندج در نخست رتبہ ذات  
 بود لہنہا ہمہ درد مند رج  
 اتفاقی و ابتلائی نہ  
 غرضش آسماں شد و این عرض  
 ہم برآمد بصورت اشیاء  
 بود در علم مند تج کونین  
 کرد ارض و سماء و دیگر ساز  
 ہر دو در تحت سطوت جبروت  
 عرض او عین آسماں و زمین  
 در شہادت ظہور کرد سمود  
 گشت ظاہر شد آسماں اسیر  
 نہ ہیو لانی و نہ جسمانی  
 ارض و اجساد و باشد اشباح  
 باشد اطباق آسماں جناں

ذات حق را کہ جنت این ست

عرضہا لارض اسماء این ست

کسی نے کیا اچھا کہا ہے۔

ہر کہ در جنت دل مثل تو حورے دارد

گر کند میل بفر دوس قصورے دارد

## قطعہ

دنیا است بلاخانہ و عقبے ہوس آباد  
ماحصل این ہر دو بیک جو نہ ستانم  
این فتنہ دنیا شد دا د غرہ عقبے  
ما فارغ این ہر دونہ اینیم د نہ آنم  
سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

یکے پیش شورده حالے نوشت  
بگفتا پرس از من این ماجرا  
عجب حال ہے عاشقوں کا  
کہ دوزخ تمنا کنی یا بہشت  
پسندیدیم آنچه او پسند مرا

نے غم دوزخ و بہشت اند  
حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ الدنيا حرام علی اهل الاخرة  
والاخرت حرام علی الدنيا و هما حرامان علی اهل الله۔ دنیا حرام  
ہے۔ اہل آخرت پر و آخرت حرام ہے۔ اہل دنیا پر اور یہ دونوں حرام ہیں اللہ پر۔  
خواجہ حافظ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

گر آں ترک شیرازی بدست آرد دل مارا  
بخال ہندوش بخشم سمرقند و بخارا را  
یہاں سمرقند اور بخارا سے مراد دنیا اور آخرت ہے۔ کسی بزرگ کا شعر ہے۔  
اے موسیٰ طور عشق خذ ما بیدیک  
این وادی اقدس است فاخلع نعلک

یہاں نعلیک سے مراد دنیا اور آخرت ہے۔ پس اس بیان سے ظاہر ہے۔ کہ  
فساق سے بڑھ کر رتبہ عباد ہے۔ اور عباد سے بڑھ کر رتبہ زہاد ہے۔ اور زہاد سے بڑھ  
کر رتبہ عشاق ہے۔ اور عشاق محبوبان الہی ہیں۔ کیونکہ یہ حکم آیت **يُحِبُّهُمْ**  
**وَيُحِبُّونَهُ** کے پہلے وہ محبت کرتا ہے۔ جب وہ محبت ہوتے ہیں۔ اور زہاد اور عاشق  
میں فرق ظاہر ہے۔ زہاد کو طلب آخرت ہے۔ اور عاشق طالب مولا ہے۔

• بہ میں تفاوت راہ از کجا ست تا کجا

استاد ذوق فرماتے ہیں۔

زہاد کو تم نہ یوں کہو وہ حق پرست ہے

حوروں پر مر رہا ہے وہ شہوت پرست ہے

حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

زہاد آں از ترس مے تاز دیا

عاشقاں پراں تر از برق و ہوا

صبر زہاد بر مھے یک روزہ را

سیر عاشق ہر دے تک تحت شاہ

اور حضرت پیر دہلوی غوث الاعظم محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہ فتوح

الغیب کے مقالہ چون میں یوں ارشاد فرماتے ہیں۔

کہ من ارادة الآخرة فعليه بالزهد في الدنيا۔ یعنی جو کوئی چاہے کہ

اس کو آخرت اور اس کے درجات و لذات حاصل ہوں۔ پس اس کو دنیا کو ترک کرنا

چاہئے۔ اور اس کی متاع اور شہوت سے نفرت اور بے رغبتی کرنی چاہئے۔ وہ من

ارادة فعليه بالزهد في الآخرة۔ اور جو کوئی خدا اور اس کی رضا اور قرب کو

چاہے۔ اس کو آخرت سے رغبت جو بطریق شہوت نفس اور اس کی لذات کے میل کی ہوس چھوڑنی چاہئے۔ فترک دنیا الآخرة و آخرت لربہ۔ پس تجھ کو چاہئے۔ کہ تو اپنی دنیا کو اپنی آخرت کے لئے چھوڑ دے اور اپنی آخرت کو اپنے رب کے لئے چھوڑ دے۔ کس لئے کہ تو اپنے پروردگار کی یاد سے متعلق اور اس کی محبت میں مستغرق ہوتا ہے۔ اس کے دل کا میل دوسری جانب نہیں ہوتا۔ کسی نے کیا اچھا کہا ہے۔

العابد غریباً فی الدنيا والعاشق غریباً فی الآخرة

یعنی عابد دنیا کا غریب ہے۔ اور عاشق آخرت کا غریب ہے۔ کیونکہ موطن روحانیت مرد کا اسی جگہ ہوتا ہے۔ جہاں اس کا دل ہوتا ہے۔ جیسے ایک شخص کسی جماعت کا ہم نشین ہے۔ اور دل اس کا کسی دوسری جگہ ہے۔ تو اس جماعت میں وہ غریب ہے۔ اسی طرح عابد جس کا دل متعلق بالآخرت ہے۔ اگرچہ بظاہر دنیا میں اور اہل دنیا میں ہے۔ مگر حقیقت میں وہ ان میں نہیں ہے۔ اور اگر ہے۔ تو غرباء کی صف پر ہے۔ اور اسی طرح عاشق جس کا دل ذات حق سے متعلق اور اس کے ذکر میں مستغرق ہے۔ اگرچہ آخرت اور اہل آخرت میں ہوگا۔ مگر غریب اور بے گانہ ہوگا۔

بیت

ہرگز وجود حاضر و غائب شنیدہ

من درمیاں جمع دو عالم جائے دیگر است

اتنی کلام حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

اور واضح ہو کہ بزرگان دین صوفیہ کرام کے کلام مستانہ میں جو زاہد کی نسبت

کچھ لکھا ہوا ہوتا ہے۔ وہ ازراہ طعن و تشنیع کے ہوتا ہے۔ ان کی نفوس پاک ایسی

صفت مذمومہ نفسانی سے مزکی اور مطہر ہوتی ہیں۔ مگر اظہار کم ہمتی زاہد پر اشارہ ہوتا ہے۔ کہ اس نے بہشت اور اس کی نعماء اور وہاں کے کبھی کبھی کے دیدار پر اکتفاء کر لیا ہے۔ اور عاشق کے نزدیک یہ دون ہمتی ہے۔ کہ معشوق کے دیدار دائمی کو ٹھننا چھوڑ کر اس کے باغات اور محلات میں رہنا پسند کرے۔ حضرت شاہ نیاز احمد بریلوی فرماتے ہیں۔

زہد و تقویٰ در فلکندم زیر پائے آں صنم  
مذہم عشقت درندی مشرہم جوش و خروش  
زاہد ابشنو خدارا آنچہ مے گوئم ترا  
زہد بے معنی گزار و جام مے از من بنوش

یہاں مے سے مراد عشق الہی ہے۔ جس کا نشہ سب نشوں سے بڑھ کر ہے۔

اور جو اس کے نشہ میں سرور ہے۔ اور کسی میں نہیں۔

حافظ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

ایں خرقہ کہ میدارم در رہن شراب اولی  
دیں دفتر۔ یعنی غرق مے ناب اولی

یہاں خرقہ سے مراد وہ زاہدی پائی جاتی ہے۔ جو حصولِ نعمائے آخرت کے لئے ہو۔ کہ عاشق کے نزدیک وہ دفتر بے معنی ہے۔ اور شراب سے مراد یہاں عشق الہی ہے۔ کہ اس میں اس کا رہنا اولیٰ ہے۔ پس فرق مذکورہ میں کفار اور فساق طالبان دنیا اور عباداؤ، زہاد طالبان آخرت اور عشاق طالبان مولیٰ ہیں۔

حدیث شریف میں ہے کہ طالب الدنیا منحنٹ طالب العقبیٰ مونٹ

طالب المولیٰ ملکہ کر۔



اس سے ظاہر ہے۔ کہ سب سے بڑھ کر رتبہ طالب مولا۔ یعنی عاشق کا ہے۔ دنیا سے بہتر آخرت اور آخرت سے بہتر مولیٰ ہے۔ شرائط اور اعمال عبادت اور زہد کے جو وصول اور حصول آخرت کے موجب ہیں۔ ان کتابوں میں جو طریق اور احوال آخرت لکھے گئے ہیں مفصل لکھے ہوئے ہیں۔ مگر عشق کا حال عاشقوں کے سینے میں ہے۔ سفینوں میں نہیں۔

میر سادات حسینی قدس سرہ فرماتے ہیں

بوالعجب سورہ است سورہ عشق  
عشق را بو حنیفہ درس نگفت  
چار مصحف درد یک آیت نیست  
شافی را درد روایت نیست

صاحبو! عشق ایک بڑی آگ ہے۔ اس میں چلنا ہر ایک ابوالہوس کا کام نہیں۔ اس لئے کچھ فرق ہوتے ہیں۔ پہلے اس میں خواری ہے۔ پھر ماری۔ آہ آہ۔ خواجہ حافظ علیہ الرحمۃ جیسے عاشق جب اس عشق کی حالت سے فریاد کرتے ہیں۔ اور اپنے مرشد کو یاد کرتے ہیں۔ کہ

الا یا ایہا الساقی اور کا سا و نادل ہا  
کہ عشق آساں نمود اول دے افتاد مشکہا  
تو ایسے ویسے الوہوس سے اس کی آنچ کب سہی جاتی ہے۔  
حضرت امیر خسرو علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

عاشقی چیت بجاں بندہ جاناں بودن  
دل بدست دگرے دادن و حیران بودن  
سوئے زلفش نظرے کردن درویش دیدن  
گاہ کافر شدن و گاہ مسلمان بودن

واضح ہو کہ یہاں کفر سے مراد کفر بمعنی اصلاحی ہے۔ جس کا اوپر مذکور ہوا۔ نہ بمعنی شرعی۔ اس لئے کہ زلف سے مراد یہاں عالم یا غفلت ہے۔ اور روئے سے ذات الہی یا آگاہی ہے۔

### بیت

مرغان چمن بہر صباحی خوانند ترا با صطلاحی  
اور واضح ہو کہ یہاں عشق بیان کیا گیا ہے۔ اور وہ عشق نہیں ہے۔ جو  
خواہشات نفسانی پورا کرنے کا ہوتا ہے۔  
مولانا روم فرماتے ہیں۔

ایں نہ مشقت آنکہ در مردم بود  
ایں فساد از خوردن گندم بود  
یہاں عشق سے مراد وہ عشق ہے۔ جس کو عشق الہی کہتے ہیں۔ اور وہ کمال نسل  
آدم کو حاصل ہے۔ مولانا جامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

عشق از نہ کمال نسل آدم بودے  
آوازہ عشق در جہاں کم بودے  
در شہوت نفس عشق بودے خرگاہ  
سر دفتر عاشقان عالم بودے

### رباعی

قوے کہ نیازند در عشق تمام  
خوانند ہوائے نفس را عشق بنام

کے شاید شان در حرم عشق مقام  
خود مست بر ایساں سخن عشق حرام

مشکل یہ ہے کہ ایک عاشقی حقیقی کا حال دوسرے کے مطابق نہیں۔ عاشقوں کے اقسام احاطہ انحصار سے باہر ہیں۔ مرشدان کامل اس کو جانتے ہیں۔ اور موافق ان کی استعداد عشقی کی تعلیم کرتے ہیں۔ اور مطلوب تک پہنچاتے ہیں۔ اور مرشدوں نے اپنے تجربوں سے جو طریقے عشق کے پیارا ہونے کے اور وصول الی اللہ کے بیان فرمائے ہیں۔ ان پر چلنا طریقت ہے۔ یہ طریقت شریعت سے باہر نہیں ہے۔ بلکہ اس کا لب لباب یہ ہے۔ جیسے حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ الطریقة ہی لباب الشریعة الکن فی الطریقة منازل و مقامات لكل منزل و مقام بداية و نهاية لا یضل احل الی النہایت الابیة تصحیح البداية یعنی طریقت لب لباب شریعت کا ہے۔ طریقت کے مقامات اور منازل ہیں۔ اور ہر منزل اور مقام کے لئے ہدایت اور نہایت ہے۔ اور کوئی نہایت کو نہیں پہنچ سکتا۔ جب تک کہ ہدایت کی تصحیح نہ ہو جائے۔

پھر حضرت جنید بغدادی نے ان منازل اور مقامات کی تشریح یوں فرمائی ہے۔  
(۱) اولھا التوبہ۔ یعنی پہلے توبہ۔ (۲) ثم الانابة۔ پھر انابت ہے۔  
(۳) ثم السروع۔ پھر سروع ہے۔ (۴) ثم التقویٰ۔ پھر تقویٰ ہے۔ (۵) ثم الزهد۔ پھر زہد ہے۔ (۶) ثم الارادة۔ پھر ارادت ہے۔ (۷) ثم الفقر۔ پھر فقر ہے۔ (۸) ثم الصدق۔ پھر صدق ہے۔ (۹) ثم الصبر۔ پھر صبر ہے۔ (۱۰) ثم الرضاء۔ پھر رضاء ہے۔ (۱۱) ثم الاخلاص۔ پھر اخلاص ہے۔

(۱۲) ثم توکل علی اللہ۔ پھر توکل ہے اللہ پر۔

حضرت قدوة الکاملین زبدة العارفين شیخ ابوالاکبر ابوالحسنات نجم الدین کبریٰ قدس سرہ فرماتے ہیں۔ کہ الطریق الی اللہ بعد و انفس خلایق یعنی اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کیلئے راستہ اس قدر ہیں۔ جس قدر انفس خلایق کے ہیں۔ اور پھر فرمایا۔ کہ باوجود اتنی کثرت کے طریقے تین انواع میں مخصوص ہیں۔

پہلا طریقہ ارباب معاملات کا کثرت صوم و صلوة اور تلاوت قرآن اور حج اور جہاد وغیرہ اعمال ظاہرہ ہے۔ یہ طریق اختیار کا ہے۔ مگر اس طریق میں مدت دراز میں مدت میں بہت تھوڑے لوگ واصل ہوتے ہیں۔

(۲) دوسرا طریقہ ارباب مجاہدات اور ریاضت کا تبدیل اخلاق اور تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب اور تجلیہ روح ہیں اور اس کے باب میں ہے۔ جو عمارت باطن سے تعلق رکھے۔ اور یہ طریقہ ابرار کا ہے۔ اور اس طریقے سے بہ نسبت پہلے طریق والوں کے زیادہ واصل ہوتے ہیں۔ مگر وجود ایسے کا نادر ہے۔ جیسے ابن منصور نے ابراہیم خواص سے پوچھا۔ کہ کس مقام میں نفس کو ریاضت دیتے ہو۔ انہوں نے کہا۔ تیس سال ہوئے ہیں۔ کہ مقام توکل میں نفس کو ریاضت دیتا ہوں۔ یہ سن کر ابن منصور نے کہا کہ آپ نے اپنی عمر تو عمارت باطن میں کھودی۔ خدا میں فنا ہونا کہاں۔

(۳) تیسرا طریقہ اصحاب جذبہ اور محبت کا ہے۔ حوسائرین الی اللہ اور طاہرین باللہ ہیں۔ اور یہ طریق شطاری ہے۔ یعنی شاخوں اور بیباکوں کا ہے۔ جن پر محبت مستولی ہوتی ہے۔ اور کشش سے جاتے ہیں۔ اور اس طریق میں اکثر ابتدا ہی میں واصل ہوتے ہیں۔ اور ان سے بڑھ جاتے ہیں۔ جو پہلے دو طریقوں میں

نہایت واصل ہوتے ہیں۔ اور یہ تیسرا طریق جو اختیار کیا گیا ہے۔ موت  
بالارادہ بر حکم موتو اقبل ان تموتوا کے مٹی ہے۔ اور یہ منحصر ہے دس  
اصولوں پر۔ اول توبہ یعنی ارادہ سے اللہ کی طرف ایسا رجوع کرنا۔ جیسا کہ موت  
طبعی کے وقت بغیر ارادہ کے بحکم اِذْ جِئِیْ اِلَیْ رَبِّکَ کے ہوتا ہے۔ اور یہ خروج  
ہے تمام گناہوں سے۔ اور ان گناہوں سے جو مرا تب دنیا اور آخرت ہیں۔ اور تجھ کو  
اللہ تعالیٰ سے حجاب میں رکھتے ہیں۔ پس طالب کو واجب رہے کہ وہ ہر مطلوب سے  
جو غیر اس کا ہو۔ خروج کرے۔ یہاں تک کہ اپنے وجود ہستی سے بھی خروج  
کرے۔ کہ وجودک فذنب لا یقاس بہ ذنب۔ ہے۔ یعنی ہستی تیری ایسا بڑا  
گناہ ہے۔ کہ اس کے برابر کوئی نہیں ہے۔

دوسرا اصل زہد یعنی بے رغبتی دنیا سے ہے۔ اور زہد کہتے ہیں۔ ایسی بے رغبتی  
اور خروج کو کہ تمام متاعون سے یعنی ان سے جن سے فائدہ اٹھائیں۔ اور تمام  
شہوتوں سے۔ خواہ وہ قلیل ہوں۔ یا کثیر اور تمام مالوں سے اور چاہوں سے کچھ  
رغبت نہ رہے۔ اور ان سے باہر آئے۔ یعنی ان کی رغبت ایسی نہ رہے۔ اور ترک ہو  
جائے۔ جیسی کہ موت طبعی کے وقت نہیں رہتی۔ اور ان سے باہر نکلتے ہیں۔ اور ان کو  
ترک کرتے ہیں۔ اور حقیقت زندگی یہ ہے۔ کہ دنیا اور آخرت سے رغبت نہ رہے۔

قال علیہ السلام الدنیا حرام اهل الآخرة والآخرة

حرام علی اهل دنیا و ہما حرام مان علی اهل اللہ تعالیٰ۔

تیسرے اصل توکل یعنی بھروسہ کرنا اللہ تعالیٰ پر ہے۔ توکل کہتے ہیں۔  
اسباب اور کسب سے خدا تعالیٰ پر اعتماد کلی ہونے کی وجہ سے یک بارگی ایسے باہر  
آنے کو جیسے موت طبعی کے وقت اسباب اور کسب سے کوئی شخص باہر آتا ہے۔ اور

اعتماد کلی اس کا ہر امر میں خدا تعالیٰ پر ہوتا ہے۔

چوتھے اصل قناعت ہے۔ اور قناعت کہتے ہیں۔ شہوات نفسانیہ اور تمنغات حیوانیہ سے ایسے باہر نکلنے کو جیسے موت طبعی سے باہر نکلتے ہیں۔ اور بقدر اضطراب کے یعنی حاجات انسانی کے جن کے بغیر چارہ نہیں۔ اور زندگی نہیں۔ نفس کا حق ہے۔ ان کو کام میں لانے کا یہاں تک کہ کھانے اور پہننے کو رہنے میں بھی حد ضرورت اشد اور اضطراب سے بڑھیں۔

پانچواں اصل عزلت ہے۔ اور عزلت کہتے ہیں۔ اس کو سوائے شیخ اپنے کے اور خلقت سے بالکل مخالفت چھوڑ دے۔ اور ایسا انقطاع کرے۔ جیسا کہ موت طبعی سے انقطاع ہوتا ہے۔ اور اپنے شیخ سے صحبت کی اس لئے ضرورت ہوتی ہے۔ کہ وہ مربی اس کا ہے۔ اور مانند غسل میت کے ہے۔

پس لائق یہ ہے۔ کہ طالب اس کی خدمت میں ایسا رہے۔ جیسے مردہ غسل کے پاس رہتا ہے۔ اور جس طرح وہ چاہتا ہے۔ اس طرح مردہ کو رکھتا ہے۔ تاکہ اسی طرح شیخ بھی اس میں تصرف کرے۔ اور لوٹ حوادث اور خیابت بیگانگی یعنی اس کو ازدواج روح اور نفس پیدا ہو گیا ہے۔ اور مانع شہود دائمی کا ہوا ہے۔ آب ولایت سے دھوئے اور اصل عزلت کی یہ ہے۔ کہ اس عزلت سے جو اس محسوسات میں تصرف کرنے سے رک جائیں۔ کیونکہ جو آفت اور بلا روح پر آتی ہے۔ اور نفس اس سے طاقت پاتا ہے۔ اور موٹا ہوتا ہے۔ وہ روزن جو اس سے آتی ہے۔ اور اس کے ذریعہ سے نفس روح کو اپنا تابع کرتا ہے۔ اور جہنم طبیعت میں لے جا کر قید کرتا ہے۔ پس عزلت اور خلوت جو اس سے نفس کی مدد دیتا ہے۔ شیطان کی طرف منقطع ہو جاتی ہے۔



اور نیز اعانت ہوا اور شہوت کی بھی منقطع ہو جاتی ہے۔ اور حکم خلوت اور عزلت جو اس رکھنے کا ایسا ہے۔ جیسا کہ طبیب کسی مریض کے معالجہ کے وقت اول اس کا احتمال کرتا ہے۔ جو مضر ہو۔ اور اس کی مرض کو بڑھاتا ہے۔ اور کہتے ہیں۔ کہ احتمال ہر دوا کا سر ہے۔ طبیب بعد احتمال کے ایسے مسہل سے معالجہ کرتا ہے۔ جو مواد فاسدہ کا لزالہ کرے۔ اور قوائے طبیعہ اور حرارت غریزیہ کو مواد کے تحت میں پوشیدہ ہو گئی تھی۔ قوت دے۔ اور مستقل کرے۔ تاکہ مرض زائل ہو۔ اور صحت حاصل ہو۔ اور یہاں یعنی معالجہ امراض نفسانی اور قلبی میں بعد احتمال کے مسہل اور مواد فاسدہ کا تحقیق کرنے والا ذکر دائم ہے۔ اور وہ مسہل یعنی ذکر دائم بعد احتمال قناعت اور عزلت کے ہے۔

چھٹے اصل ملازمت ذکر ہے۔ یعنی سوائے اللہ کے خروج کرنا اور اس کا پاس بھول جانا۔ جیسے موت قطعی کے وقت سوائے اللہ تعالیٰ کے سب کو بھول جاتا ہے۔ ایک وہی یاد رہتا ہے۔ اور یہ بات کلمہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ سے حاصل ہوتا ہے۔ اور کلمہ ایک معجون جو نفی اور اثبات سے مرکب ہے۔ نفی سے وہ تمام مواد فاسدہ زائل ہوتا ہے۔ جس سے دل مریض ہے۔ روح قید تھی۔ نفس کو تقویت اور اس کی صفات یعنی اخلاق نفسانیہ اور اوصاف شہوانیہ اور تعلقات کونین کی تربیت تھی۔ اور اثبات الا اللہ سے جو قلب کی صحت اور سلامتی ان بری خوؤں سے جو اس کو انحراف مزاج اصلی سے پیدا ہو گئی تھی۔ حاصل ہوتی ہے۔ اور دل اس نور سے جو اس میں پیدا ہوتا ہے۔ اور آتا ہے۔ اور درست ہو جاتا ہے۔ اور بسبب نور الہی کے زندگی پاتا ہے۔ اس حال میں روح حلیہ شواہد حق اور تجلی ذاتی اور صفاتی حق سے متجلی ہو جاتی ہے۔ زمین نفس ظہور الہی سے روشن ہوتی ہے۔ اور ظلمت صفات کی دور ہو جاتی ہے۔ ذاکریت

مذکوریت سے اور مذکوریت سے ذاکرت متبدل ہو جاتی ہے۔ پس ذاکر ذکر میں فنا ہو جاتا ہے۔ اور مذکورہ خلیفہ ذاکر ہو کر اس کی جگہ قائم ہو جاتا ہے۔ اور یہ حال ہو جاتا ہے۔ اور اس حال میں ذاکر کو ڈھونڈتے ہیں۔ تو مذکور کو پاتے ہیں اور مذکور کو ڈھونڈتے ہیں۔ تو ذاکر کو پاتے ہیں۔ زبان حال ایسے شخص کی یہ کہتی ہے۔ کہ جب تو اس کو دیکھنا چاہے تو مجھ کو دیکھ اور جب تو نے مجھ کو دیکھ لیا۔ تو اس کو دیکھ لیا۔

ساتویں اصل توجہ الی اللہ اپنے تمامی وجود کے ساتھ اور یہ خروج اور منہ موڑنا ایسے ہر داعی سے ہے۔ جو اس کو غیر حق کی طرف بلائے اور اللہ کی طرف ایسا متوجہ ہوتا ہے۔ جیسے موت کے وقت ہوتا ہے۔ پس چاہئے کہ توجہ الی اللہ ایسی ہو کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے اس کا کوئی مطلوب اور محبوب اور مقصود باقی نہ رہے۔ یہاں تک کہ اگر مقامات انبیاء و مرسلین کے بھی اس کے سامنے کریں۔ تو کچھ التفات اس کی طرف نہ کریں۔ جنید علیہ الرحمۃ نے فرمایا۔ کہ اگر کوئی صدیق ہزار برس تک اللہ تعالیٰ کا اقبال کرے۔ اور ایک لحظہ اس سے اعراض کرے تو اس لحظہ کا نقصان اس مدت دراز کے حصول سے زیادہ ہے۔

آٹھویں اصل صبر ہے۔ اور صبر کہتے ہیں۔ اس کو کہ حظوظ نفس سے مجاہدہ اور اس کے ساتھ اپنے اختیار سے ایسا خروج کرے اور باہر نکلے۔ جیسے موت طبعی سے خروج کرتا ہے۔ اور جس چیز سے نفس فی الالفت کر رکھی۔ اور ان کو دوست بنا رکھا ہے۔ ان سے الگ رہنے میں جو اس کو سخت تکلیف اور پریشانی ہوتی ہے۔ اس میں ثابت اور قائم رہے۔ اور یہ اس لئے کہ نفس کی تربیت ہو۔ جس کو اس نے دوست بنا رکھا ہے۔ اس کا سیل اس سے بالکل جاتا رہے۔ اور راہ راست پر مستقیم ہو جائے۔ اور اس سے منحرف نہ ہوتا کہ کدورت نفس سے صاف ہو جائے اور روح

ان رنگوں سے جو نفس کی وجہ سے پیدا ہوئی تھی۔ جلا پالے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔  
 وَجَعَلْنَاهُمْ اٰیْمَةً يَهْتَدُوْنَ بِاَمْرِ نَا لَمَّا صَبَرُوْا وَكَانُوْا بَايْتِنَا يُوقِنُوْنَ۔  
 یعنی ہم نے ان کو پیشوا بنایا۔ ہمارے فرمانے سے وہ لوگوں کو ہدایت کرتے ہیں۔  
 جب کہ صبر کرتے ہیں۔ اور ہماری آیات پر جو ہم نے بھیجی ہیں یقین رکھتے ہیں۔  
 نویں اصل مراقبہ ہے۔ مراقبہ اس کو کہتے ہیں۔ کہ اپنے فعل اور توانائی کو نہ  
 دیکھے۔ اور بخشائش الہی پر اپنی نظر کرے۔ اور دل میں ماسوائے کوئی نہ آئے۔ اور  
 جمیع احوال اور اوصاف سے خواہ وہ کتنے ہی بڑے ہوں۔ منہ پھیرے رکھے۔ اور  
 دریائے محبت الہی میں ڈوب رہے۔

اس حال سے کہ وہ اس کے دیدار کا مشتاق اور اس کا دل آرزو مند ہو۔ اور  
 جان اس کی اس کی جناب میں نالہ کناں ہو۔ اور اسی سے مدد چاہے۔ یہاں تک کہ  
 اللہ تعالیٰ اسی پر اپنی رحمت کا دروازہ اس نور کے سبب سے کھول دے۔ جو مطلع  
 رحمت الہی ہے۔ اس کے دل پر آئے اور نفس پر چمکے اور نفس کی ظلمت اور امارگی ایک  
 چشم زدن میں کھودے۔ جو سی یعنی تیس ۳۰ سال کے مجاہدہ سے بھی دور نہیں ہو سکتی  
 تھی۔ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيْ یعنی جب رحمت الہی پہنچتی ہے۔ تو وہ امارگی نفس کی زائل  
 ہو جاتی ہے۔ بلکہ نفس کی بدیوں کو روح کی نیکیوں میں تبدیل ہونا پڑتا ہے۔ جیسے اللہ  
 تعالیٰ فرماتا ہے۔

”يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ“

بلکہ ابرار اور نیکو کاروں کی نیکیاں الطاف الہی کے واسطے سے مقربوں کو جو  
 ارباب مراقبہ میں پسند نہیں ہوتی ہیں۔ اور وہ حسنات ابرار کو سیئات اپنے جانتے  
 ہیں۔ اور یہ امر اس وجہ سے ہے۔ کہ ان پر تلتطف اور فضل اس کا زیادہ ہے۔ جیسے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَالَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَىٰ وَزِيَادَةٌ یعنی اس کیلئے جو مقام احسان میں ہیں۔ یعنی مقام مراقبہ اور مشاہدہ میں ہیں۔ مرتبہ حسن اور زیادتی کا ہے۔ اس مراقبہ پر اور زیادتی اس کی فضل اور تلطف سے ہے۔ نہ عمل کی وجہ سے ایسا فضل کرتا ہے۔ وہ جس پر چاہتا ہے۔

دسویں اصل رضا ہے۔ اور رضا اس کو کہتے ہیں۔ کہ اپنے نفس کی رضاؤں سے خارج ہو۔ اور رضا میں داخل ہو۔ اس حال سے کہ جس قدر احکام ازکیہ ہیں۔ ان کو تسلیم کرے اور اپنے تئیں تدبیرات ابدیہ کو تفویض کرے۔ اور اعتراض سے اعراض کرے۔ جیسے کہ موت طبعی کے وقت حال اس کا ہوتا ہے۔ اور اس کا حال ایسا ہو جائے۔ جیسے کسی نے کہا ہے۔

وكلت الى المحبوب اسرى كلمه فان شاء احيانى و انشاء  
اتلف۔ یعنی میں نے اپنے سب کاموں کو اپنے محبوب پر چھوڑا ہے۔ وہ مجھ کو زندہ رکھے۔ چاہے تلف اور نابود کرے۔ پس جس کسی کے اس طریقہ سے اوصاف ظلماتیہ دور ہو گئے اور مر گئے۔ موت ارادہ اس کو حاصل ہو گئی۔ پھر اس کو اللہ تعالیٰ اپنے نور عنایت سے زندہ کرتا ہے۔ جیسا کہ فرماتا ہے۔ اَوْ مَنْ كَانَ مَيِّتًا اَحْيَيْنَا  
وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَثَلَهُ فِي الظُّلُمَاتِ لَيْسَ  
بِخَارِجٍ مِّنْهَا۔

یعنی کیا اس شخص کا قصہ اور داستان جو اوصاف ظلماتی سے کہ شجرہ انسانیہ میں مر گیا ہو۔ اور حیات حقیقی سے لازم اوصاف اور اخلاقی زبانی ہیں۔ اس کو ہم نے زندہ کیا ہو۔ اور انوار جمال اپنے سے نور اس کو ہم نے دیا ہو۔ تاکہ اس نور سے نفرت کرے۔ اور لوگوں سے آ کر احوال باطنی ان کا دریافت کرے۔ ایسا ہے۔ کہ

قصہ اور داستان اس شخص کا ہے۔ جو ظلمات صفات شجرہ انسانیہ میں رہ کر گرا ہو اور نور مومنت یعنی نور ایمان کا شگوفہ اس کا نہ کھلا ہو۔ اور درخت ولایت اور نبوت سے اس نے پھل پایا ہو۔ یعنی یہ بات نہیں ہے۔ کہ شخص مقدم الذکر شخص شخص موءخر الذکر کی مانند ہو۔ بلکہ اس اور اس کے حال میں کچھ مناسبت نہیں ہے۔

انتہی کلام حضرت نجم الدین کبریٰ قدس سرہ

یہ اصول جو حضرت ابوالحسنات نجم الدین کبریٰ نے بیان فرمائے طریقت کے تھے۔ جو لب لباب شریعت کے ہیں۔ کہ جب طریقت پوری ہوتی ہے۔ تو ہر ایک شے کی حقیقت کھلتی ہے۔ اور جب حقیقت معلوم ہوتی ہے۔ تو پھر معرفت ہوتی ہے۔

حضرت بلھے شاہ صاحب لکھتے ہیں۔

شریعت ساڈی دائی اے      طریقت ساڈی مائی اے  
اگوں حق حقیقت پائی اے      تے معرفتوں کجھ پایا اے

• تک بوجھ کون چھپ آیا اے

یہاں طریقت کو مائی کیوں کہا۔ کہ ماں سے بچہ پیدا ہوتا ہے۔ اور عشق کی پیدائش طریقت سے ہرتی ہے۔ اور شریعت کو دائی کیوں کہا۔ کہ دائی بچہ کو دودھ پلاتی ہے۔ اس سے بچہ پرورش پاتا ہے۔ اسی طرح شریعت سے اطفال عشق کی پرورش ہوتی ہے۔ اور یہ بات واضح ہو کہ عشق ہر فرد بشر میں اعلیٰ قدر استعداد خود بالقوہ موجود ہے۔ مگر وہ ایک طریقت جس کو اطبا حب روحانی یعنی اولیائے کرام جانتے ہیں۔ ظاہر اور بالفعل ہوتا ہے۔ اور مخصوص انسان میں عشق الہی کا مودع ہوتا ہے۔ اور کسی میں نہ ہوتا آیت فَخَلَّهَا الْإِنْسَانُ سے ثابت ہوتا ہے۔ اس کی مثال

یہ ہے۔ کہ جیسے ہر جسم برق یعنی بجلی موجود ہے۔ مگر حالت محمود میں ہے۔ ایک ترکیب سے جیسے اجسام متناسب کو باہم رگڑنا ہے۔ یا اس کا مس کرنا ہے۔ ظاہر ہوتی ہے۔ اور اپنے عجائب آثار جیسے دو جسموں میں کشش یا نفرت کا پیدا ہونا اور صدمہ پہنچانا نورانی صورت میں ظاہر ہونا۔ آنا فانا میں ہزاروں کوس چلے جانا۔ پانی میں آگ لگانا دکھاتی ہے۔ ایسے ہی عشق الہی میں جو ایک برق اعظم ہے۔ اور جس کو برق انسانی کہنا نہایت مناسب ہے۔ اور برق اجسامی سے ہزار ہا درجہ زیادہ خواص اور آثار اپنے ظاہر کرتا ہے۔ اور نفس کی خس و خاشاک کو فوراً جلا کر نیست و نابود کر دیتا ہے۔ اور روح کے نور کو چکا دیتا ہے۔ اور سینکڑوں برس کی منزلوں پر لمحوں میں پہنچا دیتا ہے۔ اس کی تعریف میں یوں لکھا ہے۔

العشق نار بحرق ماسواى المطلوب۔ یعنی عشق ایک آگ ہے۔  
ماسوا لمطلوب کے جو کچھ پاتا ہے۔ جلا دیتا ہے۔

### شعر

عشق آں شعلہ است کہ چوں او بروخت  
ہر چہ جز معشوق باقی جملہ سوخت  
مولانا روم فرماتے ہیں۔

شادباش اے عشق خوش، ماسوائے ما  
اے طبیب جملہ علت ہائے ما  
اے دوائے نخوت و ناموس ما  
اے تو افلاطون و جالینوس

اور ایضاً عشق کی تعریف میں اور آغاز میں یوں لکھا ہے۔



تیغ لادر قتل غیر حق براند  
 درنگر زان پس کہ غیر الا چه ماند  
 مانند الا اللہ باقی جملہ رفت  
 شاد باش اے عشق بعد از سوز رخت  
 مولانا جامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ دیکھو تکملہ نفحات ۲۲۲

با عشق تو ام ہوا نماندست و ہوس  
 یا آتش سو زندہ چه ساں ماند خس  
 خواہد ز مقصود دل خود ہمہ کس  
 جامی از تو ہمیں ترا خواہد و بس  
 ایضاً فرماتے ہیں۔

می کنی جامی گم اندر عشق اسم درسم خویش  
 آفریں باد آفریں رسے کہ پیدا کردہ  
 شاہ نیاز احمد بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

یک حرف ز عشق خود سبق وہ  
 خوانم قصص و کتاب تا کے  
 حضرت فرید الدین عطار قدس سرہ فرماتے ہیں۔

کفر کافر راو دین دین دار را  
 ذرہ درد دل عطار را

پس عشق حقیقی کی جتنی تعریف کریں۔ اتنی ہی تھوڑی ہے۔ پیدائش اس کی اور  
 ظہور اس کا موسبت الہی سے یا طریقت سے جیسے برق تمام اجسام کی رگ و جان

میں بالقوہ موجود ہوتی ہے۔ اور ظہور اس کا خود بخود قدرت الہی سے ہوتا ہے۔ جیسے بادل کی بجلی سے یا ترکیب و صنعت سے جیسے بیٹری کی بجلی ہے۔ ایسے برق عشق الہی یا خود بخود اس کی موہبت سے کسی کے دل سے ظہور کرتی ہے۔ جذب پہلے ہوتا ہے۔ اور سلوک پیچھے۔ مگر واضح رہے۔ کہ یہاں روزمرہ میں اور بول چال میں سمجھنے اور سمجھانے کے لئے ظاہری دو حالتوں کی تمیز کے لئے ایک برق قدرتی کہتے ہیں۔ جیسے بادل کی بجلی۔ اور دوسرے کو برق مصنوعی کہتے ہیں۔ جیسے بیٹری کی بجلی۔ مگر بنظر حقیقت دیکھو۔ تو دونوں قدرتی برق ہیں۔ کس لئے کہ بادلوں کے سوائے جس قدر اجسام ہیں۔ ان سب میں بھی برق کو پہلے سے قدرت نے رکھا ہے۔ اور بادلوں میں بھی اس نے اس کو بھرا ہے۔ حقیقت دونوں کی ایک ہے۔

ظہور کے حالات سے کہنے کو یہ دو نام ہیں۔ جو محض اعتباری ہیں۔ خود بخود اور کا پیدا ہونا۔ اور اس میں برق کا چمکنا۔ مینہ کا برسنا یہ سب اس کی قدرت سے ہے۔ ایسے ہی عشق الہی کا ایک وہی ہے۔ وہ خود بخود بلا طریقت کے کسی کے دل سے اونا پیدا ہوتا ہے۔ اور سلوک طریقت کے بعد مجذوب کرتا ہے۔ اور دوسرا اکتسابی ہے۔ جو طریقت سے پیدا ہوتا ہے۔ اور سلوک طریقت کے بعد مجذوب کرتا ہے۔ مگر بنظر حقیقت دیکھو۔ تو دونوں ایک ہی ہیں۔ اول طالب طلب کے دل میں پیدا کرنا۔ اور پھر طریقت پر چلانا۔ ہر آفت سے بچا کر منزل مقصود تک پہنچانا۔ یہ سب اس کی موہبت کا کام ہے۔

مولانا جامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ دیکھو سلسلہ الذہب ۳۸۲

متخلی نہ شد با سم مرید

ما براہل طلب خدائے مجید

نہ محبت کے نہ شد محروف

با ارادت کے نہ شد موصوف

## شعر

ہر آں چیز را تانیابی مجوئی

مگر دوست را تانیابی مجوئی

پھر اگر نظر حقیقت اور معرفت سے دیکھو گے۔ تو الفاظ عشق حقیقی اور عشق مجازی اعتباری محض واسطے سمجھنے اور سمجھانے حالات کے پائے جائیں گے۔ اور اصل عشق حقیقی ہے۔ جس نے مجازی میں ظہور کیا ہے۔

صاحبو دل رباعی نہ صاحبو خاک است

بلکہ کرشمہ سر پاک است

مولانا جامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

(دیکھو سلسلہ الذہب ۳۸۲)

عشق ہر چند بین و بین آمد	میل جذبے ز جانبین آمد
لیک عشق حق است اصل و آں	پر توے اقتاد بر دگراں
ذات حق باہمہ صفات بہم	جز وجوب دو وجود و نعمت و قدم
و ز حقائق با سر ہا ساریست	در مجازی جسم و جاں جاریست
لیک پردہ زردے خود نکشاد	ہیچ عاجز بقدر استعداد
آں یکے مستعد دانائی	واں دگر قائل توانائی
علم و دانش ازاں یکے زوسر	فعل و قدرت شمر و زاں دیگر
شد یکے مظہر ارادت و خواست	شیوہ عاشقی ازد برخاست
تافت بروئے جمال غرم قدم	درہ عاشی نہادہ قدم

## بیان منازل و مقامات عشق

واضح ہو کہ راہ عشق کے منازل و مقامات میں پہلے مجازی بیان کئے ہیں۔ اسی کی مثال پر حقیقی کو سمجھئے۔

(۱) پہلے شوق یا انس (۲) محبت (۳) جذبہ و مقدمہ عشق ہے۔

(۴) عشق جو فرط محبت کا نام ہے۔

کسی کے اوصاف سن کر شوق ملنے کا پیدا ہوا۔ یا پاس بیٹھنے سے انس پیدا ہو گیا۔ جس سے دل کو چین سا آنے لگا یہ پہلا مقام و منزل۔ اگر وہ رابطہ قائم رہا اور شوق و انس کے مقام سے بڑھ گئے۔ محبت پیدا ہو گئی۔ اس سے الگ ہونے کو جی بالکل نہیں چاہتا۔ عقل پر زوال آنا شروع ہوا۔ جب محبت کا رابطہ قائم رہا۔ اس کے مقام سے بڑھے جذبہ پیدا ہوا۔ اب بدون قرب محبوب کے چین نہیں پڑتا۔ ہر گھڑی دل اس کی طرف کھنچتا ہے۔ اور تڑپتا ہے۔ یہاں تک بھی کچھ عقل جزوی باقی ہے۔ جذبہ کا رابطہ قائم رہا۔ اس کے مقام سے بڑھے۔ عشق پیدا ہو گیا۔ اور از خود رنگی۔ اب تن کی خبر ہے نہ بدن کی۔ معشوق ہو تو جیتے ہیں۔ نہیں تو مرتے ہیں۔ یگانگی اور بیگانگی سے بھاگتے۔ اور معشوق کی گلی کو بھاگنے لگے۔ عقل جزوی رخصت ہوئی۔ آہ آہ آہ

شاہ نیاز احمد علیہ الرحمۃ صاحب بریلوی فرماتے ہیں۔

من گشتم از د و چشم ساقی پیمانہ نوش

الفراق اے ننگ و ناموس الوداع و عقل و ہوش

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بدون طے کرنے منازل انس و محبت و جذبہ کے

آنکھیں چار ہوتے ہی عشق کے مقام میں پہنچ جاتے ہیں۔ مگر ایسا شاذ و نادر ہی ہوتا ہے۔ علی العموم نہیں۔

## بیان اقسام محبت

واضح ہو کہ محبت چار قسم کی ہوتی ہے۔ ذاتی۔ صفاتی۔ افعالی۔ آثاری۔

جیسے مولانا جامی علیہ الرحمۃ سلسلہ الذہب میں فرماتے ہیں۔

یا بود عشق مستثنیٰ از ذات

یا بود منبعت ز حسن و صفات

یا از افعال و مار ز آثارش

مے شمر منحصر دریں چارش

اثر نتیجہ فعل کا ہے۔ اور فعل نتیجہ صفت کا ہے۔ اور صفت ذات سے قائم ہوتی

ہے۔

مولانا جامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ (دیکھو لواح)

ایں نکتہ گفتیم اے طلب گار یقین

ذات و صفت و فعل از چہست بہ بین

## (۱) محبت آثاری کا بیان

محبت آثاری وہ ہے جو کسی کے ساتھ کسی اثر کی وجہ سے ہو جب تک وہ اثر

ہے۔ محبت ہے۔ جب وہ نہیں محبت نہیں۔ جیسے ایک شخص کسی چیز کو جان کے ساتھ

لگائے پھرتا ہے۔ اسی وجہ سے کہ اس میں ایک خاص اثر ہے۔ جب وہ اثر کسی وجہ

سے اس میں نہ رہا۔ تو اس کو پھینک دیا۔ یہاں ظاہر ہے۔ کہ اس شے سے محبت نہ

تھی۔ ایسے ہی ایک شخص نہایت اچھا خوشنویس ہے۔ تو اس شخص سے اس لئے محبت کرتا ہے کہ خوشخطی اس کی اس کو پیاری ہے۔ اور ایک کتاب اس کو اس سے لکھوائی ہے۔ جب وہ کتاب لکھوائی۔ مطلب برآیا۔ محبت جاتی رہی۔ یہاں ظاہر ہے۔ کہ اپنی غرض سے محبت تھی۔ نہ خوشنویس سے۔ پس تا بعرص جتنی محبتیں ہیں۔ وہ آٹھاری ہیں۔ غرض کے جاتے رہنے سے محبت بھی جاتی رہتی ہے۔

## (۲) محبت افعالی کا بیان

محبت افعالی وہ ہے جو کسی کے ساتھ فعل کی وجہ سے ہو۔ جب وہ فعل نہیں تو محبت نہیں۔ جیسے ایک شخص اپنی جو رو سے جو نہایت کر یہ منظر ہے۔ اس وجہ سے محبت رکھتا ہے۔ کہ فعل ام الشہوات جو اس کے ساتھ کرتا ہے۔ وہ اس کو پیارا ہے۔ جب اس کام کے لائق نہ رہی۔ محبت جاتی رہی۔ دوسری بیوی کر لی۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ اس کو محبت افعالی تھی۔

کسی نے کیا اچھا کہا ہے (دیکھو جملہ تکملہ نجات)

## رباعی

معتوقہ کہ شدز کار با عاشق من      گفتا کہ نہ بعاشقی لائق من  
وصلت زمن کام تو آئے ہستی      تو عاشق کام خویش نے عاشق من  
اسی طرح گھر بار نوکر چاکر گھوڑے ٹٹو وغیرہ وغیرہ سے جو کسی کو محبت ہوتی ہے۔ وہ محبت افعالی ہوتی ہے۔ جیسے کسی کا قول ہے۔

کام پیارا نہ چام



### (۳) محبت صفاتی کا بیان

محبت صفاتی وہ ہے۔ جو کسی کے ساتھ کسی صفت کی وجہ سے ہو۔ جب وہ صفت اس میں نہیں رہتی۔ جیسے کوئی شخص صفت خوش الحانی کی رکھتا ہے۔ اور ایک شخص کو خوش الحانی پیاری ہے۔ اس وجہ سے وہ اس خوش الحان سے محبت کرتا ہے۔ تو وہ محبت صفاتی ہے۔ جب اس کی خوش الحانی کسی عارضہ وغیرہ سے جاتی رہی۔ ایسے ہی مثلاً کسی میں صفت حسن و جمال ہے۔ اور کسی کو حسن و جمال پیارا ہے۔ کہ یہ حال ایک عالم کا ہے۔ وہ شخص اس حسن و جمال کی محبت کی وجہ سے اس حسین و جمیل کا محبت بن گیا ہے۔ پس جب تک وہ حسن و جمال ہے۔ محبت ہے۔ جب وہ حسن و جمال نہ رہا۔ وہ محبت نہ رہی۔ اس سے ظاہر ہے۔ جو لوگ حسن و جمال ظاہری پر مرتے اور دعویٰ محبت اور عشق ذاتی کا کرتے ہیں۔ وہ جھوٹے ہیں۔

### (۴) محبت ذاتی کا بیان

محبت ذاتی وہ ہے۔ جو کسی کے ساتھ کسی فعل یا اثر یا صفت کی وجہ سے نہ ہو۔ اور ان کے زوال سے محبت زائل نہ ہو۔ اپنی اصلی حالت پر قائم رہے۔ ایسی محبت کی بڑی پہچان یہ ہے کہ محبت ہوتی ہے اور وجہ اس کی معلوم نہیں ہوتی۔ لیلیٰ مجنوں، ہیرا رانجھا وغیرہ عاشقانِ صادق کی محبت ایسی ہی سنی جاتی ہے۔ سب مجازی محبتوں میں اس محبت کا مرتبہ بڑا ہے۔ کہ ذات کے قیام تک ہی رہتی ہے۔ اور اکثر پیچھے بھی اس کا اثر رہتا ہے۔ اور محبتوں میں یہ بات پس ہوتی۔

مسئلہ اوپر کے مقام میں نیچے کا مقام درج ہونا

اور نیچے کے مقام میں اوپر کا مقام درج ہونا

بیان۔ سبق سے ظاہر ہے۔ کہ جس کو محبت آثاری ہوتی ہے۔ اس کو محبت ذاتی نہیں ہوتی۔ کہ نیچے کے مقام میں اوپر کا مقام درج نہیں ہوتا۔ اثر کے جاتے رہنے سے ذات سے محبت جاتی رہتی ہے۔ مگر جس کو محبت ذاتی ہے۔ وہ صفاتی اور افعالی اور آثاری بھی رکھتا ہے۔ کہ اوپر کے مقام میں نیچے کا مقام درج ہوتا ہے۔ جیسے ایک شخص کسی کا محبت ذاتی اور عاشق ہے۔ تو جو صفتیں معشوق کی ہیں۔ یا جو افعال اور آثار معشوق کے ہیں۔ وہ ان کا بھی محبت ہے۔ معشوق کے حسن و جمال پر مرتا ہے۔ معشوق کی آواز اس کیلئے دلکش ہے۔ اس کے کاموں پر جی فدا کرتا ہے۔ اور معشوق کے نقش قدم کو آنکھوں سے لگاتا ہے۔

مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ الذہب میں فرماتے ہیں۔ کہ ایک حبشی عاشق نے اپنا حال اس طرح بیان کیا ہے۔ (دیکھو صفحہ ۴۱۲)

ذات بر من رداست رہ نہ صفات	ذات من نیست جز محبت ذات
نہ برائے صفات سے پونم	من صفت بہر ذات سے جوئم
ذات متبوع شد صفت تابع	چوز دل برق عشق شد لامع
نہ دریں عشق ذات تابع اوست	من صفت بہر ذات دارم دوست

دیگر فرماتے ہیں:

ہست معشوق تو صفات نہ ذات	چو کنی میلہ ذات بہ صفات
چو شود بالفیض خود میدال	بہ منت کش عاشقی بمثال

عشق تو نیز رو نہد بزوال  
بلکہ گیرد بہ نفرت استدلال  
اور واضح رہے کہ اگر نیچے کا مقام اوپر کے مقام میں درج نہیں ہوتا، مگر کبھی  
ایسا بھی ہوتا ہے کہ نیچے کا مقام اوپر کے مقام کا وسیلہ اور سبب ہو جاتا ہے۔ جیسے کسی  
کو پہلے کسی شے سے محبت آثاری ہوئی۔ اس کے ذریعے سے محبت افعالی ہوگئی۔  
اس کے ذریعے سے محبت ذاتی ہوگئی۔ اس طرح کبھی کبھی محبت مجازی سے محبت حقیقی  
ہو جاتی ہے۔

## محبت حقیقی کا بیان

جتنے اقسام محبت مجازی کے ہیں۔ اتنے ہی اقسام محبت حقیقی کے پائے جاتے  
ہیں۔ مثلاً کوئی شخص خدا سے اس وجہ سے محبت رکھتا ہے کہ اس کی بنائی ہوئی مخلوق  
صانع بدائع سے اس کو محبت ہے۔ تو وہ محبت آثاری ہے۔ یا اس کے ساتھ اس کے  
کسی فعل کی محبت سے جیسے رزق دینا۔ صحت اور اولاد بخشنا وغیرہ وغیرہ میں محبت رکھتا  
ہے۔ تو وہ افعالی ہے۔ یا اس کے ساتھ اس کی کسی صفت کی محبت سے جیسے گناہوں کو  
بخشنا وغیرہ ہیں۔ محبت رکھتا ہے۔ تو وہ محبت صفاتی ہے۔ اور اگر بغیر ان جملہ وجوہات  
کے محبت رکھتا ہے۔ تو وہ محبت ذاتی ہے۔ ان سب میں ظاہر ہے۔ کہ محبت ذاتی کا  
سب سے بڑا رتبہ ہے۔ مگر دیگر محبتوں کو بھی قیام ہے۔ اس لئے کہ صفات اور آثار  
اور افعال الہی کو زوال نہیں۔ پس ان کی محبت سے بھی جو محبت ہوگی۔ اس کو زوال نہ  
ہوگا۔ محبت ذاتی اور حقیقی کی تعریف میں مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

سوئے حق خالی از غرض مائل  
کز نباشد ز معینش سبے  
کہ عبارت از اں کشش نتواں

عشق ذات آں شود کہ باشد دل  
بیاید ر خویشتن طلبی  
ششے خیزد از درونہ جان

ہم عبارت از اں بود کوتاہ  
گر بہ پرسی کہ کیست محبوبت  
خوابت از چشم اشک بار برد  
رد براہ داشت جان آور ہست  
در جواب سوال ماند الال  
ہر چہ بر خاطرش شود ظاہر

ہم اشارت در اں بود گمراہ  
زیں تگ دپوے چست مطلوبت  
صبرت از جان بے قرار کہ برد  
چوں فتاویٰ زرہ کہ زو آور ہست  
دم نیا روز و از حقیقت حال  
باشد از حسب حال او قاصر

جس قدر انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

ہوئے۔ سب محبت ذاتی ہوئے ہیں۔ نہ کہ صفاتی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی محبت ذاتی کا حال مولانا جامی علیہ الرحمۃ نے  
سلسلہ الذاہب میں اس طرح لکھا ہے کہ ایک بار ملائکہ ان کے امتحان محبت کیلئے  
آدمیوں کی صورت بن کر آئے۔ اور ان کے پاس آ کر اللہ تعالیٰ کا نام تسبیح و تہلیل  
کی۔

زاں نواؤ صدائے جانفزا

نام جاناں شنید و جاں فشاند

جب وہ ملائکہ تسبیح و تہلیل سے چپ ہو رہے۔ تو

باخود آمد خلیل و داد آواز

جان من از سماع تا شد سیر

حالت صوفیاں نکشتہ تمام

عقل و ہوش خلیل رفت ریا

آستیں بر ہمہ جہان فشاند

کیں نوا راز تو کنید آغاز

بر خموشی چرا شدید دلیر

بر مغنی بود سکوت حرام

ملائکہ نے کہا۔ ہم بے اجرت ذکر نہیں کرتے۔ اگر آپ ہم کو کچھ دیں تو ہم

اللہ کا نام لیں۔ آپ نے فرمایا، کہ جو کچھ مال میرے پاس ہے اس کی دو دوا

تیرے پر شمار کرتا ہوں۔

بار دیگر کنید بہر خدا

اس نوائے طرب فزائے را

ملائکہ نے پھر اور بھی فصاحت اور درود سے تسبیح اور تہلیل الہی کی۔ اس سے اور

بھی زیادہ آگ ابراہیم علیہ السلام کے دل میں بھڑک اٹھی۔

دل و جانش و را ہتراز آمد

وجد و حال گزشتہ باز آمد

پھر ملائکہ خاموش رہے۔

کہ فدا میکنم دو وانگ دگر

بانگ برداشت آن ستودہ سیر

شورش و وجد من زیادہ کنید

باز اس ذکر را اعادہ کنید

صبر ماہی ز آب نیست صواب

جان من ماہی ست و ذکر حق آب

در کند صبر زندہ کے ماند

ماہی از آب صبر نتواند

آن نہ ماہی است سوسمار بود

ہر چہ از آب بر کنار بود

پھر ملائکہ نے اور بھی زیدہ فصاحت اور درود سے اللہ کا نام لیا۔

ساخت طے پردہ وجود از پیش

شد خلیل از سماع آن بے خویش

سر بروں روز حبیب ہستی حق

کردہ بر خود لباس ہستی شق

پھر ملائکہ چپ ہو رہے۔ آپ نے فرمایا۔ جو کچھ میرے پاس ہے۔ وہ سب

میں نے تم پر فدا کیا۔ ایک بار پھر اسی طرح کہو۔ ملائکہ نے پھر اور بھی خوش الحانی سے

اللہ کا نام لیا۔

دادیک بارگی عنان از دست

شد از خلیل از نوائے ایثاں مست

دست ہمت فشاں صوفی دش

وقت خوش یافت از اں ترانہ خوش

جملہ دریائے مطرباں افگند

ہر چہ بودش ز ملک و مال پسند

جب یہ حال حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ملائکہ نے دیکھا تو ملائکہ ظاہر ہوئے۔ اور آپ سے کہا۔ ہم فرشتے ہیں۔ تمہاری محبت کے امتحان کے لئے آئے ہیں۔

تو خلیل و زور عشق خدائے	متحلل شدہ ز سرتا پائے
جز و جزو تو از قدم تا فرق	گشتہ در خلت و محبت غرق
عشق تو ذاتی است نے غرضی	گشت صافی رشوب ہر غرضی
عشق چوں بر جمال ذات بود	حا شا اللہ کہ بے ثبات بود

### بیان محبت انسان

اب سوال یہ کیا جاتا ہے۔ کہ کوئی انسان صحیح المزاج ایسا ہوگا جس کو کسی قسم کی محبت نہ ہوگی۔ اس کا جواب دیا جاتا ہے۔ کہ نہیں۔ کیونکہ

الانسان لا یدر من محبوب یعنی انسان کیلئے یہ امر لابدی ہے۔ کہ کوئی اس کا محبوب ہو۔ فلبعض ہم حب الدنيا الشهوات من النساء والنبيين والقناطير المقنطرة من الذهب والفضة والخيل المسومة والانعام والحرث ذلك متاع الحیوة الدنيا ہے۔ والبعضہم حب الأئمة اور بعضوں کیلئے حب آخرت کی ہے۔ یعنی نعمائے بہشتی کی ہے۔ بعضہم حب اللہ اور بعضوں کے لئے حب اللہ کی ہے۔

اور ہر ایک صاحب کو چاہئے۔ کہ اپنے حال پر غور کر کے اپنے مقدمہ کے آپ ہی منصف ہوں۔ اور فیصلہ کر لیں۔ کہ کس قسم کی محبت ان کو ہے۔ اگر محبت دنیا کی ہے۔ تو افسوس کا مقام ہے کہ وہ باقی نہیں۔ فانی ہے۔ اور چند روزہ ہے۔ اور اگر

محبت آخرت کی ہے۔ توبہ نسبت محبت دنیا کے غنیمت ہے۔ اور اگر محبت اللہ کی ہے۔  
تو واہ واہ کیا کہنا۔

## محبت مجازی پیدا کرنے کی حکمت

جب یہ چاہیں کہ دو آدمیوں میں محبت پیدا ہو جائے۔ تو دیکھیں کہ جس میں  
محبت پیدا کرنی ہے۔ اس کی کس اثر یا فعل یا صفت سے محبت ہے۔ اس میں پائی  
جائے۔ اس کی تلاش اس میں کریں۔ جس کے پیدا کرنے سے اگر اس میں وہ اثر یا  
صفت یا فعل پایا جائے۔ تو اس اثر یا فعل یا صفت کا تذکرہ اس سے کریں۔ جس  
سے محبت پیدا کرنی ہے۔ اس کے سننے سے اول اس کو شوق پیدا ہوگا۔ کیونکہ۔

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد      بسا کین دولت از گفتار خیزد

اور شوق سے وہ خود اس کی تلاش میں ہوگا۔ جب اپنے محبوب کو پائے گا۔ محبت  
اس کا ہو جائے گا۔ جیسے دو شخص ہیں کہ ان میں محبت پیدا کرنی منظور ہے۔ دریافت  
کیا کہ اس شخص کو جس میں محبت دوسرے کی پیدا کرنی ہے۔ کس اثر یا فعل یا صفت  
سے محبت ہے۔ معلوم ہوا۔ کہ اثر خوشخطی سے محبت ہے۔ یعنی حروف کی خوبصورتی  
اس کو پیاری ہے۔ پھر تلاش کیا کہ اس شخص میں جس کی محبت پیدا کرنی ہے۔ وہ فعل  
اور صفت ہے۔ جس کا اثر خوشخطی ہے۔ تو معلوم ہوا کہ ہے۔ پس اس شخص کے  
سامنے کہ جس میں اس کی محبت پیدا کرنی ہے۔ اس کا تذکرہ کیا۔ جن کی محبت پیدا  
کرنی ہے۔ اور اس کی اس صفت کو بھی باحسن طریق بیان کیا۔ جس کا اثر محبوب اس  
کا ہے۔ اس کو سنتے ہی شوق پیدا ہوگا۔ کہ اس کا لکھا ہوا میں دیکھوں۔ جب اس کو  
اس کا لکھا ہوا دکھایا جائے گا۔ اور اس کی آنکھوں میں وہ پیارا نظر آئے گا۔ تو اکثر  
شوق پیدا ہوگا۔ کہ چل کر اسے ملے۔ جب اس سے ملے گا۔ محبت ہو کر ملے گا اور اس



میں جس کی محبت پیدا کرنی ہے۔ صفت خوشنویسی نہ ہوگی۔ تو پھر دیکھیں گے۔ کہ وہ شخص جس میں محبت کسی اور اثر یا فعل یا صفت سے محبت رکھتا ہے۔ کیونکہ یہ کچھ ضروری نہیں ہے۔ کہ ہر شخص کو ایک ہی اثر یا فعل یا صفت سے محبت ہو۔ بلکہ چند افعال اور چند آثار اور چند صفات سے بھی اکثر کو محبت ہوتی ہے۔ پایا گیا کہ خوش الحانی سے محبت رکھتا ہے۔ پھر اس شخص میں کہ جس کی محبت پیدا کرنی ہے۔ اس صفت کو تلاش کیا۔ تو پایا گیا۔ کہ وہ خوش الحان ہے۔ اس کا تذکرہ اس سے کیا۔ کہ جس میں محبت پیدا کرنی ہے۔ اس کو اس کی آواز سننے کا شوق پیدا ہوا۔ اور جب آواز اس کی سنی۔ اور پیاری معلوم ہوئی۔ تو اس کا محبت ہو گیا۔ اور اگر یہ صفت خوش الحانی بھی اس میں نہ پائی گئی۔ جس کے وسیلہ سے محبت پیدا کرنی ہے۔ تو پھر اس شخص میں جس میں محبت پیدا کرنی ہے۔ اور کسی فعل یا صفت کو تلاش کریں گے۔ جس سے اس کو محبت ہوگی۔ فرض کیجئے کہ تلاش سے معلوم ہوا۔ کہ وہ حسن و جمال کو بہت پیارا رکھتا ہے۔ کہ اس کی محبت اکثر آدمیوں کو ام الشہوات طبعی کی وجہ سے ہوتی ہے۔ اور دریافت سے پایا گیا کہ وہ شخص جس سے محبت پیدا کرنی ہے حسین و جمیل ہے۔ اس کے حسن و جمال کا ذکر اس کے سامنے کیا گیا جس میں کہ محبت پیدا کرنی ہے۔ وہ سنتے ہی سوجان سے اس کے دیدار کا مشتاق ہوا۔ اور دولت حاصل کر کے محبت جانی ہو گیا۔ ہزار ہا قصے اس صورت سے محبت پیدا کرنے کے سنے ہوں گے۔ اور روزمرہ یہ واقعات دنیا میں وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ ایک پیشہ ور کی دوسرے پیشہ ور سے محبت اور بیوپاری کی تاجر سے محبت اور طالب علم کی استاد سے محبت بادشاہ کی رعایا سے محبت وغیرہ وغیرہ۔ جو مجازی محبتیں ہیں۔ وہ اگر انہیں صورتوں سے یا اتفاقاً پیدا ہوتی ہیں۔ یا کی جاتی ہیں۔

## محبت حقیقی پیدا کرنے کی حکمت

### یا پیدا ہونے کی صورت

یہ بھی قریب اس کے ہے۔ اس کا کچھ حال قانون معرفت میں لکھا گیا ہے۔ اکثر محبت مجازی سے جو شہوت نفسانی کی وجہ سے نہ ہو۔ محبت حقیقی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لئے فرماتے ہیں۔

المجاز مقنطرة الحقیقة

اور مولانا جامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

غنیمت دان اگر عشق مجازی ست

کہ از بہر حقیقت کار سازی ست

اور نیز سلسلۃ الذہب میں فرماتے ہیں۔ دیکھو صفحہ (۲۱۶)

رہزن عقل و دین اوز آغاز

رہ بسر منزل حقیقت برو

جرعہ نداں قدح چشید و گزشت

عارفے کا المجاز قنطرہ گفت

نکند کس فراز قنطرہ ایست

کم اقامت کنند بر سر پل

مخفارت بسوئے او منگر

کہ درو غرقہ اند سرد و جہاں

بے سز بعشق حقیقی آوردی

واں دگر گرچہ بود عشق مجاز

عاقبت حرف عاریت بسترو

میوہ آل درخت چید و گزشت

خن خوب و نکتہ سرہ بگفت

برہ تو مجاز قنطرہ ایست

زود بگور کہ سالکان سبل

گرچہ آں پل بود برائے گزر

کے ز بحر تعلقات جہاں

جز باں پل گزر تو اں کردی

تحقیق محبت اور عشق مجازی کی یہ ہے۔ کہ بیان ماسبق پر غور کرنے سے واضح ہوگا۔ کہ محبت اور عشق مجازی کے چار مقام ہیں۔

(۱) کسی سے محبت یا عشق مجازی اپنی کسی خواہش یا لذت نفسانی کے حصول کی وجہ سے جو داخل محبت افعالی ہے۔

(۲) کسی سے محبت یا عشق مجازی دیگر محبت آثاری یا افعالی یا صفاتی یا ذاتی کی وجہ سے جو شامل مقام اول نہیں ہے۔

(۳) کسی سے محبت یا عشق مجازی حقیقی کے حاصل کرنے کیلئے یا اس محبوب میں کوئی معنی پائی جاتی ہے۔ جو موجب حصول اور ترقی عشق الہی کی ہوتی ہے۔ جیسے

دارد نشان یارے ہر دلبرے دیارے

بینم جمال روش از روئے ہر نگارے

جز روئے اوندانم نہ روئے و ماہ روئے

جز خط و بخواہم از خط ہزار عذرے

عکسے از اں جمال است ہر حسن و ہر جمالے

نفسے از اں نگار است ہر نقش و ہر نگارے

(۴) کسی سے محبت عشق مجازی عشق حقیقی کی وجہ سے یہ کہ پیارے کا فعل اور پیارے

کی صفت بھی پیاری ہوتی ہے۔ اور ہر وقت پیارے کی یاد دلاتی ہے۔ اور فی

الواقع یہ ظاہر ہوتا ہے کہ۔ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَلَا سِوَاهُ لَا مَوْجُودَ إِلَّا اللَّهُ۔

ظاہر ہے کہ پہلا مقام نہایت ادنیٰ اور خراب ہے۔ دوسرا مقام اگرچہ

تیسرے مقام سے گھٹیا ہے۔ مگر پہلے سے اعلیٰ اور اچھا ہے۔ تیسرا مقام اس

سے افضل ہے۔ اور سبب عشق حقیقی ہے۔ اور چوتھے مقام کا کیا کہنا ہے۔ کہ

نور“ علی نور ہے۔ پس عشق و محبت مقام اول مذموم و مقام دوم وسوم و چہارم علی القدر مراتب محمود ہے۔ اہل علم پہلے اور دوسرے مقام میں پہنچے ہوئے اور اہل اللہ یعنی عاشقان و عارفان الہی تیسرے اور چوتھے مقام میں بڑھے ہوئے اور چڑھے ہوئے ہیں۔ جو فرق ان میں ہے۔ واضح اور روشن ہے۔ اس کو بھولنا نہ چاہئے اور انصاف کو ہاتھ سے نہ دے۔ کہ ان میں تمیز رکھنی چاہئے۔ بہت سے نادان ان کو نہیں جانتے۔ اور ناواقفیت سے سب کو ایک کر دیتے ہیں۔ حفظ مراتب نہ رکھنا نہایت نامناسب بات ہے۔ مولانا جامی علیہ الرحمۃ نے سلسلہ الذہب میں ان مراتب کی تشریح کی ہے۔ اور پسر صاحب جمال کا قصہ اس طرح بیان فرمایا ہے کہ ایک پسر صاحب جمال نے اپنے پدر با کمال سے عرض کی کہ اے پدر عالی قدر! جب میں باہر جاتا ہوں تو ہر طرف سے شور و غوغا ہوتا ہے۔ اور ہر کوئی مجھ پر عشق کا دعویٰ کرتا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ کیا کروں۔ آپ فرمائیے کہ کس سے بچوں اور کس سے ملوں؟ اس پدر صاحب کمال نے کہا۔ اے جان پدر! تو ان سے یہ پوچھ۔ تیری کس بات پر وہ عاشق ہیں؟ اس نے عرض کیا کہ کوئی کہتا ہے۔ تیرے رخسار پر مرتا ہوں۔ کوئی کہتا تیرے لب میگوں پر جان فدا کرتا ہوں۔ کوئی کہتا ہے۔ کہ تیرا خط نو خیز مجھ کو مار ڈالتا ہے۔ کوئی کہتا ہے۔ کہ تیرا قدر و رفتار میری جان پر آفت لاتا ہے۔ کوئی کہتا کہ تیرے خم ابرو کے تیر نے میری جن کو میندھا کیا ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ تیرے کہ تیری چاہ غب غب نے مجھ کو چاہ الم میں ڈال دیا ہے کوئی کہتا ہے کہ دانہ خال نے ذبح اور پامال کر دیا ہے۔ کوئی کہتا ہے۔ کہ تیرے دوزگس مست نے میری ہوش و حواس کھودی ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ تجھ میں جوشان جلوہ گر ہے۔ اس معنی پر میں اپنی جان دیتا

ہوں۔ اب فرمائیے۔ کس سے ملوں۔ کس سے بچوں؟ باپ نے کہا۔ فرزند ارجمند!  
جو تیرا حسن و جمال اور خط و خال ہے۔ یہ چند روزہ ہے۔ جب ریش نکل آئی۔ اور تو  
جو ان ہوا۔ ان میں سے ایک بھی نہ رہے گا۔ تو ان پر مت پھول اور مت بھول۔

کیس ہمہ زیب وزینت صورت	حال صورت زماں زماں و گراست
ہر کہ او دل دریں صورت است	بگزر انت کہ جوتش پست است
پے آں رو کہ عارف معنی است	مرد عارف بروشی اولے است
چوں صورت نیست اتنمن از تغیر	دامن عاشقاں معنی گیر
حسن معنی چوں جاوداں باید	عشق آں اعتماد را شاید
حسن صورت محل تغیر است	عارف از عشق آں گراں گیر است

پرنے اپنے پدر بزرگوار عالی قدر کا یہ ارشاد سن کہ سب سے ملاقات ترک کی  
اور عارف سے یعنی اس سے جو معنی پر جان دیتا تھا۔ ملنا شروع کیا۔ اور یہ حال  
ہو گیا۔

ہر چہ گفتنے بجاں بنوشیدے	زہر د او دے رواں بنوشیدے
چشم دل برضا او میداشت	گوش بر حکم در اے او میداشت

اور عارف تیز چشم معنی بین کا جس کا آئینہ شعور خدا تھا۔ یہ حال تھا کہ اس پر  
صاحب جمال کی طرف نمکٹکی باندھے دیکھتا رہتا تھا۔

روئے اور اچو درشن آئینہ یافت	کہ بر آں نور حق معاینہ یافت
ذره بود او ز نور ہستی حق	ذره در نور بود مستغرق
دائما در تجلی آں نور	بود در چشم خویش متن مستور
رئے در روئے یک دگر کردہ	بادہ در جام یک دگر کردہ

چندے آں ہر دو ناظر و منظور  
 ہر دو ز آلودگی شہوت دور  
 حسن اس پسر صاحب جمال کا آفتاب سوز تھا۔ اور عشق اس باکمال عارف کا  
 آفتاب صبح افروز تھا۔ سینہ عارف کا مانند امن پسر کے چاک تھا۔ اور دامن پسر کا  
 مانند دیدہ عارف کے پاک تھا۔ اسی طرح چند عرصہ تک ان دونوں مہر گزاروں کا  
 بازار سودائے عشق گرم رہا۔ مگر عاقبتہ الامر اس پسر کے حسن و جمال کا آفتاب غروب  
 ہوا۔ تو۔

عشق عشاق نیز رخت بہ بست  
 آتش اشتیاق شان بہ نشست  
 حسن شخصیت عشق چوں سایہ  
 سایہ از عشق سے برد مایہ  
 چوں درآمد وجود شخص ز پائے  
 نیست ممکن بقائے سایہ بجائے  
 اب ان لوگوں کا جو اس کے عشق کی گپ مارتے تھے۔ یہ حال ہو گیا کہ کبھی  
 اس لڑکے کو سامنے سے آتا دیکھ لیں۔ تو منہ موڑ کر دوسری طرف سے نکل جائیں۔  
 اور عارف کا بھی اگرچہ پہلا سا عشق اور حال نہ رہا۔ مگر اس نے آئین دوست داری  
 کو نہ چھوڑا۔ اور اس سے ملتا رہا۔

سوال پسر کا مرد عارف سے کہ تیرا عشق کیوں کم ہو گیا؟

ایک دن اس پسر نے جوان نے مرد عارف سے کہا کہ اے عارف!

چوں ترا دل اسیر معنی بود  
 عشق معنی ز صورت اولے بود  
 حسن معنی نیے شود سیری  
 عشق آں باشد از زوال پری  
 عشق تو چوں افتاد در کم و کاست  
 خاطر تو ز من رسیده حراست

جواب مرد عارف کا نقصان عشق کے وجوہات بیان کرنا

مرد عارف نے یہ سوال سنا تو اس کا جواب دینا پڑا۔

گفت آنجا کہ جلوہ معنی است وہم نقص و زوال رارہ نیست

حسن آں لایزال لم یزست عشق آں بے قصور بے خلل است

ہر کہ ازو جمال معنی راہ دست تغیر زان بود کوتاہ

لیکن یہ بات ہے کہ معنی اہل نظر پر بجز لباس صور کے جلوہ گر نہیں ہوتی اور اس

معنی کا یہ حال ہے۔

رخ زہر صورتے کہ بنماید بہ جمال خوش بیار آمد

جرم حسن خود بر در یزد حلیہ خویش را در آویزد

عالی مبتلائے او گردو پائے بند فنائے او گردو

لیک ہر یک بقدر ہمت خویش گیرد آئین عشق دزدی پیش

بیان حال ان لوگوں کا جنہوں نے شراب عشق کا جام صورت

سے پیا ہے اور معنی کی ان کو اصلاً آگاہی نہیں ہے

آں یکے را حجاب پیچا پیچ

غیر صورت دگر نہ بیند ہیچ

بر و حسن صورت از اہش

اہل عالم دریں ہمہ کارند



بہ حجاب صور گرفتارند  
 لیک باشد ز اختلاف صور  
 روئے ہر یک بقبلہ دیگر  
 پیش ایساں ز فرط جہل وائے  
 نیست ممتاز صورت ز معنی

بیان حال ان لوگوں کا جن کو معنی مجازی کا کچھ کھوج ملا ہے  
 مگر اس کے عشق کی شراب سوائے جام صورت کے اور کسی  
 طرح نہیں پیتے اور ہمیشہ اسی کشائش میں ہیں۔ کہ ایک  
 صورت سے خلاصی پاتے ہیں۔ تو دوسرے میں گرفتار ہو  
 جاتے ہیں۔ رہائی اس سے نہیں ہوتی۔

عیاذ باللہ

زاں دیگر گرچہ عاشق صور است	لیک معشوق از صور دگر است
حسن معنی است دیدہ در صورت	چشم از اں دوختست بر صورت
چست در دیدہ حسن معنی جام	نیست بے صورتش ز معنی جام
سوئے صورت نظر نہ کردہ درست	نیست در دیدہ حسن معنی چست

بیان حال ان لوگوں کا جو اگرچہ مشاہدہ جمال صورت میں  
 گرفتار ہیں مگر اس میں رہے نہیں ہیں۔ بلکہ مشاہدہ جمال  
 معنی جو اس میں ہوتا ہے وہ سبب ان کی ترقی کا ہوتا ہے۔

واں دگر گرچہ بود عشق مجاز	رہزن عقل و دین او ز آغاز
عاقبت حرف عاریت بستر و	رہ ہر منزل حقیقت برد

میوہ عام درخت چید و گزشت  
جرعہ زان قدح چشید و گزشت  
بیان حال ان لوگوں کا جن کو مظاہر صورت اور معنی میں شہود  
سوائے جمال مطلق حضرت حق سبحانہ تعالیٰ کے اور کچھ نہیں ہے

واں دگر گرچہ سوائے صورت رو  
آورد نیست قید صورت او  
پیش او حسن صورت معنی  
چوں دو آئینہ اند دادہ جلی  
دیدہ برولا رام بکشاید  
بر جمال خدائے تمنا سید  
بے بصیرت ہے جہان بیند  
بے بصیرت جمال او بیند

چچ چیز از متاع ایں دوسرے  
نشود پیش او حجاب خدائے

عارف نے جب یہاں تک بیان کیا۔ تب اس پسر نو جوان سے کہا  
کہ میرا عشق اس اخیر حال کا تھا۔

رخت آئینات مصفا بود  
زاں جمال از ہویدا بود  
چشم من بود بر جمال ازل  
چوں در آئینہ ات فقاد خلل  
آنکہ باشد ز زانو آئینہ اش  
حسن معنی شود معانہ اش

چشم از آئینہ اس فرد بستم  
پس بہ زانوئے خویش بہ بستم

یہ سن کر پسر نو جوان نے عارف سے کہا۔ اے عارف اور اے مقامات عاشقی  
سے واقف!۔

چوں من میل باطن تو نماند  
پیش من ظاہر ترا پر نشانند

چوں ز من دور سے تو انی زیست  
 تر دمن ہر دم آمدن کے چست  
 عارف نے کہا۔ اے نوجوان سلیم! مہمان کریم کا یہ دستور نہیں ہے۔

کہ ز خورد چو دل بہ پرواز د  
 بد رو سقرہ بشکند خوان را  
 تا چو از نقل و بادہ گیر و کام  
 ملکہ تعظیم آں چہ واسطہ است  
 میزباں راز دل بیند ازد  
 بر زمین افگند نمک دان را  
 افگند سنگ بر طبق یا جام  
 در وصول مراد رابطہ است

ہست در کیش حق شناساں فرض

بلکہ در فرصت کریمیاں قرض

بیان اس کا کہ طالبان راہ حق کی خاطر کا تعلق آثار کے  
 ساتھ اور ان میں تامل کرنا اور معرفت ذات اور صفات حق  
 سبحانہ تعالیٰ میں توصل اس سے ڈھونڈھنا اسی قبیل سے  
 ہے۔

کہ نہ دوزند چشم دول ز اثر  
 ز آیت فانظر و الی آثار  
 بر موثر برند ز ایں جا راہ  
 برو جوش کنند استدلال  
 پر د ہائے اثر بدریدہ  
 گشتہ نور شہود پر دہ ورش  
 پردہ و پردگی یکے دیدہ

ہست ازیں جملہ آنکہ اہل نظر  
 بہ تفکر شوند بر خور دار  
 در جمال اثر کنندہ نگاہ  
 از وجود زوال در ہر حال  
 اے خوشا کہ جمال حق دیدہ  
 پردہ کے کردہ جلوہ بر نظرش  
 گل توحید پیشگی چیدہ

بیان اس کا کہ خلاف ارباب فکر و نظر کے جو اثر سے موثر کی طرف جاتے ہیں۔ روش عارف کی موثر سے اثر کی طرف جاتی ہے

روشن عارف نگو رفتار	از موثر بود سوئے آثار
چو دل از رنگ کثرت اورست	داد اور اشہود وحدت دست
دیدہ نور بسیط بے پایاں	منبسط بر حقائق اعیان
متزلزل ز حدت اطلاق	متکثر ز النفس و آفاق
آنچہ بر لوح کون مسطور است	اولاً چشم دے بر آں نور است
ہر چہ در عرصہ جہاں بیند	ہمہ بعد از شہود آں بیند
یابد آں راز اختلاف شیون	جلوہ گر بر وجود گوناگون

### مثال

جیسے ایک قطرہ موج دریا سے زمستان میں کسی صحرا میں گرا۔ اور اپنے آپ کو شدت برد سے اس نے منجمد پا کر ہستی مستقبل کا تو ہم کیا۔ مگر سنتار ہا۔ کہ ایک دریا ہے۔ اس میں سے آیا ہوں۔ آخر تابستان میں وہ پانی ہوا۔ اور ندی نالوں میں مل کر دریا میں پہنچا۔ اور وہاں دیکھا کہ کبھی دریا موج کی صورت میں عیاں ہوتا ہے اور کبھی حساب کی صورت میں اور کبھی کف ہوتا ہے اور کبھی بخار۔ اور پھر وہ قطرہ بخار بنا۔ اور ابر ہوا۔ اور متقاطر ہو کر باراں ہوا۔ اور قطروں سے مل کر نالہ ہوا۔ آخر دریا میں پہنچا۔

چوں بدریا رسید کرد آرام  
شد ازیں دور سیر بحر تمام  
قطرہ ایں را جو دید نتوانست  
کر دن انکار دیدہ و دانست

کوست موج و بخار و میل و سحاب

اوست کفِ اوست قطرہ اوست جناب

پہچ جز بحر در جہاں شناخت

از چپ و راست چوں کشاد نظر

ہم چنین عارفاں عشق آئین

دیده جملہ ماندہ در یک جاست

لیکن اندر نظر تفاوت ہاست

### بیان نظر اصحابِ مکاشفہ کا

آں یکے در مجالی اشیاء

بیند ہر چند معنی صفتے

صد ہزار آئینہ است در نظرش

ہر چہ بردہ است رہ بکشاف صفات

بہ صفت ہائے حق بود بنیاد

گرد واد را سبیل معرفتے

بصفات خدائے رہبرش

بے خبر باشد از تجلی ذات

### بیان نظر اربابِ مشاہدہ تجلی ذات سے

واں دگر را ایک آئینہ دید

دید یک ذات و رحدود جہات

یک وجود است سر بسر عالم

کرہ مصمن است بے تجویف

نہ در آں فرجہ نہ فاصلہ

کہ خدا را دراں معاینہ دید

متجلی شدہ بہ جملہ صفات

جملہ اجزائش متصل باہم

جمع گشتہ درد لطیف و کثیف

نہ خلا پہچ طرف را کلمہ

الفصحت بضم میم و فتح میم دوم معنی ٹھوس بھرا پہنچ میں سے خلاف جوف کے ۱۲ع

امتیازات شاں ز یک دیگر  
 آن گراں مایہ جوہر قابل  
 ہست مرات ذات بے ہمتا  
 ہر کہ خاطر بحال مرآتست  
 ہر کہ را دیدہ است بد صورت  
 چشم عارف کہ تیز بین باشد  
 بیند اندر جہاں ہمہ یک ذات  
 ہمو آئینہ و صفت ذات جہاں  
 از جہاں جز خدا معائنہ اش  
 شد جمال خدا معائنہ اش  
 ہچ ذاتے کہ اس جلوہ گریت  
 آئینہ اوست اندر آئینہ ہم  
 اول آئینہ ساں برو آید  
 گر بتقلید بیند او را بند  
 او بتقلید یا بیش مطلق

ہست اعراض با صفات و صور  
 کہ مرا عراض را بود حامل  
 واپ عوارض مجالش اشیاء  
 صورتش دیدن از محالاتست  
 بیند آئینہ محو در صورت  
 در شہود جہاں چنین باشد  
 جلوہ گر گشتہ باشیون و صفات  
 باشد از پیش چشم او پنہاں  
 غیر حق ہچ جانہ بیند ہچ  
 محو مشہود گشتہ آئینہ اش  
 آئینہ چست اندر آئینہ کیست  
 عاقبت از دیدہ او معائنہ ہم  
 پس در آئینہ روئے بنماید  
 نام نقشے جز آئینہ بند  
 اوست پیدا در آئینہ الحق

### بیان قربات اربع: پہلا قرب نوافل

(۱)

ہر کہ را دیدہ بحق بینا است  
 تا کہ گرود بحکم بے بصر  
 نیست امکان جمال حق دیدن

دیدہ او بدید حق بسزاست  
 دیدہ تو بعین حق ناظر  
 گل ز باغ شہود حق چیدن

چوں تو سازی رواں بنا فلہ ہا  
برقوائے تو وحدت طلاق  
چشم و گوش و زبان تو ہر یک  
وصف امکاں در و شود مغلوب  
فعل و ادراک در ہمہ حالت  
گردت پیش صوفیان کرام  
بد یار قبول قافلہ ہا  
غالب آید بقدر استحقاق  
عین ہستی حق بود بے شک  
منبصنع یابی اش بحکم و جوب  
بتو باشد مصاف حق آلت  
متقرب بہ قرب نافلہ نام

### (۲) دوسرا قرب فرائض

دگر آں رتبہ نت شود حاصل  
ہزار عرف مقربان داند  
کہ توالت شوی و حق فاضل  
اہل قرب فرائضت خواند

### مقام جمع الجمع کہ مرتبہ قاب قوسین کا ہے

در کنی ایں دو قرب را باہم  
نقد قرین حاصل تو بود  
جمع باشی یگانہ عالم  
قاب قوسین منزل تو بود

### مقام جمع احدیت کہ مرتبہ او ادنیٰ ہے اور خاصہ پیغمبر خدا

### صلی اللہ علیہ وسلم اور جمع و رثاء اس کے کا ہے

وزہمت کنی بلند روی  
دورازیں باشندت دریں سہ مقام  
یار عالی نہی سوائے اعلیٰ  
یاں مقام نبی است و آنکہ قوی  
کہ مقید بجمع ہم نشوی  
بے تقید بقید بیچ کدام  
سرفرازی باوج او ادنیٰ  
باشد اندر وراثت نبوی



## تعریف عارف عالی مقام

جندا عارف ز خود رستہ  
شده از قید خویشتن مطلق  
ہر کہ افتد باب و گل نظرش  
چوں شود کشف سر ربانی  
گوید از ازاں کہ بندہ ام حق گو  
افتد از حیرتش بکار گرہ  
بمقامات قرب پیوستہ  
ذات او وصف او شدہ ہمہ حق  
شود از خود تصور بشرش  
سر زند رو صدائے سبحانی  
درہم چہست از من این تگ و دو  
باشد اندر وراثت نبوی

اس کا قصہ یوں ہے کہ ایک روز ایک شیخ صاحب نے اپنی زوجہ کو سیر بھر گوشت پکانے کو دیا۔ جب شیخ صاحب باہر تشریف لے گئے۔ تو بیوی صاحبہ نے گوشت کباب بنا کر خود نوش جان کیا۔ جب شیخ صاحب تشریف لائے۔ تو عذر کیا کہ میں نے گوشت درست کر کے پکانے کو رکھا تھا۔ بلی لے گئی۔ شیخ صاحب نے بلی کو تولا۔ تو اس گوشت سے ایک مثقال زیادہ ہوئی تب آپ نے غصہ ہو کر بیوی سے فرمایا۔ کہ بلی سیر بھر کی تھی۔ اور سیر بھر گوشت کھا گئی۔ تو یہ کس طرح ہوا کہ دوسیر کا ایک سیر رہ گیا۔

اگر این گر بہ است گوشت کجاست  
داگر این گوشت شکل گر بہ چر است

بیان حیرت کا دو قسم کا ہونا ایک محمود دوسرے مذموم

معنی حیرت از شود مقوم  
غیر محمود نیست یا مذموم

### (۱) حیرت مذموم کا بیان

ہست مذموم کز شکوک و شبہ  
 بستہ گرد و بسوئے مقصد راہ  
 ہست در راہ سعی و کوئے طلب  
 وجہ و قصد ناشدہ ممتاز  
 طائر سعی چوں کند پرواز  
 در بیاباں چوں دو راہ بہ پیش آید  
 کہ یکے ز اں دو کعبہ را شاید  
 تا تعین ندارد آں راہ را  
 کے بریدن تو انی آں رہ را

بیان اس کا کہ یقین کے تین امور دلیل ہوتے ہیں

### (۱) عقل و حواس (۲) پیروی گمراہ شناس (۳) الہام و کشف ربانی

لیک تعین را بجزم و یقین	کہ نہ شک را سوی رہی و رہین
بآیات عقل دان و حواس	یا بہ تقلید مرد راہ شناس
یا با الہام کشف ربانی	کہ مرآں راہ خلاف نتوانی
گر نہ باشد یکے ازاں سہ دلیل	بازمانی ز راہ ، خوار و ذلیل
راہ زند بر تو غول حیرانی	بلکہ غولے شوی بیابانی
چوں ترا سز حیرت مذموم	شد بہ تفصیل این سخن معلوم

## حیرت محمود

آن بود شرح حیرت محمود  
 لمعات جمال قدس و قدم  
 ہر زماں لعدہ دگر بنی  
 سازدت اصطلاح آن لمعات  
 خورد و خوابت تمام بریائند  
 گم شوی جاوداں زہستی خویش  
 صد بدو نیک بگزر و بسرت  
 واضح رہے کہ طریقت جس سے عشق الہی ہوتا ہے۔ اس کے لئے طلب  
 صادق کا ہونا بہت ضروری ہے۔ اور جب تک غفلت کے پھندوں میں پھنسا رہتا  
 ہے۔ طلب صادق پیدا نہیں ہوتی۔ اس لئے خواب غفلت سے عوام کو بیدار کرنے  
 کیلئے اشعار موعظت کے ان کو سناتے ہیں۔ تاکہ دل پر کچھ چوٹ لگے اور اپنے  
 حال پر متنبہ ہوں۔

حضرت مولانا روم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ دیکھو نقد النصوص جامی علیہ الرحمۃ۔

بکسل زبے اصولاں مشغو فریب غولاں  
 کہ تو از شریف اصلی کہ تو از بلند جائی  
 تو بروح بے زوالی زد رونہ با جمالی  
 تو از آن ذو الجلالی تو ز پر تو خدائی  
 تو ہنوز نا پدید ز جمال خو چہ دیدی  
 سحر بے چو آفتابے زد رون خود برائی

تو جنیں نہاں دریغے کہ میخ بزیر میغے  
 بدرآں تو میغ تن را کہ مہی خوش لقای  
 تو جو باز پائے بستہ تن تو چو کندہ برما  
 تو بچنگ خویش باید کہ گرہ ز پاکشائی

ایسے ہی اور بزرگان عظام صوفیائے کرام نے موعظمت میں اشعار فرمائے  
 ہیں۔ جو سعادت مند اذلی پر اپنا اثر ظاہر کرتے ہیں۔ حضرت بلھے شاہ صاحب  
 حضوری قدس سرہ نے بھی کافیاں موعظمت میں فرمائی ہیں۔ جو اثر تمام رکھتی ہیں۔  
 اور ان کی برقی تاثیر سے اکثر انسانوں میں ایک سناٹا سا نکل جاتا ہے۔ اور خدا یاد  
 آتا ہے۔ وہ یہ ہیں۔

### کافی نمبر ۱

اٹھ جاگ گھوراڑے مار نہیں  
 ایہہ سون تیرے درکار نہیں  
 اک روز جہانوں جانا ہے جا قبرے وچ سمانا ہے  
 تیرا گوشت کیریاں کھانا ہے کر چیتا مرگ وسار نہیں  
 اٹھ جاگ گھوراڑے مار نہیں  
 ایہہ سون تیرے درکار نہیں  
 تیرا ہاسا نیڑے آیا اے کجھ چولی واج رنگایا اے  
 کی اپنا آپ ونجایا اے اے غافل تینوں سار نہیں  
 اٹھ جاگ گھوراڑے مار نہیں  
 ایہہ سون تیرے درکار نہیں

توں ستیاں عمر ونبجائی اے تیری ساعت نیڑے آئی اے

توں چرخے تند نہ پائی اے کی کرتیں داج تیار نہیں

اٹھ جاگ گھوراڑے مار نہیں

ایہہ سون تیرے درکار نہیں

توں جس دن جو بن متی سی توں تے نال حوران دے رتی سی

ہو غافل دنیا دتی سی ہن بہن تیرے درکار نہیں

اٹھ جاگ گھوراڑے مار نہیں

ایہہ سون تیرے درکار نہیں

توں مڈھوں بہت چچی نی ہر لجیاں دی توں لجی نی

توں کھا کھا کے رتی نی تیں کولوں کون تیار نہیں

اٹھ جاگ گھوراڑے مار نہیں

ایہہ سون تیرے درکار نہیں

اج کل تیرا مکلاوہ اے کیوں سہی کر کر دعویٰ اے

ان ڈٹھیاں نال ملاوہ اے ایہہ بھلکے گرم بازار نہیں

اٹھ جاگ گھوراڑے مار نہیں

ایہہ سون تیرے درکار نہیں

توں ایس جہانوں جائیں گی پھر قدم نہ اتھے پائیں گی

ایہہ جو بن روپ ونبجائیں گی تیں رہنا وچ سنسار نہیں

اٹھ جاگ گھوراڑے مار نہیں

ایہہ سون تیرے درکار نہیں

بلھا شوہ بن کوئی ناہیں - اتھے اتھے او تھے دواہیں ناہیں  
 سنبھل سنبھل کے قدم ٹکانیں - پھر آون دوجی وار نہیں  
 اٹھ جاگ گھوراڑے مار نہیں  
 ایہہ سون تیرے درکار نہیں

### کافی نمبر ۲

رین گئی لکے سب تارے  
 اب تو جاگ مسافر پیارے

اوا گون سرائیں ڈیرے  
 تیں اے نہ سنیوں کوچ نقارے  
 کر لے اج کرن دا بیرا  
 ساتھ تیرا چلو چل پکارے  
 آپو اپنے وطن کو دوڑے  
 لا ہا نام لے لیو سنبھارے  
 موتی چونی پارس پاسے  
 کھول اکھیں اٹھ ہو بہکارے  
 بلھا شوہ دی پیریں پڑیے  
 مرگ جتن بن کھیت اجاڑے

بہا تھ تیار مسافر تیرے  
 اب تو جاگ مسافر پیارے  
 بوہڑ نہ ہوسی آون تیرا  
 اب تو جاگ مسافر پیارے  
 کیا سردھن کیا زردھن پیارے  
 اب تو جاگ مسافر پیارے  
 پاس سمندر مدد پیارے  
 اب تو جاگ مسافر پیارے  
 غفلت چھوڑ کجھ حیلہ کریے  
 اب تو جاگ مسافر پیارے

### کافی نمبر ۳

پیارے بن مصلحت اٹھ جانا توں کدیں تاں ہوسیا نا  
 کر چا وڑ چار دیہاڑے تھیسیں انت نما ناں

ظلم کریں تے لوک ستاویں کیوں کیتا الٹ کہاناں  
 پیارے بن مصلحت اٹھ جاناں توں کدی تاں ہوسیا نا  
 جس جس دا مان کریں توں سو بھی سنگ نہ جاناں  
 خاموش شہرنوں ویکھ ہمیشہ سارا جگ جس منہ سماں  
 پیارے بن مصلحت اٹھ جاناں توں کدی تاں ہوسیا نا  
 بھر پور لنگھادے ڈاڈا ملک الموت مہماناں  
 اتھے جتنے ہین سب تن تے میں ڈر گنہگار پرانا  
 پیارے بن مصلحت اٹھ جاناں توں کدی تاں ہوسیا نا  
 بلھا توں دشمن تیرے نال برے وچ ہیں بل ڈھاناں  
 محبوب ربانی کرے آسانی دلوں خوف نہ جادے ملکاناں  
 پیارے بن مصلحت اٹھ جاناں توں کدی تاں ہوسیا نا

### کافی نمبر ۴

خاکی خاک سوں رل جاناں کچھ نہیں زوردھکاناں  
 خاکی خاک سوں رل جاناں کچھ نہیں زوردھکاناں  
 گئے سو گئے پھیر نہیں آئے میرے جانی میت پیارے  
 میں باجھوں پل رہندے ناہیں ہن کیوں اسال و سارے  
 وچہ قبراں دے نہ کائی مارو کیا جھولاناں  
 خاکی خاک سوں رل جاناں کچھ نہیں زوردھکاناں  
 چت پیا نہ جائے ساتھوں اونھے ساہ نہ رہندے  
 ایس مویاں دے پرلے پد ہوئے ہل جیوندیاں دیوچہ بہندے



آج کہہ بھلکے ٹرن دا سانوں ہوسی بڑا کہاناں  
 خاکی خاک سوں رل جاناں نہ کوئی زور دھکاناں  
 اوتھے مگر پیا دے لگے ہتاں اسپیں اتھے آئے  
 اتھے سانوں رہن نہ ملدا اگے کت ول دھائے  
 جو کجھ اگلیاں دے سر بتی اساں بھی او ہوٹکاناں  
 خاکی خاک سوں رل جاناں نہ کجھ نہ زور دھکاناں  
 بلھا اتھے رہن نہ ملدا روندے پٹ دے چلے  
 اک نام اوسے دا خرچی ہے ہور پیسہ نہیں پلے  
 میں سپنا سب جگ سپنا ہور سپناں لوگ بیاناں  
 خاکی خاک سوں رل جا گیاں کجھ نہیں زور دھکاناں

### کافی (۵)

پانی بھر بھر گئیاں آپو اپنی بار  
 اک بھر آئیاں اک بھر چلیاں اک کھلیاں بانہاں پساں  
 ہار حمیلاں لیاں گل وچہ باہیں چھنکے چوڑا  
 کنیں بک بک چھریالے سب ایڈنبر کوڑا  
 اگے شوہ نے جھات نہ پائی اینویں گیا شنگار  
 پانی بھر بھر گئیاں آپو اپنی بار  
 ہتھیں مہندی پیریں مہندی سرتے دھری گندا آئی  
 تیل پھیل پاناں دا بیڑا دندی مستی لائی

کوئی جو سد پیو نے ڈاڈا و ستر یا گھر بار  
 پانی بھر بھر گینیاں آپو اپنی بار  
 بلھا شوہ دے پنڈھ پویں تاں توں رہ پہچانے۔  
 پون ستاراں پاسے توں منگ دا داؤ پیا ترائے کانے  
 گنگی ڈوبری کملی ہوئی جان بچھ بازی ہار  
 پانی بھر بھر گینیاں آپو اپنی بار

### کافی نمبر ۶

میں کسنبڑا چک چک ہاری نی میں کسنبڑا چک چک ہاری  
 ایس کسنبے دے کنڈے بھلیرے اڑ اڑ چنڑی پاڑی  
 کسنبڑا چک چک ہاری نی میں کسنبڑا چک چک ہاری  
 ایس کسنبڑے دا حاکم کرڑا ظالم ہے پٹواری  
 کسنبڑا چک چک ہاری نی میں کسنبڑا چک چک ہاری  
 ایس کسنبڑے دے چار مقدم مل منگدے بھاری  
 کسنبڑا چک چک ہاری نی میں کسنبڑا چک چک ہاری  
 ہورناں چکیا بوہیا بوہیا میں بھر لٹی پٹاری  
 کسنبڑا چک چک ہاری نی میں کسنبڑا چک چک ہاری  
 چک چکا کے میں ڈھیری کیتا آن لتھے بیوپاری  
 کسنبڑا چک چک ہاری نی میں کسنبڑا چک چک ہاری  
 ادھی گھائی مشکل پنڈا سر پر گٹھری بھاری  
 کسنبڑا چک چک ہاری نی میں کسنبڑا چک چک ہاری

عملاں والیاں سب لنگھ گئیاں رہ گئی اوگن ہاری  
 کسنبڑا چک چک ہاری نی میں کسنبڑا چک چک ہاری  
 است کہیا جد اکھیاں لایاں وے ہن نہ پاوساری  
 کسنبڑا چک چک ہاری نی میں کسنبڑا چک چک ہاری  
 اگے گھروچہ وسدے وسدے وے ہن کی کرلئی تیاری  
 کسنبڑا چک چک ہاری نی میں کسنبڑا چک چک ہاری  
 ساری عمر کھیل ونجائی وے میں اوڑک نوں ہاری  
 کسنبڑا چک چک ہاری نی میں کسنبڑا چک چک ہاری  
 بلھا شوہ میں نیچ کینی شوہ عنایت تاری  
 کسنبڑا چک چک ہاری نی میں کسنبڑا چک چک ہاری

### کافی (۷)

کت کڑے نہ وت کڑے  
 چھلی لاہ بھروٹے گھت کڑے

داج دھونی جاویں گی	تاں کسے نہ بھلی پاویں گی
گن ہوسی تاں شوہ پاویں گی	توں لیکھاں کائی مت کڑے
کت کڑے نہ وت کڑے	چھلی لاہ بھروٹے گھت کڑے
تیرے بابل کنڈھیں پایاں نی	دن تھوڑے چا منگایاں نی
تینوں خبراں اچے نہ آیاں نی	گھر پکیاں دے دن ست کڑے

کت کڑے نہ وت کڑے  
 چھلی لاہ بھروٹے گھت کڑے

تیرے نالدریاں دا ج رنگائے نی  
 توں اٹے پیر کیوں چائے نی  
 کت کڑے نہ وت کڑے  
 انہاں سوہے سالو پائے نی  
 اوتھے جائیں تاں لگی تت کڑے  
 چھلی لاه بھروٹے گھت کڑے  
 بلھا شوہ تینوں ویا ہون آویگا  
 گن ہو ویگا تاں لاوے گا  
 چوڑے بیڑے ہار لیاوے گا  
 نہیں روویں گی بنجورت کڑے

کت کڑے نہ وت کڑے  
 چھلی لاه بھروٹے گھت کڑے

### کافی نمبر ۸

کر کتن ول دھیان کڑے

نت تیں دیندی ماں دھیا  
 نی شرم حیا نہ گوا دھیا  
 کر کتن ول دھیان کڑے  
 کیوں پھرنی اس اینویں دھیا  
 توں کدیں تاں سمجھ نادان کڑے

چرخہ مفت تیرے ہتھ آیا  
 نہیوں قدر محنت دا پایا  
 کر کتن ول دھیان کڑے  
 پلیوں نہیں کجھ کھول گنویا  
 جد ہو یا کم آسان کڑے

چرخہ بنیا خاطر تیری  
 ہونا ننہوں ہور وڈیری  
 کر کتن ول دھیان کڑے  
 کھیڈن دی کر حرص تھور یڑی  
 مت کر کوئی اگیان کڑے

اس چرخے دی قیمت بھاری  
 اپی نظر پھیریں بنکاری  
 توں کی جانیں قدر گواری  
 وچہ اپنی شان گمان کڑے

کر کتن ول دھیان کڑے

چرخہ تیرا رنگ رنگیلا ریس کریندا سب قبیلہ  
چارہ چلدا کرلے حیلہ گھر دا ہووے دان کڑے

کر کتن ول دھیان کڑے

میں کوکاں کر کھلیاں باہیں نہ ہو غافل سمجھ کداہیں  
ایسا چرخہ گھڑیا ناہیں پھیرنتے ترکھان کڑے

کر کتن ول دھیان کڑے

ایسا چرخہ کیوں گنوا یا کیوں توں کھیپہ دیوچہ رلایا  
جد دا ہتھ تیرے ایہ آیا توں کدیں نہ ڈاہیا آن کڑے

کر کتن ول دھیان کڑے

نت متیں دیاں ولئی نون اس بھولی کملی جھلی نون  
جد پوے گا وخت اکلے نون تدہائے ہائے کرسی جان کڑے

کر کتن ول دھیان کڑے

مڈھوں دی توں رجبک دھونی گوہڑیوں نہ توں کتی پونی  
ہن کیوں پھرنی اس تموں جھونی کس دا کریں گمان کڑے

کر کتن ول دھیان کڑے

نہ تکلا راس کراویں توں نہ بانڈ ماہل پواویں توں  
کیوں گھڑی مڑی چرخہ چاویں توں توں کرنی اس اپنا زیاں کڑے

کر کتن ول دھیان کڑے

ڈنگا تکلا راس کرا لے نال ستابی بانڈ پوالے

جیونکر وگدا توں وگا لے      مت کوئی کر اگیان کڑے  
کر کتن ول دھیان کڑے

اج گھر وچہ نویں کپاہ کڑے      توں جھب جھب چرخہ ڈاہ کڑے  
روں ویل پنجاون جاہ کڑے      پھر کل نہ تیرا جان کڑے  
کر کتن ول دھیان کڑے

جد روں پنجاون جاویں گی      سیاں وچہ پونیاں پاویں گی  
مڑ آپے ای پئی بھاویں گی      وچہ سارے جگ جہان کڑے  
کر کتن ول دھیان کڑے

توں آپے روں پنجا یا اے      کیوں کتن باجھ رلایا اے  
ہن جھلی نام رکھایا اے      وچہ سارے جان جہان کڑے  
کر کتن ول دھیان کڑے

تیرے نال دیاں سب سیاں نے      ابناں سب پونیاں کت لیاں نے  
تینوں بیٹھی نوں کچھے پیاں نے      ہن بیٹھی ایں کیوں حیران کڑے  
کر کتن ول دھیان کڑے

دیوا اپنے پاس جگاویں      کت کت سوت بھڑدے پاویں  
اکھیں وچوں رات لنگھاویں      اوکھی کر کے جان کڑے  
کر کتن ول دھیان کڑے

راج پیکا دن چار کڑے      نہ کھیڈ و کھیڈ گزار کڑے  
نہ ہو وہلی کر کار کڑے      گھر بار نہ کر ویران کڑے  
کر کتن ول دھیان کڑے

توں ستیاں زین گزار نہیں مڑ آؤناں دوجی وار نہیں  
 پھر بہناں ایس بھنڈار نہیں وچہ اکو جیڈے ہان کڑے  
 کر کتن ول دھیان کڑے

توں سدا نہ پیکے رہنا ایں نہ پاس انبڑی دے بہنا ایں  
 بھا انت وچھوڑا پیاناں ایں وس پیں گی کس ننان کڑے  
 کر کتن ول دھیان کڑے

کت لے نی کتا لے نی ہن تانی تند انا لے نی  
 توں اپنا داج رنگا لے نی توں تہ ہوویں بھرمان کڑے  
 کر کتن ول دھیان کڑے

جد گھر بیگانے جاویں گی مڑ وت نہ اوٹھوں آویں گی  
 اوٹھے جا کے پچھو تاویں گی کجھ اگدوں کر سمیان کڑے  
 کر کتن ول دھیان کڑے

اج تیرا ایڈا کم کڑے کیوں ہوئی ایں بے غم کڑے  
 کی کر لینا ایں اس دم کڑے جد گھر آئے مہمان کڑے  
 کر کتن ول دھیان کڑے

جد سب ستیاں ٹر جان گیاں پھر مول نہ اوٹھوں آن گیاں  
 اوہ چرے مول نہ ڈاہن گیاں تیرا ترنجن پیو ویران کڑے  
 کر کتن ول دھیان کڑے

کر مان نہ حسن جوانی دا پردیس نہ رہن سیلانی دا  
 دنیا جھوٹی کوڑی فانی دا نہ رہسی نام و نشان کڑے

کر کتن دل دھیان کڑے

اک اوکھا ویلا آوے گا سب انگ ساک بھج جاویگا  
کر مدد پار لنگھاوے گا اوہ بلھے دا سلطان کڑے

کر کتن دل دھیان کڑے

### کافی نمبر ۹

حجاب کریں درویشی کولوں کد تک حکم چلاویں گا

گل وچہ انھی سر پا برہنہ بھلکے روپ وٹاویں گا

اس لالچ نفسانی کولوں اوڑک مونڈ مناویں گا

گھاٹ زکوٰۃ منکن گے پیارے کہو کی عمل دکھاویں گا

جدآں بنیں گی سر پر بھاری اگوں کیہہ بتلاویں گا

حجاب کریں درویشی کولوں کب تک حکم چلاویں گا

جیسی کرنی ویسی بھرنی پریم نگر ورتا را اے

یا تھے دوزخ کٹ دلبر تینوں او تھے کل بہارا اے

کیسر بیج جے کیسر جے لہن بیج کی کھاویں گا

حجاب کریں درویشی کولوں کب تک حکم چلاویں گا

کرو کمائی میرے بھائی ایہو وقت کماؤندا

داؤ ستاراں پیندے نے پھر داؤ نہ بازی ہارندا

اجڑی کھیڈ چھپن گیاں زرداں جھاڑو دکان اٹھاویں گا

حجاب کریں درویشی کولوں کب تک حکم چلاویں گا



کھاویں راس چباویں بیڑے انگ پوشاک لگایا ای  
 ٹیڑھی پکڑی آکڑ چلیں جتی پیر اڑایا ای  
 پلداہیں توں جمد بکرا اپنا آپ دکھاویں گا  
 حجاب کریں درویشی کولوں کب تک حکم چلاویں گا  
 پڑھ سبق محبت اوسیدا بے موجب کیوں لڑنا ایں  
 پڑھ قصے جی پرچاویں اکھیں وچہ کیوں ڈرنا ایں  
 حرف عشق دا اکو نقطہ کیوں کر توں اٹھاویں گا  
 حجاب کریں درویشی کولوں کب تک حکم چلاویں گا  
 اتھے کوئل واسا ہے سن نوں او تھے اصلی ڈیرا ہے  
 لے لے تھے گھل گھراں نوں ایہو ویلا تیرا ہے  
 او تھے ہتھ نہ لگ دا ہے کجھ ایہتھوں ای لیجاویں گا  
 حجاب کریں درویشی کولوں کب تک حکم چلاویں گا  
 کر سودا پاس سودا گر ایہ ویلا ہتھ نہ آوے گا  
 ونج ونوٹے نال شتابی بنجارہ اٹھ جاوے گا  
 تدوں ہونہیں کجھ سکے گا جدوں کوچ نقارہ بجاویں گا  
 حجاب کریں درویشی کولوں کب تک حکم چلاویں گا  
 بھکھ مریندے نام سائیں دے ایہا گل چنگیری اے  
 چونہیں طرفیں پتھر مارن مشکل جیہی پھیری ہے  
 جے توں ٹریں گا اس اگ اتے او تھے سردی پاویں گا  
 حجاب کریں درویشی کولوں کب تک حکم چلاویں گا

اماں بابا بے بے بھیا سب دیکھ دیکھ کے روون گے  
 رتاں کنجاں پتر دھیاں درتے جا کھلوون گے  
 اوہ جولڈے نوں نہیں لٹ دامر کے پھیر لٹاویں گا  
 حجاب کریں درویشی کولوں کب تک حکم چلاویں گا  
 اکلا ایتھوں جانا ہے تے کوئی سنگ نہ جاوے گا  
 خویش قبیلہ روند اپٹ دا راہوں ہی مڑ آوے گا  
 شہروں باہر جنگل وچہ داسا اوتھے ڈیرا لاویں گا  
 حجاب کریں درویشی کولوں کب تک حکم چلاویں گا  
 موئے تاں روز حشر نوں اٹھن گے عاشق نہ مر جاوے گا  
 وڈی نصیحت کرناں ہاں میں جے سن کردل پرلاوے گا  
 جے توں مریں مرن دے آگے مر نیدا مل پاویں گا  
 حجاب کریں درویشی کولوں کب تک حکم چلاویں گا  
 جان راہ شرع دا پکڑیں گاتوں اوٹ محمدی ہووے گی  
 کہندے ہین پر کردے ناہیں ایہو خلقت روے گی  
 ہن ستیاں تینوں کون جگاوے جاگدیاں پچھتاویں گا  
 حجاب کریں درویشی کولوں کب تک حکم چلاویں گا  
 اینویں عمر گنوائی اوگت عقببت چاء رڑھائی اے  
 لالچ کر کر دنیا اتے سفیدی منہ تے لائی اے  
 اے جے بھی سمجھ جے تائب ہوویں تاں آشنا سداویں گا  
 حجاب کریں درویشی کولوں کب تک حکم چلاویں گا

بٹھا شوہ دے چلنا ای تاں چل کہیا چر لایا ہے  
جگ وت لے کی کرنا ہے وطنوں دفتر آیا ہے  
واچدیاں خط عقل گئی سب رو رو حال و نجاویں گا  
حجاب کریں درویشی کولوں کب تک حکم چلاویں گا

### کافی نمبر ۱۰

تسی آو ملو میری پیاری  
میرے ٹرنے دی ہوئیو تیاری

سھے رل کے ٹورن آئیاں	مائیاں پھوپھیاں چاچیاں تائیاں
سھے روندیاں زار و زاری	میرے ٹرنے دی ہوئیو تیاری
سھے آکھن ایہ گل جانی	رہیں ہر دم ہو کے نمائی
تاہیں لگیں گی اوتھے پیاری	میری ٹرنے دی ہوئیو تیاری
سھے ٹور گھراں نوں مڑیاں	میں تاں اک اکٹڑی ہوٹریاں
ہویاں ڈاروں میں کونج تیاری	میری ٹرنے دی ہوئیو تیاری
مبٹھا شوہ میرے من بھاوے	میں کوچھی نوں تے گل لاوے
اک شوہ دی بات تیاری	میری ٹرنے دی ہوئیو تیاری

### کافی (۱۱)

مل لو سہیلو یو میرے راج گہیلو یونی میں ساہورے گھر چلی  
اماں باہل داج رنگایا اک چولی اک چنی  
داج تنہاں دا ویکھ کے میں ہنجوں بھر بھر رنی  
پلک وچھوڑا سیاں میں ڈاروں کونج وچنی

مل لو سہیلڑ یومیرے راج گہیلڑ یونی میں ساہورے گھر چلی  
 رنگ برنگے سول ایتھے چنمڑ جاندے مینوں  
 ایتھوں دے دکھ نالے جاندے اگلے سونیاں کینوں  
 کس نناناں دیون طعنے وڈی نموشی مینوں  
 مل لو سہیلڑ یومیرے راج گہیلڑ یونی میں ساہورے گھر چلی  
 اتھے سانوں رہن نہ مل دا جاناں وارو واری  
 چنگ چنگیرے پٹڑ منگائے میں کس دی پنہاری  
 جس گن پلے سوئی شوہ نوں پیاری کی  
 مل لو سہیلڑ یومیرے راج گہیلڑ یونی میں ساہورے گھر چلی  
 بٹھا شوہ ستار سنی داویلا نکل نہ جاوے  
 مہر عنایت تد ہی ہووے جاں اپنا آپ سناے  
 عدل کریں تاں جانہ کائی فضلوں بخرا پائے  
 مل لو سہیلڑ یومیرے راج گہیلڑ یونی میں ساہورے گھر چلی

کافیوں کے پڑھنے والوں کو چاہئے کہ عوام کے سامنے ان کافیوں کو پڑھیں۔  
 تاکہ وہ اپنے حال پر متنبہ ہوں۔ اور شرمائیں۔ دوسری کافیاں عوام کے سامنے جو  
 افتادگان مغاک غفلت ہیں۔ نہ پڑھنی چاہئیں۔ کہ ان سے ان کو کچھ فائدہ نہ ہوگا۔  
 اور خصوصاً تو حید و معرفت کی کافیاں تو ہرگز ان کے سامنے نہ پڑھنی چاہئیں۔ کہ ان  
 سے ان کے ایمان کا نقصان ہوگا۔ کیونکہ وہ اپنی سمجھ کے ناقص موافق نہیں معلوم کیا  
 سمجھیں گے۔ با ادب اور باتمیز پڑھنے والوں کو اس کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ فرض  
 کیجئے۔ کہ عوام میں ان کو پڑھا گیا۔ جب انہوں نے ان کافیوں کو سنا۔ تین صورتیں

پیدا ہوئیں۔ یعنی جب ان کے دلوں پر غفلت کی مہر لگی ہوئی تھی۔ ان کے کان پر جوں بھی نہ چلی۔ ان پر تاثیر نہ ہوئی۔ کیونکہ ”ہر کجا دورے دوا آں جارسد“۔ اور جن کے دلوں پر مہر نہ تھی۔ ان پر اعلیٰ قدر استعداد خود با تاثیر ہوئی۔ یعنی ایک کو خواہش پیدا ہوئی کہ میں بھی یاد الہی کروں۔ عاشق ہو کر کامل بن جاؤں۔ مگر جب سنا۔ کہ اور تمام خواہشوں کو چھوڑنا پڑے گا۔ یہ مزے جو آب اڑاتے ہیں۔ سب کر کے ہو جائیں گے۔ خیال آیا۔ کہ ایسا مشکل کام کس سے ہو سکے گا۔ پس جب کوئی ایسا مل جائے گا۔ کہ ایک نظر میں کامل کر دے۔ محنت کرنی پڑے نہ مشقت کرنی پڑے۔ تو اس سے ہم ہاتھ ملائیں گے۔ ایسا شخص ابوالہوس اور طالب کاذب ہے۔ تاثیر اس کی ہوئی۔ کچھ پردے غفلت کے اس کے اٹھے تھے۔ مگر خیالات خام نے اس کو غفلت کے گڑھے میں ڈال دیا۔ اور ان کو ان کافیوں کے سننے سے ایسی تاثیر ہوئی۔ کہ طلب صادق پیدا ہو گئی۔ عشق نے اندر سے جوش مارا اور اس کے ولولہ میں اس نے قطعی ارادہ کر لیا ہو۔ کہ کچھ ہو۔ ساری دولت اور خواہشات اور عیش و عشرت لٹ جائے۔ جان تک جائے تو بلا سے۔ کسی طرح محبوب حقیقی ملے۔

### طالب کاذب اور اس کی مثال

طالب کاذب اور صادق کی مثال یہ لکھتے ہیں۔ کہ مثلاً جنگل بیابان لقا و ودق میں دو شخص جاتے ہیں۔ ان کو پیاس لگی۔ ایک تو ایسی پیاس ہے کہ جان نکلے جاتی ہے۔ اور وہ پانی کی تلاش میں ہر طرف دوڑتا ہے۔ اور جانتا ہے۔ کہ اگر پانی نہ ملا۔ تو مر جاؤں گا۔ اس لئے کہ اس کی طلب میں بے چین اور بے قرار ہے۔ اور وہ طلب صادق آب کا ہے۔ اور دوسرے کو پیاس لگی۔ مگر ایسی نہیں جیسی پہلے کو تھی۔ اس نے کہا چلو۔ آگے کہیں پانی مل جائیگا۔ تو چل پیس گئے۔ وہ طالب کاذب

ہے۔ مطلق صادقہ پرستی کی پہلی منزل ہے۔ (عقد بستم سبہ الابرار میں)  
 مولانا جامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

اے دلت را بکف شوق زمام  
 شوق اگر قاید راہب نشود  
 شوق قلاب دل دوراں است  
 شوق کوتاہ کند راہ دراز  
 چون زند شعلہ شوق از دل تاب  
 ہر چہ تسکین دلت دسترس است  
 صدق باید کہ شود شوق فزائے  
 شوق صادق جو شود محمل مرد  
 ہیچ مانع بگزارد در راہ  
 بلکہ پندار د چو دار بمثل  
 کشتی آساش بہم در شکند  
 چون در آں موج از خود شوید دست  
 سیر عاشق شود از شوق تمام  
 کعبہ وصل پناہت نشود  
 جاذب خاطر مہجوران است  
 بر رخ مرد بہ بند دور راز  
 نشود و تشنہ بصد دریا آب  
 آں نہ شوق است ہوا و ہوس است  
 تا بمقصد شود راہ نمائے  
 کعبہ وصل کند منزل مرد  
 تا دراں کعبہ کند منزل گاہ  
 افگند در راہ مقصد خلل  
 رخت ہستیش دریا فگند  
 افتد ماہی مقصد نشست

آج کل طالب کاذب بہت ہیں۔ اور طالب صادق تھوڑے۔ اکثر لوگوں کو

بزرگوں، عاشقوں اور اولیاءوں کا کلام اور ان کا حال سن کر ہوس تو پیدا ہو جاتی  
 ہے۔ طلب صادق پیدا نہیں ہوتی۔

ہوس سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

سبب الابرار میں مولانا جامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

باہوس طلب کند نتوان زد  
 خیمہ در کوئے طلب نتوان زد

ہوس آئین ہوس پاک بود  
 وس ابریت زباران خالی  
 نہ از دگشت اہل آب خورد  
 خواہد دل بستہ در اسباب جہاں  
 خفتہ بر قطع اہل مست و غرور  
 چشمش از طلعت شاہد روشن  
 دل او پروگی پر دہ راز  
 دستش از بازوئے خذلان رنجہ  
 پائے اورہ سپر کوئے خطاء  
 معدہ غارت ہر پختہ و خام  
 کوشش از قول او نصیحت گر  
 ژاژا خالی ہنرو ندانش  
 شبش آبتن ہر فسق و فساد  
 با چنین فعل وصف گر ناگاہ  
 کہ فلاں پیر جہاں پیما گشت  
 واں دگر پردہ عادت بدرید  
 واں دگر کردہ سوئے کوہ نظر  
 واں دگر زو بکرامت قدمے  
 واں دگر لشکر ہمت انگیز  
 زیں مقامات قدم در دل او  
 جان عاشق ز ہوس پاک بود  
 سایہ اش مایہ بے اقبالی  
 نہ ز تن تپ نہ ز دل تاپ برد  
 کشتی افگندہ بگر داب جہاں  
 طبعش از نفس و ہوا پر شر و شور  
 گشت در کاخ بطالب گلشن  
 ماندہ در پردہ از و چہرہ از  
 زدہ در دامن حرمان پنجہ  
 نزدہ گام بجز سوائے ہوا  
 خورد رہم چہ حلال و حرام  
 رام با زمزمہ را شکر  
 ہزل دستور لب خندانش  
 روز او پردہ در صدق و سواد  
 بشنود خارقی ز اہل اللہ  
 قدم خشک ز دریا بگزشت  
 کرد پرواز چو مرغان بہ پرید  
 کوہ سنگ از نظر او شد زور  
 کرد طے بادیہ ہا را بدے  
 لشکرے را بدعائے خوں ریخت  
 کہیں مقامات شود حاصل او

چند روزے وہ مرداں گیرد شیوہ راہ نور داں گیرد  
 لیکن آں شیوہ اراز صدق تہی ندہد بہرہ بجر دل بہ بہی  
 صدق باید کہ شود شوق فرمائے ترا مقصودہ شود راہ نمائے  
 یہ بات یقیناً مان لیجئے۔ کہ طالب صادق کو مرشدان کامل بھی چھاتی سے  
 لگاتے ہیں۔ اور ان کو ان کی مراد پہنچاتے ہیں۔ اور طالب کاذب کو منہ نہیں لگاتے۔  
 ایک بزرگ کامل کو کسی نے لکھا۔ کہ کسی جا شیخ کامل ہو۔ تو بتائیے۔ انہوں نے اس  
 کے جواب میں لکھا۔ کہ شیخ کامل تو بہت بتادوں گا۔ کہیں طالب صادق ہو تو  
 بتائیے۔ کذافی رشحات پس راہ عشق الہی میں پہلے سب سے طلب صادق کا پیدا ہونا  
 بڑی رحمت ہے۔ کیونکہ یہ منزل بڑی دشوار گزار ہے۔ ہزاروں زحمتیں اور خواریاں  
 اور ذلتیں اس میں ہیں۔ پھر بقول آنکہ کوئی ”پرلے پار لنگھدے“ ہیں۔ طلب  
 صادق کا پیدا ہونا پہلی تجلے بندہ پر ہے۔ اسی سے ارادت پیدا ہوتی ہے۔ جیسے  
 مولانا جامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

تا بر اہل طلب خدائے مجید متجلی نہ شد باسم مرید  
 با ارادت کسے نہ شد موصوف نہ محبت کسے نہ شد معروف

ہر کہ دے از کش خود گوید سخن

گفتش از کشف بر سر بزن

جب پہلی تجلی اسم مرید کی بندہ پر منجانب اللہ ہوگئی۔ تب وہ طالب صادق ہو کر  
 مرشد کی تلاش میں ہوا۔ کہ بدوں مرشد اور ہادی کے یہ راہ طے نہیں ہوتا۔ حضرت  
 بلھے شاہ صاحب قدس سرہ فرماتے ہیں۔

جو کوئی اس نوں بھالن جاوے باہجہ وسیلے ہتھ نہ آوے



شاہ عنایت بھیت بتاوے تاں کھلے سب اسرار  
 میں ہن لکھیا سوہنا یار  
 مگر طالب صادق کو مرشد کی تلاش میں بڑی مشکل پیش آتی ہے۔ دنیا میں  
 اشخاص کامل مرشدان ذوی الکرام دونوں موجود ہیں۔ یہ اندھا ہے۔ اور اپنے  
 خیالات عام اور حالات کی ناقصی سے ان کو پہچاننا چاہتا ہے۔ پھر کیونکر مرشد کامل کو  
 پہنچے۔ بہت بڑی پہچان اس کے نزدیک یہ ہے کہ جس سے کوئی کرامت ظاہر ہو۔ وہ  
 کامل ہے۔ اور کاملوں کا یہ حال کہ وہ اظہار کرامت سے ہزاروں کوس بھاگیں۔  
 ہاں! مرضی مولا سے کسی موقع پر کوئی کرامت خود بخود ظاہر ہو جائے۔ تو کچھ مضائقہ  
 نہیں۔ کمال کا دعویٰ کرنا بارادہ خود کرامت کا ظاہر کرنا اچھا نہیں جانتے۔ نہ ایسا  
 کرتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ۔

کشف و کرامات را بجوئے نئے ارزم

ایک بزرگ نے فرمایا کہ

اگر بر آب روئے حسنی باشی  
 اگر بر ہوا پری مکسے باشی  
 و آنکہ دار دو از کرامت ہاش لاف  
 سگ شمار ندش کہ گوید عاف عاف  
 دل بدست آرا کہ کسی باشی

مغربی

از خرے دار دو لیکن خر سوار	وانکہ این کس را خرید است یار
چوں ماز سر کشف و عتیم	بماخن کشف و کرامات چہ گوئی

ایسہا بہ حقیقت ہمہ آفاق طریقہ

ما در طلب از جملہ آفات گزشتیم

جب یہ حال ہے کہ طالب صادق کو کامل ناقص سے تمیز کرنا بڑا مشکل ہے۔ یہ مسئلہ محققہ ہے۔ کہ جس قدر کامل ہوا۔ وہ ظاہر میں مثل ہمارے تمہارے کام کرتا ہوگا۔ مگر باطن میں اللہ سے واصل ہوگا۔ رتبہ دل یہ یار دوست بدکار اس کو حاصل ہوگا۔ یہی حال حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا۔ جن کی شان میں شہیدی کہتے ہیں۔

ادھر اللہ سے واصل ادھر مخلوق میں شامل

خواص اس برزخ کبریٰ میں تھا حرف مشد کا

طالب کی نظر ظاہری حالات پر ہوتی ہے۔ ظاہر حالات ناقص اور کامل کے اکثر برابر ہوتے ہیں۔ بلکہ بعض اوقات ناقص ایسی چکنی چڑی باتیں بناتا ہے اور کرتا ہے۔ کہ سادہ لوح آدمی جھٹ مار کھا جاتا ہے۔ اس پر اس کو اعتقاد آ جاتا ہے۔ اور اس سے ہاتھ میں ہاتھ دے دیتا ہے۔ جب وہاں سے کشود کار نہیں ہوتا۔ اور دوسری جگہ اجازت نہیں پاتا۔ تو پھر ساری عمر اپنے نصیبوں کو روتا ہے۔ اس لئے طالب صادق پر منزل بڑی سخت اور بھاری ہے۔ اور بڑی تاکید ہے کہ کسی کے ظاہری حالات کو دیکھ کر اس کی چکنی چڑی باتیں سن کر ہاتھ کو ہاتھ مس نہ دینا چاہئے۔ کہ پھر علاج کچھ نہیں ہے۔ چنانچہ مولانا روم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

اے بسا ابلیس روئے آدم ہست پس بہر دستے نیامداد دوست

اور بعض صاحبوں کا یہ قول ہوتا ہے۔ کہ مرشدان کاملین پہلے زمانہ میں ہو چکے

ہیں۔ اب کوئی نظر نہیں آتا۔ یہ وہی بات ہے کہ مجھ کو یونہی دکھائی دیتا ہے۔ کہ جہان

میں کوئی نہیں۔ یہ نادرست ہے۔ کہ کوئی ایسا زمانہ نہیں ہوتا۔ جس میں مرشدان کامل صاحبان ارشاد نہ ہوں۔ وہ وارثان علوم نبوی ہیں۔ قیامت تک یہ سلسلہ جاری رہیگا۔

ہاں! یہ بات ضرور ہے کہ آج صاحب ارشاد یہاں ہیں۔ کل وہاں پس تلاش کرنا ضرور ہے۔ بزرگوں نے مرشدان کامل کی پہچان یہ فرمائی ہے۔ کہ جس کی صحبت میں تم کو اللہ یاد آئے۔ دنیا سے نفرت پیدا ہو۔ اس کی صحبت اختیار کرو۔ اور جس کے پاس بیٹھنے سے ایسا حال نہ ہو اس سے دور بھاگو۔ اس میں خواجہ عزیزان علی رامینی قدس سرہ کی رباعی مشہور ہے۔ جو خواجگان خاندان نقشبندیہ سے ہیں۔

### رباعی

باہر کہ نشینی و نشد جمع دولت      وز تو زرمید زحمت و آب و گلت  
رہنہار ز صحبتش گریزاں یلباش      ورنہ نکلند روح عزیزاں چنت

اور مرشد کامل کی پہچان میں خواجہ نقشبندیہ قدس سرہ فرماتے ہیں۔

سہ نشان بود ولی ز از نخست آں بمعنی  
کہ چور وئے او بہ بنی دل تو بدو گراںید  
دوم آنکہ در مجلس چوں سخن کند ز معنی  
ہم راز ہستی خود ز حدیث دور باںید  
سوم آں بود معنی دے اخص عالم  
کہ ز ہیچ عضو او را در حرکات بد نیاسید

اس منزل سے بھی وہی نکلتا ہے۔ جو سعادت مند ازلی ہو۔ اور فضل الہی شامل حال اس کے ہو۔ اس کی تین صورتیں ہوتی ہیں۔

(۱) یا اس کو مرشد کامل تلاش سے مل جاتا ہے۔

(۲) یا ہدایت غیبی سے مرشد اس کو بتاتا ہے۔

(۳) یا مرشد کامل کو غیب سے اس کے پاس بھیجا جاتا ہے۔

اور بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے۔ کہ شخص کامل تو مل جاتا ہے۔ مگر اسکے پاس اس طالب کا حصہ نہیں ہوتا۔ تو پھر اس کی ہدایت سے یا اور طرح سے دوسرے کامل کے پاس جاتا ہے۔ اس طالب کا مرشد خاص وہی ہوتا ہے۔ جس سے تکمیل کو پہنچے۔ اور ایسا بھی ہوتا ہے۔ کہ ارادت از یکجا و فیض ز صد جا۔ جب کسی طالب کو مرشد کامل مل جاتا ہے۔ تو سب سے پہلے وہ اپنے تئیں اس کے ساتھ بیچ دیتا ہے۔ جس کو بیعت کہتے ہیں۔ سب اس کا یہ ہے کہ اگر ایسا نہ کرے تو کچھ فائدہ نہ ہو۔ کیونکہ جب مرشد کچھ بتا دے۔ تو یہ بھی اپنی خام خیالی اور ناقصی ہے۔ اس میں رائے لگائے پھر صحت ہو۔ تو درکنار۔ مرض کی زیادتی ہو جائے۔ او اپنے تئیں مرشد سے ہاتھ بعوض ارشاد اور تربیت کے جو مرشد اس پر نثار کرے۔ بیچ دینے سے اس کے سب اختیارات جاتے رہتے ہیں۔ اور مرشد کے ہاتھ میں مثل میت فی ید الغسال ہو جاتا ہے۔ یعنی جس طرح مرشد رکھے۔ اسی طرح سے رہے۔ مرشد اگر جاں بھی مانگے۔ تو اس کے دینے میں دریغ نہ ہو۔ جو مرشد کہے۔ اس کی حکم عدولی نہ کرے۔ اگر کہے کہ کنوئیں میں گر پڑو۔ تو فوراً کنوئیں میں گر پڑے۔ اگر کہے کہ آگ میں چلا جا۔ تو بلا تامل آگ میں چلا جائے۔ اور اس بات کا اس کے دل میں خیال بھی نہ آوے۔ کہ آگ میں جل جاؤں گا۔ اس کی بیعت صادق ہوگی۔ ورنہ کاذب رہے گی۔ بعض اوقات مرشدان صادق و کذب ارادت طالب کا امتحان بھی کرتے ہیں۔ کوئی سعادت مند ازلی ہی اس امتحان میں کامیاب ہوتا ہے۔ جیسے

نجات میں دیکھو۔ صفحہ ۳۳

لکھا ہے کہ مولانا شمس الدین تبریزی قدس سرہ قونیہ میں ۶۲۹ھ میں مولانا جلال الدین رومی قدس سرہ کے پاس تشریف رکھتے تھے۔ تو مولانا شمس الدین تبریزی قدس سرہ نے مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ آج شاہد کو جی چاہتا ہے۔ کوئی شاہد لادے۔ آپ اپنے حرم محترم کو ان کی خدمت میں لے گئے۔ اور عرض کیا کہ شاہد عرض ہے۔ حضرت مولانا شمس الدین قدس سرہ نے فرمایا۔ کہ یہ میری بہن ہے۔ کوئی پسرنا زمین لانا چاہئے۔ آپ اسی وقت اپنے پسر سلطان ولد کو ان کی خدمت میں لے گئے۔ پھر ان کو دیکھ کر مولانا شمس الدین تبریزی قدس سرہ نے فرمایا۔ یہ میرا فرزند ہے۔ اب شراب کو جی چاہتا ہے۔ آپ اسی وقت گئے۔ اور محلہ کالاں میں سے ایک گھڑا بھرا لائے۔ مولانا شمس الدین تبریزی نے فرمایا۔ کہ میں تو قوت مطلوبت اور مبعث مشرب مولانا کا امتحان کرنا چاہتا تھا۔

فی الواقع جس قدر کہیں زیادہ اس سے ہے۔ اس مقام کا یہ شعر حافظ علیہ الرحمۃ کا ہے۔

بے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغاں گوید

کہ سالک بے خبر بود ز راہ و رسم منزلہا

بعد بیعت کے مرشد مرید کو ذکر کی تلقین کرتا ہے۔ اسی طرح جس طرح اس کو

اپنے مرشدوں نے فیض پہنچایا ہے۔ اور فکر بتلاتا ہے۔ ذکر اگر قالب ہے۔ تو فکر اس

کی جان ہے۔ ذکر بے فکر ایسا ہے۔ جیسا قالب بے جان ذکر اور فکر کے اقسام اور

طریقے بہت سے ہیں۔ جن کو مرشدان جانتے ہیں اور یہ بھی ان کو ہی اچھی طرح

معلوم ہوتا ہے۔ کہ کونسا ذکر اور فکر مناسب حال طالب کے ہوتا ہے۔ وہ بتلاتے ہیں۔ اور اگر ذکر اور فکر جب تک اس طریقے اور شرائط سے نہیں کیا جاتا۔ جس طریقے اور شرائط سے مرشد بتاتا ہے۔ کبھی فائدہ نہیں کرتا۔ اقسام اذکار میں سے افضل الذکر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے۔ اس کو اپنی اصطلاح میں نفی اثبات کہتے ہیں۔ فقرہ لا الہ نفی ہے کہ کوئی اللہ نہیں ہے۔ اور فقرہ الا اللہ اثبات ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ مگر اللہ ہے۔ پس لا الہ سے تمام (الہ باطلہ کی نفی کی جاتی ہے۔ اور الا اللہ سے ان کی جائے الہ حقیقی کا اثبات کیا جاتا ہے۔ اس مقام میں طالب کا زبان سے الا اللہ کہنا) ذکر اور اس کے ساتھ ہی اس کے معنی سے نفس الہ باطلہ کی اور اثبات الہ حقیقی کا کرنا فکر یا ملاحظہ معنی ہے۔ اور چونکہ امراض جن کا ازالہ اور علاج منظور ہوتا ہے۔ طالب کے خیال اور عقیدے میں ہوتی ہیں۔ اس لئے بدون فکر اصلی اور ملاحظہ معنی حقیقی کے صرف زبان سے کلمہ پاک لا الہ الا اللہ کہنا یا اس کے ساتھ معنی رکھی جاننا طالب حق کو کچھ فائدہ نہیں دیتا۔ کس لئے کہ ایسے حال میں وہ جھوٹا ہوتا ہے۔ اس وجہ سے کہ الہ کہتے ہیں۔ اس کو جس کی طرف دل کا منہ ہو۔ اور جس کو دل سجدے کرتا ہے۔ اور وہ دل پر خدائی کرتا ہے۔ ثبوت اس کا آیت والا ہوا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ الہ اس کا اس کی ہوا یعنی خواہش طبعی ہے۔ پس یہ زبان سے لا الہ کہتا ہے۔ یعنی الہ باطلہ کی نفی کرتا ہے۔ اور دل میں ہزاروں الہ قائم ہیں۔ ان کی نفی نہیں کرتا۔ تو جھوٹا ہے۔ چونکہ الہ کے یہ معنی ہیں۔ کہ جس کی طرف دل متوجہ ہو۔ اور دل جس کو سجدہ کرے۔ وہ الہ اس کا ہے۔ اس لئے ہر مقصود دل میں اس کا ایک الہ ہے یہاں مرشد فرماتے ہیں مقصودک۔ معبودک۔ اور فرماتے ہیں۔

## بیت

غیر حق یک ذرہ کان مقصود تست  
تیغ لا برکش کہ آں معبودت ست

اور اکثر طریقہ یہ ہے۔ کہ لا الہ الا اللہ کے معنی ملاحظہ لا مقصود (الا اللہ) بتاتے ہیں۔ پھر جب اس قول میں ظاہراً و باطناً طالب ہو جاتا ہے۔ تو لا مشہود والا اللہ بتاتے ہیں۔ اور پھر جب اس قول میں طالب سچا ہو جاتا ہے تو لا معبود الا اللہ بتاتے ہیں اور ملاحظتات الخمس یوں بھی لکھتے ہیں۔ لا معبود الا اللہ لا مطلوب الا اللہ لا مقصود الا اللہ لا مشہود الا اللہ لا موجود الا اللہ۔ سلسلہ الذہب میں مولانا جامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ (دیکھو صفحہ ۳۶)

اے کشیدہ بکلک و ہم خیال	حرف زائد بلوخ دل ہمہ سال
گشتہ درکار گاہ بو قلمون	تختہ نقشہائے گونا گوں
چند باشد ز نقشہائے تباہ	لوح تو تیرہ تختہ تو سیاہ
حرف خواں صحیفہ خود باش	ہر چہ زائد بسوئے باب تراش
دلت آئینہ خدائے نماست	روئے آئینہ تو تیرہ چراست
صیقلی دار صیقلے مے زن	باشد آئینہ ات شود روشن
ہر چہ فانی از و زود وہ شود	و آنچه باقی و آگرہ نمود شود
صیقلے آں اگر ازاں نہ آگاہ	نیست جز لا الہ الا اللہ
لا نہنگیست کائنات آشام	عرش تا فرش و کشیدہ بکام
ہر کجا کردہ آں نہنگ آہنگ	از و مانہ بوئے ماندہ نہ زنگ
ہست پر کار کار گاہ قدم	کر داعیان کشیدہ خط عدم

کرسی لا مثلث ایست صغیر  
 چوں از تنگ نائے رخنہ لا  
 گرچہ لا داشت تیرگی عدم  
 گرچہ لا بود کاں کفرِ جہود  
 چوں کند لا بساط کثرت طے  
 آں رہا یذ نقش بیش و کمت  
 تا نسازی حجاب کثرت دور  
 دائم آں آفتاب تابان ست  
 بگر بزوں آئی از حجاب توئی  
 در زمین و زمان و کون و مکان  
 هست ازاں پر تو آفتاب ازل  
 تو حجابی و بے حجاب خودی  
 گر زمانے ز خود خلاص شوی  
 جذب آں فیض یا بد استیلا  
 نفی اثبات بار بر بندند  
 گام بیرون نہی زد ام غرور  
 ہم بوقت شنیدن و گفتن  
 از ہمہ غائب و بحق حاضر  
 سکرو ہشاریت یکے گرود  
 دیدہ ظاہر تو برو گراں

اندر و مضمحل جہاں کبیر  
 جستی افتاد کار با الا  
 وار د الا فروغ نور قدم  
 بہست الا کلید گنج شہود  
 دہد الا ز جام وحدت مے  
 دیں رسانید بو وحدت قدمت  
 ند ہد آفتاب وحدت نور  
 از حجاب تو از تو پنہاں ست  
 مرتفع گرود از میانہ دوئی  
 ہمہ او بنی آشکار و ونہاں  
 کہ درد افتد از حجاب خلل  
 پردہ نور آفتاب خودی  
 مہیٹ فیض نور خاص شوی  
 ہم ز لا داری ہم از الا اللہ  
 طا طرت زیر بار نہ پسندند  
 بہرہ ور گردی از دوام حضور  
 ہم بہنگام خوردن و نختن  
 جسم و جانت بود بحق ناظر  
 خواب و بیداریت یکے گرود  
 دیدہ باطنت بحق نگراں



ہر کہ حق دار و نور معرفت  
جان بحق تن بغیر حق کائن  
ظاہر او بخلق پیوستہ  
از دروں آشناؤ ہم خانہ  
راہ اہل ملامت است این راہ  
خیز جامی و خاک این راہ باش  
اور ایضا فرماتے ہیں۔

دیکھو صفحہ ۶ سلسلہ الذہب

چوں کنی در خویش بیگہ گاہ  
پر تو نورِ حق ظہور کند  
این دم از غیر نفی جو دکنی  
با خدا در بلندی و پستی  
لب کشادہ نہنگ لا و دم  
من و مارا برو تمام فرد  
پیش چشم شہود و مطلق  
شنود گوش جانت از ہر سو  
لا و ہو ہر دونی اثبات اند  
چند ازیں غافلے و گمراہی  
لا و ہد لا و ہوت قوت و قوت  
ہوا و ہوس درد نری

کائن کائن بود صفتش  
تن ز حق جاں ز غیر حق بائن  
باطن او ز خلق بکستہ  
در بروں در لباس بے گانہ  
در عزامت سلامت است این راہ  
ہر چہ داری بخاک این راہ باش

کلمہ لا الہ الا اللہ  
ظلمت ہستی از تو دو کند  
محو اشراک در وجود کنی  
کس نیابی شریک در ہستی  
دو جہاں را کشید بگم عدم  
بر سر آرد ز قصر گوہر ہو  
ہیچ ناید بجز ہویت حق  
لا سوا فی الوجود الا ہو  
ثانی غیر و مثبت ذات اند  
لا ہو در وجود کن لا ہی  
پیرو تا سرا دق ملکوت  
تاز لا نگزری بہ ہو نری

ہو کنایت زغیب ذات شناس  
 ہج ذاتے بذات او نرسید  
 ایں چہ مجدد بہاست سبحانہ  
 اے ہمہ قدسیان قدوسی  
 دو جہاں جلوہ گاہ وحدت تو  
 ہم مقررگفتہ با تو ہم جاہد  
 مکینیش بروگرد ذات قیاس  
 عقل کل در صفات او نرسید  
 دیں چہ عزما اعزا سلطانہ  
 گرد لوئے تو در زمین بوسی  
 شہد اللہ گواہ وحدت تو  
 لمن الملک اللہ الواحد

### رباعی

در ذات مقدسش کے رارہ نیست  
 از عین جلال ہیچکس آگہ نیست  
 سرمایہ ہر کارواں کہ رہش طلبید  
 جز گفتن لا الہ الا اللہ نیست  
 شعر

ما تجا روب لانه روبی راہ  
 کے رسی در سرائے الا اللہ

### شعر

تیغ لا در قتل غیر حق براند  
 ماند الا اللہ باقی جملہ رفت  
 در نگزراں پس کہ غیر از لا چہ ماند  
 شاد باش اے عشق شکرکت سوزگفت

### مسئلہ تاثیر ذکر

الَا بِذِکْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ۔ یعنی واضح ہو کہ ذکر اللہ کی تاثیر یہ ہے  
 کہ اس ذکر سے اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ اور حضرت شاہ صاحب غلام

جیلانی رہتکی قدس سرہ شرح چوپالوں میں فرماتے ہیں کہ ذکر نور بھی رکھتا ہے۔ اور نار بھی۔ چنانچہ وصایا میں لکھا ہے کہ جب نار سویدائے دل سے بذریعہ بخار لطیف کے اعضاء میں پہنچتی ہے۔ تو ان سب چیزوں کو جو اس کی جناب کے لائق نہیں ہوتیں۔ جلا دیتی ہے۔ اور نور ذکر کا جو تابع نار کے ہے۔ اس چیز کے جو اس کی جناب کے لائق نہیں ہے۔ دل کو مصفیٰ کرتا ہے۔ پس نار اور نور تغیرات صفات ذمیرہ اور ان کو حمیدہ میں تبدیل کرنے میں ایک اثر کرتے ہیں۔ بشرطیکہ استعداد قابلیت قبول اثر کی ہو۔ خواجہ علی رامیتنی رحمۃ اللہ علیہ

### رباعی

چوں ذکر رسد و لت درد کند      آں ذکر بودک مرد وافر د کند  
ہر چند کہ خاصیت آتش دارد      لیکن دو جہاں بردل تو سر و کند

### مسئلہ استعداد اور قابلیت

ہر ایک امر کی استعداد اور قابلیت ہر شے میں جدا ہوتی ہے۔ اگر اس استعداد اور قابلیت کو نقطہ عمودی فرض کریں تو نقطہ ابتداء یعنی زیرین سے انتہاء یعنی راس تک اس خط کا ہر نقطہ ایک مقام ہوگا۔ اور اگر سو درجے فرض کریں۔ تو ہر ایک درجہ بلکہ ہر ایک دقیقہ ثانیہ وغیرہ ایک ایک مقام ہوگا مگر مجملًا تین مقام کہہ سکتے ہیں۔

(۱) ایک مقام ابتداء یعنی زیرین جہاں صفر ہے۔

(۲) مقام متوسط ۵۰ درجے پر ہے۔

(۳) مقام انتہائی یعنی بالائی سو درجے پر ہے۔

اگرچہ مسئلہ یہ ہے۔ کہ قابلیت و استعداد عشقی ہر ایک انسان میں ہوتی ہے۔ مگر

یہ بات نہیں ہے۔ کہ ہر ایک میں وہ ایک سی ہو۔ بلکہ کسی میں بہت کم۔ کسی میں بہت زیادہ۔ کئی میں ان کے متوسط ہوتی ہیں۔ جس میں بہت کم ہوتی ہے۔ اس کو کامل الاستعداد کہا جاتا ہے۔ اس کو یوں سمجھ لو۔ کہ ایک گھاس گیلی ہے۔ ایک خشک کامل الاستعداد مثل خشک گھاس کے ہے۔ اس میں نارز کر بہت جلد اثر کرتی ہے۔ اور اس کی آتش عشق کو بھڑکاتی ہے۔ اور متوسط الاستعداد مثل گیلی گھاس کے ہے۔ جب ایک زمانہ میں اس کی نمی جاتی رہتی ہے۔ تب اس میں نارز کر آتش لگاتی ہے۔ اس اختلاف الاستعداد اور قابلیت کو مرشدان کامل جو حکماء و حاذق طب روحانی کے ہیں۔ خوب جانتے ہیں۔ ان کو اس کا تجربہ ہوتا ہے۔ علی القدر استعداد اور قابلیت کے وہ علاج کرتے ہیں۔ اور ذکر اور شرائط اس کو بتاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مرشدان کامل کسی کو کچھ کسی کو کچھ ذکر بتاتے ہیں۔ ایک پر رنگ جلدی چڑھ جاتا ہے۔ اور دوسرے پر دیر میں۔ اور تیسرے پر جو ناقص الاستعداد ہوتا ہے۔ کچھ بھی نہیں چڑھتا ہے۔ جو طالب اس مسئلے سے واقف نہیں ہوتا۔ اور اس کے حصول مراد میں توقف ہو جاتا ہے۔ تو وہ گھبراتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ ہم نے بہت کچھ ذکر کیا۔ بہت سر پیٹا۔ مگر کچھ نہ ہوا۔ وہ الزام تاثیر ذکر یا توجہ مرشد پر لگاتا ہے۔ یہ نہیں جانتا کہ قصور اپنی استعداد اور لیاقت کا ہے۔ اور جو اس سے واقف ہوتا ہے۔ وہ کچھ نہ کچھ کئے جاتا ہے۔ مایوس نہیں ہوتا۔ آخر کچھ نہ کچھ پالیتا ہے۔ ناقص الاستعداد یا متوسط الاستعداد کا یہاں ذکر کیا جائے۔ طالب صادق کامل الاستعداد کا ذکر کیا جاتا ہے۔ کہ کیونکہ ذکر سے عشق الہی پیدا ہوا۔ اور کیونکہ وہ تکمیل کو پہنچا۔ اور کانیوں کی شرح کے لئے فرض کر لیا۔ کہ اس طالب صادق کا اسم مبارک بلکھا ہے۔ اور مرشد کا نام شاہ عنایت قادری قدس سرہ۔ اور اگرچہ یہ ایک نقشبندی خیال ہے۔ مگر تحقیق

سے معلوم ہوگا۔ کہ کسی نہ کسی رفیق کا واقف حال ہے۔

طالب صادق کو ذکر اور توجہ مرشد سے عشق الہی پیدا ہونے کا بیان صاحبو! ایک طالب صادق کو دولت بیعت مرشد کامل نصیب ہوئی۔ کامل نے طالب کو ذکر تلقین فرمایا۔ شرائط داخلی اور خارجی ذکر کر کے معہ اس کی ترکیب کے کئے۔ اور فرمایا۔

برزخ و ذات و صفات و شد و بد و تحت و فوق

مے فزائید طالبان را کل نفس ذوق و شوق

اور اس شعر کے مطلب کو اچھی طرح سمجھایا اور فرمایا کہ العبادۃ خلاف العادت سعادت آنست کہ ترک عادت کنی۔ نماز لے کہ بعبادت گزاردہ اعادت کنی۔ طالب صادق نے ان شرائط داخلی اور خارجی کے ساتھ۔ جو مرشد نے بتائی تھیں۔ ذکر نفسی اثبات کا معہ ملاحظہ کے شروع کیا۔ اور نہایت کوشش اور محنت اس میں کرتا رہا۔ چونکہ استعداد عشق بدھتا تھا۔ چند روز میں بفضلہ خدا تعالیٰ دل حرکت میں آیا۔ اور شب و روز دل پر ضریر میں الا اللہ کی پڑتی رہیں۔ تو اس کے باطن کے کان کھلے۔ خواب غفلت سے جاگا۔ اب تو اس کو اللہ کے نام سے کچھ انس ہو گیا۔ اس سے چین سا آنے لگا۔ اور ذکر میں جی لگنے لگا۔ روح کو ذکر کی غذا ملنے لگی۔ پھر تو طالب صادق شوق سے اور بھی محنت کرنے لگا تھوڑے دن کے بعد شوق کے درجہ سے محبت کے درجہ تک جا پہنچا۔ کہ دل میں اللہ کے نام سے محبت پیدا ہوئی۔ اور بھی چاہنے لگا۔ پھر اللہ کا نام لیا جاوے۔ بدوں ذکر کہ بے کلی سی ہونے لگی۔ پھر وہ طالب صادق محبت سے ذکر میں اور بھی محبت کرنے لگا۔ اب تو چند روز میں جذبہ یعنی مقدمہ عشق کا وارد ہوا کہ محبت عشق کے نام پر ٹھنڈے سانس بھرنے لگا۔ روح اندر

سے تڑپنے لگی۔ روح کی تڑپ کے ساتھ تنفس بھی تیز ہونے لگا۔ بے خودی بھی ہونے لگی۔ وہ گھڑی لذت ذکر میں آئی۔ کہ ذکر کرتے کرتے گر پڑے۔ کچھ سرت نہ رہی کہ کہاں ہیں۔ جب روح تڑپنے سے ٹھہری۔ تنفس بند ہوا۔ تو ہوش آیا، معلوم ہوا کہ سر کہیں ہے۔ اور پاؤں کہیں۔ کہتے ہیں۔ آہا ہا ہا۔ کیا لذت اور مزا ہے۔ اور کیوں نہ ہو۔ جب نفس کی خواہشوں میں یہ مزے ہیں۔ تو روح کی خواہشوں کے مزوں کا کیا کہنا۔ مہبان خدا اسی مزے پر تو مرتے پھرتے ہیں۔ کوئی باغ میں ذکر کرتا ہے۔ تو کوئی جنگل اجاڑ میں۔ آندھی آئے مینہ آئے۔ مگر ذکر کا وقت نہ ملے۔ اب تو یہ حال میاں طالب صادق کا ہو گیا۔ کہ باہر بھی کہیں اللہ کا نام سن لے۔ تو لوٹ گیا۔ حال وارد ہو گیا۔ منہ ٹوٹا۔ چوٹیں لگیں۔ کپڑے پھٹے۔ کسی کو کچھ خبر نہیں۔ کوئی ان کے حال سے عبرت پکڑتا ہے۔ اور کوئی کہتا ہے۔ میاں مکار ہے۔ فریبی ہے۔ کمانے کا ڈھنگ نکالا ہے۔ پہلے بھی تو یہی تھے۔ گلیوں میں جوتیاں چنچاتے تھے۔ اب کیا ہو گیا۔ جو یوں لوٹے پھرتے ہیں۔ یہ سب بناوٹ ہے۔ مگر یہ کچھ نہیں بولتے چپ ہیں۔ نشہ محبت میں جھومتے ہوئے پاؤں ڈالیں کہیں پڑے کہیں آئے۔ اور درد سے زبان پر نہ لائے۔

### کافی نمبر ۱۲

عشق اسماں نال کیہی کیتی لوک مریندے طعنہ

دل دی دیدن کوئی نہ جانے اندر دیس بے گانے

جس نوں چاٹ امر دی ہووے سولی امر پھانے

ایس عشق دی اوکھی گھائی جو چڑھیا سو جانے

عشق اسماں نال کبھی کبھی لوک مریندے طعنہ  
 آتش عشق فراق تیرے نے پل وچہ ساڑ وکھایاں  
 ایس عشق دے ساڑے کولوں جگ وچہ دیاں دوہایاں  
 جس تن لگے سوتن جانے دو جا کوئی نہ جانے  
 عشق اسماں نال کبھی کبھی لوک مریندے طعنے

میں دے ایانی نہیوں کی جاناں جانے گھڑ سیانی!  
 اوس ماہی دے صدقے جاواں جس داہور نہ ثانی  
 روپ سروپ انوپ ہے اس دا شالا جوانی مانے  
 عشق اسماں نال کبھی کبھی لوک مریندے طعنے

ہجر تیرے نے جھلی کر کے کملی نام سدایا  
 صم "بگم" غمی". ہو کے اپنا وقت لنگھایا  
 کرہن نظر کرم دی سایاں نہ کر زور دھگانے  
 عشق اسماں نال کبھی کبھی لوک مریندے طعنے

ہس بلاون تیرا جانی یاد کراں ہر ویلے  
 پل پل دے وچہ درد ہجرتھیں عشق مریندے سیلے  
 رو رو یاد کراں دن راتیں پچھلے وقت وہانے  
 عشق اسماں نال کبھی کبھی لوک مریندے طعنے

عشق قصائی نے جیہی کبھی ہرگز خبر نہ کائی  
 عشق چواتی لائی چھاتی پھیر نہ جھاتی پائی  
 ماپیاں کولوں چھپ چھپ روواں کر کے لکھ بہانے

عشق اسان نال کبھی کیتی لوک مریندے طعنے  
 فضل تیرا درکار اسانوں ہر ویلے ہر حیلے  
 بکھا شو بے ملے پیارا لکھ کراں شکرانے  
 عشق اسان نال کبھی کیتی لوک مریندے طعنے

### کافی نمبر ۱۳

متر پیارے دے کارن نی میں لوک الاہے سہنی ہاں  
 لگا نہیوں میرا جس سیتی سرہانے ویکھ پلنگ دے جیتی  
 عالم کیوں سمجھاوے ریتی میں وٹھے باہجھ نہ رہنی ہاں  
 متر پیارے دے کارن نی میں لوک الاہے سہنی ہاں  
 تسیں سمجھاؤ میری بھوری رانجھن میتھوں رہندا چوری  
 جیندے عشق گھتی گل ڈوری میں آرام کر کے نہیں بہنی آں  
 متر پیارے دے کارن نی میں لوک الاہے سہنی ہاں  
 برہوں آوڑیا وچہ وہڑے زور ہزار دیوے تن گھیرے  
 دارو درد نہ باہجھوں تیرے آوں تجن میں مردی ہاں  
 ف جزوی متر پیارے دے کارن نی میں لوک الاہے سہنی ہاں ف جزوی  
 بکھا شوہ گھر رانجھن آوے نال خوشی دے رین وھاوے  
 غمخواری سب میتھوں جاوے اوہ صاحب میں بردی ہاں  
 متر پیارے دے کارن نی میں لوک الاہے سہنی ہاں

اب ان کا یہ حال ہو گیا کہ دنیا کے کام ان کو کھیل تماشا معلوم ہونے لگے۔ دل  
 نے سب کی الفت چھوڑ دی۔ اللہ کے نام اور اس کے نام پر مرنے لگے۔ عاشقانہ



کلام۔ عاشقانہ اشعار۔ شوق اور محبت کی باتیں ان پر اثر کرنے لگیں۔ اب تو یہ میاں  
نوشہ بن گئے۔ موج میں آتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔

بے حجابانہ در آاز درِ کاشانہ ما

کہ کسے نیست بجز ز داد تو در خانہ ما

گر نکیر آید و پرسد کہ بگوربت تو کیست

گویم آں کس کہ نہ بود ایں دل دیوانہ ما

اگر اس حال ذوق اور شوق میں ان کے پاس کوئی آتا ہے۔ اور ان کے وقت کا

ہارج ہوتا ہے۔ تو کہتے ہیں۔ جانی رحمۃ اللہ علیہ

### رباعی

یا رب ہمہ خلق را بمن بد خوکن

و ز جملہ جہانیاں مرا یک سوکن

روئے دل من صرف کن از ہر چہتے

در عشق خودم یک جہت و یک روکن

ہاں ایک مرشد کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔ وہاں کچھ اور حالت ہوتی

ہے۔ کہ مرشد کی صورت دیکھتے ہیں۔ تو روحانی آگ لگتی ہے۔ عشق الہی بڑھتا ہے۔

اور مرشد صاحب کچھ اور ہی نظر آتے ہیں۔ اس سے بھی محبت بڑھتی رہتی ہے۔

وقت معائنہ پر ہر روز حاضر ہوتے ہیں۔ بیٹھے صوت دیکھ کرتے ہیں۔ اس صورت

کے دیکھنے سے ہی خود بخود ذکر دل میں جاری ہو جاتا ہے۔ اور ایک ایسا مکا سا لگتا

ہے۔ کہ بیہوش ہو کر گر پڑتا ہے۔ اس میں کچھ اور ہی مزا ہے طالب اور مرشد کی

روحوں کا ایسا معائنہ ہونے لگا کہ ایک جان ہونے لگیں۔ مرشد کی روح کی عشق

کیفیت طالب کی روح میں سرایت کرنے لگی۔ منزل فنا فی الشیخ شروع ہوئی۔ یعنی دونوں روحوں کے معانقے اور مواصلت ہونے لگے۔ اس میں جو حالات اور واردات پیش آنے لگے۔ اور اس کا اپنی اصطلاح میں کچھ اور ہی نام رکھا۔ شراب کسی اور ہی کیفیت کا نام ہے۔ کباب کسی اور ہی چیز کو کہتے ہیں۔ چور اور ٹھگ کسی اور حال کو قرار دیا۔ اور کہا کہ

بٹھتا پی شراب تے کھاہ کباب بیٹھ بال ہڈاں دی اگ  
چوری کرتے بھن گھر رب دا اس ٹھگاں دے ٹھگ نوں ٹھگ

اس شعر میں معانقہ روحانی کو رمزاً بیان فرمایا۔ اور یہ ایک نہایت عمدہ مسئلہ ہے، طالبوں کو کان لگا کر سننا چاہئے۔ جب ایک شخص دوسرے سے ملتا ہے۔ تو ان دونوں کی رو میں بھی آپس میں ملتی ہیں اور معانقہ اور کشتی کرتی ہیں۔ اور ایک دوسرے سے لپٹتے ہیں۔ کہ جو کیفیت دوسرے کی ہوتی ہے۔ وہ حاصل کر لیتی ہیں۔ خواہ وہ کیسی کیفیت ہو۔ اچھی ہو یا بری جس کی کیفیت غالب آجاتی ہے، وہ دوسرے کو بھی اپنے رنگ میں رنگ لیتی ہے۔ یہاں تک کہ تاثیر کا مسئلہ ظاہر ہوگا۔ کہ کیوں برے آدمی کی صحبت سے بری صفات آدمی میں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اور اچھے کی صحبت میں بیٹھنے سے اچھی صفات بالطبع پیدا ہو جاتی ہیں۔ اسی مقام پر کہتے ہیں۔ کہ طبیعت آدمی کی چور ہے۔ دوسرے کے پاس بیٹھ کر اس کی کیفیت کو ایسا چر لیتی ہے۔ کہ آنکھ سے یا اور کسی حس سے اس کا وہ چرانا معلوم نہیں ہوتا۔ لطائف سلوک میں حضرت شاہ صاحب غلام جیلانی رہتکی قدس سرہ عزیز فرماتے ہیں۔ کہ صحبت اہل دنیا کی طالب حق کو سم قاتل ہے۔ کیونکہ طبیعت جو کچھ اس کے ہم نشین میں دیکھتی ہے۔ اس کے اقتدا کرنے پر مجبور ہے۔ پس ایک طبیعت سے دوسری

طبیعت جو پاتی ہے۔ چراتی ہے۔ اس لئے حکمہ طبع کو چور کہتے ہیں۔ کہ خفیاً  
ہمنشین کے اخلاق کو چراتی ہے۔

سلسلہ الذہب میں مولانا جامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ دیکھو صفحہ ۱۲۷  
طبع دو روز پار بہتر خوئے نافر گیروز مشک از خر بوئے۔  
اسی مقام پر دو ہڑہ ہے کہ۔

بکھا پی شراب تے کھاہ کباب بیٹھ بال ہڈاں دی اگ  
چورچی کرتے بھن گھر رب دا اس ٹھگانڈے ٹھگ نوں ٹھگ

یعنی شاہ عنایت قادری مرشد اپنے کی صحبت میں رہ کر ان کے پاس بیٹھ۔ ان  
کے قلب مبارک سے جو بحکم قلب المؤمن عرش اللہ تعالیٰ گھر رب کا ہے۔ انوار کے  
موتیوں کو چرا۔ اور جب آپ چور بنے۔ تو مرشد کو ٹھگ کہنا ایک مناسبت کا کلام  
ہے۔ اور پیار کی بات ہے۔ اور اولوالعزمی مرشد کی ثابت ہے۔ چور سے ٹھگ مالدار  
ہوتا ہے۔ کسی عاشق نے جس کے کلام میں عین ادب ہے۔ حضرت رسول کریم صلی  
اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں یوں فرمایا ہے۔

سپنہ میں قلم کو لے کے قطرہ کا قطرہ ہی رہا

بل بے سمائی تیری اف ائے سمندر کے چور

سبحان اللہ! عاشقوں کا بھی کیا کلام ہے۔ جس کے کہنے سے عام مردود ہوتے  
ہیں۔ اور خاص مقبول ہوتے ہیں۔ اور وہی اس کے کلام کے لطف کو جانتے ہیں۔  
جن کے دل میں عشق اور حقیقی محبت کی آگ لگی ہوئی ہوتی ہے۔ پس اگر عشق حقیقی کی  
طلب ہے تو عاشقان الہی کے پاس بیٹھنا چاہئے۔ چنانچہ رشحات میں لکھا ہے۔ کہ  
حضرت عبید اللہ احرار نے فرمایا۔

با عاشقاں نشین و ہمہ عاشقی گزین  
باہر کہ نیست عاشق با او مشوق قرین

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

پیش استادے کہ او نجوی بود جان شاگردش از و نحوی بود

باز استادے کہ او نحوی بود جاں شاگرداز و محوی بود

آدمی اس جہت سے کہ اس کو استعداد تام ہم نشینوں سے تاثیر تمام حاصل کرنے کی حاصل ہے۔ امور اس امر پر ہے کہ صحبت اولیائے اللہ کی لازم پکڑے۔ کیونکہ کوئی عمل یا کوشش اسی عمل یا کوشش سے بڑھ کر اور صحبت برکت جو اس طائفہ علیہ سے وقوع میں نہیں آئی۔ اور تو جذبہ من جذبات الحق نوازی عمل الثقلین مویذ اس کا ہے۔ جب میاں طالب صادق کیفیت مرشد چرانے لگے۔ تو میاں طالب صادق کو حضرت مرشد بھی چاہنے لگے۔ اور توجہ خاص سے مشرف کرنے لگے۔ اب تو میاں طالب کا کچھ اور ہی رنگ ہو گیا۔ حالت اشتیاق میں اگر کسی کی طرف نمکنگی باندھی ہے۔ تو صورت مثالی مرشد صاحب کی سامنے آکھڑی ہوئی ہے۔ دید بازی ہو رہی ہے۔ عش و محبت کے مزے اڑ رہے ہیں۔ اور اگر کبھی ایسا ہوا ہے۔ کہ مرشد صاحب کے اس طرح دیدار دکھانے میں کچھ توقف ہوا ہے۔ تو میاں طالب کی پھر جان تڑپتی ہے۔ اور کہتی ہے۔

### کافی نمبر ۱۴

دیکھو نی شاہ عنایت سائیں میں نال کردا کون ادا نہیں  
کدی آوے کدی آوے ناہیں تیوں تیوں پھڑکن مینوں پھائیں  
نام اللہ دے پیغام بھیجنا سائیں مکھ ویکھن نوں نہ تر سائیں

دیکھوئی شاہ عنایت سائیں  
 بکتا شوہ کئی لائی مینوں  
 جس او جڑتوں سب کوئی ڈردا  
 دیکھوئی شاہ عنایت سائیں  
 میں نال کردا کون ادا نہیں  
 رات اندھیری اٹھڑی نہیں نوں  
 سو میں ڈھونڈاں چائیں چائیں  
 میں نال کردا کون ادا نہیں

### کافی نمبر ۱۵

گھونگھٹ چک او بچناں ہن شرماں کاہنوں رکھیاں وے  
 زلف کنڈل تے گھیرا پایا  
 بشر ہو کے ڈنک چلایا  
 ویکھ اسماں ول ترس نہ آیا  
 کر کے خونی اکھیاں وے  
 گھونگھٹ چک او بچناں ہن شرماں کاہنوں رکھیاں وے  
 دو نیناں دا تیر چلایا  
 میں عاجز دے سینے لایا  
 گھائل کر کے مکھ چھپایا  
 ایہ چوریاں کن دسیاں وے  
 گھونگھٹ چک او بچناں ہن شرماں کاہنوں رکھیاں وے  
 برہوں کٹاری کس کے ماری  
 تد میں ہو یا بیدل بھاری  
 مڑ نہ لئی تیں سار ہماری  
 پتیاں تیریاں کچیاں وے  
 گھونگھٹ چک او بچناں ہن شرماں کاہنوں رکھیاں وے  
 پھیر نہ اپنا درش دیتا  
 یہو نہہ لگالے من ہر لیتا  
 سی عقلوں میں کچیاں وے  
 زہر پیالہ میں آپیتا  
 گھونگھٹ چک او بچناں ہن شرماں کاہنوں رکھیاں وے  
 شاہ عنایت لکھوں نہ بولاں  
 صورت تیری ہر دل ٹولاں  
 ثابت ہو کے پھیر کیوں ڈولاں  
 اج قولوں میں سچیاں وے

گھونگھٹ چک او بجاں ہن شرماں کاہنوں رکھیاں وے

### کافی نمبر ۱۶

میں اوڈیاں کر رہی کدی آکر پھیرا پا

میں جو تینوں آکھیا کوئی گھل سنیہرا شماں بیج وچھایاں دل کیتا ڈیرا

لنگ چلندر آوندا شاہ عنایت میرا

میں اوڈیاں کر رہی کدی آکر پھیرا پا

اوہ اجیہا کون ہے جا آکھے جیہڑا میں وچہ کیہ تقصیر ہے میں بردا تیرا

تیں باہجوں میرا کون ہے دل ڈھاؤ نہ میرا

میں اوڈیاں کر رہی کدی آکر پھیرا پا

ڈھونڈ شہر سب بھالیا قاصد گھلاں کیہڑا چڑھیاں ڈوٹی پریم دی دل دھڑکے میرا

آؤ عنایت قادری جی چاہے میرا

میں اوڈیاں کر رہی کدی آکر پھیرا پا

پہلی پوڑی پریم دی پل صراطے ڈیرا حاجی مکے حج کرن میں مکھ دیکھاں تیرا

آؤ عنایت قادری ہتھ پکڑیں میرا

میں اوڈیاں کر رہی کدی آکر پھیرا پا

جل بل آہیں ماریاں دل پتھر ہو یا میرا پاکے کنڈی پریم دی دل کھینچو میرا

میں وچہ کوئی نہ آپیا وچہ پردہ تیرا

میں اوڈیاں کر رہی کدی آکر پھیرا پا

دست کنگن باہیں چوڑیاں گل نورنگ چولا راہنخن مینوں کر گیا کوئی راون رولا

آن نویں دکھ پئے گئے کوئی مولاں دا گھیرا  
 میں اوڈیکاں کر رہی کدی آکر پھیرا پا  
 میں جاتا دکھ مینوں آپا دکھ پئے گھر گیاں سر سر بھانڈ بھڑکیا سب تپدیاں گنیاں  
 ہن آن بنی سراپے چک گیا سب جھیرا  
 میں اوڈیکاں کر رہی کدی آکر پھیرا پا  
 جیہڑیاں ساہورے عنیاں سوئی پیکے ہوون شوہ جہانتے مائل ہے چڑھ سچے سوون  
 جس گھر کونت نہ بولیا سوئی خالی ڈیرا  
 میں اوڈیکاں کر رہی کدی آکر پھیرا پا  
 بٹھا شوہ دے واسطے دل بھر کن بھاہیں اوکھا پنڈا پریم دا دل گھٹدا تاہیں  
 دل وچہ دھکے چھیڑ دے سردھائیں بیڑا  
 میں اوڈیکاں کر رہی کدی آکر پھیرا پا

### کافی (۱۷)

دل لوچے ماہی یار نوں

دل لوچے ماہی یار نوں

اک روندیاں دھوندیاں پھردیاں

دل لوچے ماہی یار نوں

اک گنڈھ ماہی دل بہہ گئی

دل لوچے ماہی یار نوں

سولاں گھیر چو فیرے کیتیاں

دل لوچے ماہی یار نوں

اک ہس ہس گلاں کردیاں

کہیو بھلی بسنت بہار نوں

میں نہاتی دھوتی رہ گئی

بھاہ ایے ہار سنگھار نوں

میں دو تیاں قائل کیتیاں

گھر آوے ماہی دیدار نوں

طالب صادق اس ذوق و شوق میں تھا۔ کہ مرشد کی حضوری ہوئی۔ بغور حصول اس دولت عظمیٰ کے زبان پر لایا۔

بُلّھا ہن سا جن گھر آیا      میں گھٹ را بنھن گل لایا  
دکھ گئے سمندروں پارنوں      دل لوچے ماہی یارنوں

پھر تو میاں طالب صادق شب و روز عنایات و شفقت ہائے پیر سے مشرب رہنے لگے۔ اور شراب عشق اور محبت کے پیالے پینے لگے۔ جس قدر محبت مرشد سے بڑھی۔ اسی قدر عشق الہی کو ترقی ہوئی۔ اس نکتہ کو وہی سمجھتا ہے۔ جو تیز ہوش ہو۔ پھر تو یہ حال ہو گیا کہ بدوں حضوری مرشد کے جینا محال ہو گیا۔ اسی طرح ایک عرصہ گزر گیا۔ کہ ہر وقت حضوری میں رہتے ہیں۔ اور ارشاد مرشد میں رہتے ہیں۔ اور جان دیتے ہیں اور تاثیر ذکر اور ترقی عشق الہی سے جو کچھ تجلیات اور واقعات ان پر گزرتے ہیں۔ اور جو تجلیات اور عجائبات سرچشم کبریا یا چشم سر سے مشاہدہ کرتے ہیں۔ جیسے باطن میں بجلی چمک جانا کبھی ستارہ سا نظر آنا۔ کبھی آفتاب سی روشنی ہوئی۔ علیٰ ہذا اور بہت سی ایسی ہی باتوں کا وقوع میں آنا۔ ان کو وقت خاص میں نہایت ادب اور اخلاص سے حضوری مرشد میں عرض کرتے ہیں۔ عالی جناب معلی القاب حضرت مرشد ان کو سن کر جو کچھ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ ارشاد کرتے ہیں۔ اور جو اسرار طالب صادق پر کھلتے ہیں۔ ان کے باب میں فرماتے ہیں۔ کہ اے نور چشم اے قرۃ العین اے لخت جگراے برخورداران اسرار کو کہیں منہ سے نہ نکالو! تاکہ اظہار سر "کفر"۔ طالب صادق بھی اس اسرار کو جان و دل سے بجالاتے ہیں۔ اور مرشد کی حضوری اور توجہ اور شفقت خاص سے جو ترقی تجلیات اور عشق الہی میں ہوتی ہے۔ اسی کی خوشی میں پھولے نہیں سماتے۔ صاحبو! اگر اسی طرح مرشد کی



حضور اور مے نوشی کی مسروری میں دن رات گزاریں۔ تو کیا بات ہے۔ بڑی خوش قسمتی اور خوش نصیبی ہے۔ مگر یہ مزے چار دن کے ہیں۔ عشق میں اول یاری ہے۔ پھر خواری۔ کسی نے ایک محبوب سے مخاطب ہو کر کیسا اچھا کہا ہے۔

### شعر

عاشق شیداے تو اے بے خبر

بر سر بازار رسوا دیدہ ام

عشق میں اگر خواریوں اور مصیبتوں کا باعث محبوب کا روٹھنا اور چونکہ عاشقان نو گرفتار اور مشتاقان جمال یار کا محبوب اول مرشد ہے۔ اس کا روٹھنا ان کی جان پر ایک آفت اور قیامت لانا ہے۔ جیسے کہتے ہیں کہ

بھیکھا وہ ترکوڑ ہیں جو گرو کو جانیں اور

ہر روٹھے گور ملیندے کو روٹھے نہیں ٹھور

اور چونکہ مرشدوں میں ایک جلوہ محبوبی ہوتا ہے۔ جو طالب صادق عاشق نوخیز اور گرفتار کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ اور جہان کی ہمہ نعمت سے دل کو پھیر کر اپنی طرف لاتا ہے۔ اس کا اقتضاد ذاتی ہے۔ کہ جلوہ نمایاں اور غمزدہ اور ناز و ادا اپنے دکھائے۔ تاکہ عاشق کے دل میں ایک تڑپ ان تجلیات سے پیدا ہو۔ تجلیات دو قسم کی ہیں۔ ایک جلالی اور دوسری جمالی۔ معشوق کا روکھاوٹ کرنا۔ تیوری چڑھانا۔ منہ پھیرنا اقتضائے تجلی جلالی ہے۔ اور جلوہ دکھانا۔ لگاوٹ کی باتیں کرنا۔ مسکرانا تجلی جمالی ہے۔ جو عاشق صادق کامل ہیں۔ ان کو تجلی جلالی بھی ایک کیفیت جمال کی معلوم ہوتی ہے۔ اور ان کے نزدیک جلال عین جمال ہے۔ جیسا کہ مولانا روم فرماتے ہیں۔

عاشق بر لطف بر قہرش بجد

اے عجب من عاشق این ہر دو ضد

مگر یہ حال عاشقان فنا فی المعشوق کا ہے۔ اور فنا سے پہلے بڑے بڑے  
مرحلے عاشق کے لئے درپیش ہیں۔ ازاں جملہ پہلے سب سے مرشد کاروٹھنا اور  
ناراض ہونا ہے۔ اس روٹھنے میں آئین محبوبی سے ان کا غمزہ کرنا ہے۔ اس غمزہ سے  
کبھی مارتے ہیں اور کبھی جلاتے ہیں۔ بقول آنکے۔

بغمزہ مے کنی ہستی بغارت

بہ بوسہ مے وہی بازش عمارت

کیا اچھا کہا ہے۔

اے رشک مسیحا تیری رفتار کے قربان

ٹھوکر سے میری لاش کی بار جلا دی

حکایت کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ بہت سے عاشقان حقیقی پر طلب  
وصال میں یہ مصیبت آئی ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں۔ کہ میاں طالب بھی اس میں گرفتار  
ہوئے۔ کوئی بات اسرار کی ان کے منہ سے جوش عشق میں نکل گئی۔ ان کی جان پر  
آفت آئی کہ حضرت مرشد شاہ عنایت قادری ناراض ہو گئے۔ اور ان کو مجبور کر دیا۔  
اس وقت کا کیا حال بیان ہو۔ کہ باچشم گریاں سینہ بریاں روتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔

کافی نمبر ۱۸

اٹھ گئے گواہندوں یار

رتا ہن کی کرے

اٹھ چلے ہن رہندے ناہیں ہو یا ساتھ تیار

ربا ہن کی کرے

اٹھ گئے گواہنڈوں یار ربا ہن کی کرے

ڈاڈھ کلجے بل بل اٹھے نہ رہے اوہ آر نہ پار

ربا ہن کی کرے

اٹھ گئے گواہنڈوں یار ربا ہن کی کرے

بکھا شوہ پیارے باہجھوں نہ رہے اوہ آر نہ پار

ربا ہن کی کرے

اٹھ گئے گواہنڈوں یار ربا ہن کی کرے

### کافی نمبر ۱۹

دیکھو نی کی کر گیا ماہی لیندا دیندا ہو گیا راہی

اماں جھڑکے باہل مارے طعنے دیندے ویر پیارے

جیہی بری میں بریا روئے لوکا مینوں دیہو اوتے دل تراہی

دیکھو نی کی کر گیا ماہی

لیندا دیندا ہو گیا راہی

بوہے تے آون نا دو جایا عقل فکر سب چا گویا

اللہ دی سونہہ اللہ جانے ہس دیاں گل وچہ پے گئی پھاہی

دیکھو نی کی کر گیا ماہی

لیندا دیندا ہو گیا راہی

رہوئے عشقا کی کرنا میں اکھاڑے منصور جئے چا سولی چاڑھے  
 ان بنی جد نال اساڈے بٹھا منہ توں لوئی لاہی  
 دیکھو نی کی کر گیا ماہی  
 لیندا دیندا ہو گیا راہی

### کافی نمبر ۲۰

کیوں عشق اساں تے آیا ہے  
 توں آیا ہے میں پایا ہے  
 ابراہیم " جا پخے شایو ذکرے " سر کلو تر دھرایو  
 یوسف " ہٹو ہٹ وکایو کہوسانوں کی لیا ہے  
 کیوں عشق اساں تے آیا ہے  
 توں آیا ہے میں پایا ہے  
 شیخ صنعان توں خوک چرایو شمس دی کھل الٹ لہایو  
 سولی تے منصور چڑھایو کرمتھ ہن کیس دل ودھایا ہے  
 کیوں عشق اساں تے آیا ہے  
 توں آیا ہے میں پایا ہے  
 جس گھر تیرا پھیرا ہویا سو جل بل کونکہ ڈھیرا ہویا  
 جد راکھ اڈی تہ سیرا ہویا کہو کس گل دا سدھرایا ہے  
 کیوں عشق اساں تے آیا ہے  
 توں آیا ہے میں پایا ہے

بلکھا سب دے کارن کر      تن بھٹی دل اہرن کر  
 وچہ پریم ہتھوڑا لایا کر      لوہاراں کیں اٹکایا ہے  
 کیوں عشق اسماں تے آیا ہے  
 توں آیا ہے میں پایا ہے

### کافی نمبر ۲۱

نی مینوں لگڑا عشق اول دا  
 اول دا روز ازل دا  
 وچ کراہی تل تل جاوے      تلیاں نوں چا تل دا  
 نی مینوں لگڑا عشق اول دا  
 اول دا روز ازل دا  
 مویاں نوں چاول ول مارے      ولیاں نوں چا ول دا  
 نی مینوں لگڑا عشق اول دا  
 اول دا روز ازل دا  
 کیا جاناں کوئی چنک لکھیں ہے      نت سول کلجے شل دا  
 نی مینوں لگڑا عشق اول دا  
 اول دا روز ازل دا  
 تیر عشق دا لگا جگرو چہ      اول دا روز ازل دا  
 نی مینوں لگڑا عشق اول دا  
 اول دا روز ازل دا

بگھا شوہ دا میہوں ہے اوکھا رلایا بھی نہیں رلدا  
 نی مینوں لگڑا عشق اول دا  
 اول دا روز ازل دا

### کافی نمبر ۲۲

مینوں چھڈ گئے آپ لد گئے میں وچہ کی تقصیر  
 راتیں نیند نہ سکھ ستی دے پلٹیا نیر  
 تو پاں تے تلواراں کولوں تکھے عشق دے تیر  
 عشقے جیڈ نہ ظالم کوئی ایہ زحمت بے پیر  
 اک پل ساعت آرام نہ دیوے بری وچھوڑے دی پیڑ  
 بگھا شوہ جے کرے عنایت سب دکھ ہون تعبیر

### کافی نمبر ۲۳

جس تن لکيا عشق کمال  
 ناچے بے سرتے بے تال  
 درد منداں نوں کوئی نہ چھیڑے آپے اپنا دکھ سہیڑے  
 جمنّاں جیوں مول اکھیڑے اپنا بوجھے آپ خیال  
 جس تن لکيا عشق کمال  
 ناچے بے سرتے بے تال  
 جس نے دیس عشق دا کیتا دھر درباروں فتویٰ لیتا  
 میں حضوروں پیالہ پیتا کجھ نہ رہیا جواب سوال

جس تن لکيا عشق کمال

ناچے بے سرتے بے تال

جس دے اندم وسيا يار اٹھيا يارو يار پکار  
نہ اوہ چاہے راگ نہ تار اينویں بيٹھا کھيڈے حال

جس تن لکيا عشق کمال

ناچے بے سرتے بے تال

بکھا شوہ وانگر سچ پایا جھوٹوں رولا سب مکايا  
سچیاں کارن سچ سنایا پایا اس دا پاک جمال

جس تن لکيا عشق کمال

ناچے بے سرتے بے تال

### کافی نمبر ۲۴

بکھا کی جانے ذات عشق دی کون  
ناں سوہناتے کم اکھيڑے ونجے جاگن سون  
رانجھے نون میں گالیاں دیواں منوچہ کراں دعائیں  
میں تے رانجھا اکو کوئی لوکاں نون ازمائیں  
جس بیلے وچہ بیلی وٹے اس دیاں لواں بلائیں  
بکھا شوہ نون پاسے چھڈ کے جنگل ول نہ جائیں  
اس حال میں جو کوئی رفیق اور غم خوار ملتا ہے۔ تو اسے کہتے ہیں۔

## کافی نمبر ۲۵

اب لگن لگی کہ کریئے

ناں جی سکئے تے نہ مریئے

تم سنوں ہماری بنیاں      موئے رات دنے نہیں جیناں

ہن دلی بن پلک نہ سریئے      اب لگن لگی کی کریئے

ناں جی سکئے تے نہ مریئے

ایہ اگن برہوں دی جاری      کوئی ہماری پیت نواری

بن درشن کیسے تریئے      اب لگن لگی کی کریئے

ناں جی سکئے تے نہ مریئے

بٹھا پئی مصیبت ہماری      کوئی کرو ہماری کاری

ایہو جیسے دکھ کیسے جریئے      اب لگن لگی کی کریئے

ناں جی سکئے تے نہ مریئے

## کافی نمبر ۲۶

تسی کرو اساڈی کاری

کہی ہو گئی دیدن ہماری

اوہو دل میرے وچہ وسدا      بیٹھا تال اساڈے ہسدا

پچھاں باتاں تاں اٹھ نسدا      لیندا بازاں وانگ اڈاری

تسیں کرو اساڈی کاری

کہی ہو گئی دیدن ہماری



ہن میں شوہ دریا وان پیاں      ٹھا ٹھاں لہراں دے منہ لیاں  
گھسن گھیراں گپڑ پھویاں      اپر برکھا رین اندھاری  
تسیں کرو اساڈی کاری

کہی ہو گئی دیدن بھاری

وے تیں کھیے خنجر چائے      تارے کھاری پٹھ لوکائے  
منج دی رتی نانگ بنائے      تیرے سحراں توں بلہاری  
تسیں کرو اساڈی کاری

کہی ہو گئی دیدن بھاری

اے جو مرلی کاہن وجائی      میرے دل نوں چوٹ لگائی  
آہواں نعرے کردی آہی      میں روواں زارو زاری  
تسیں کرو اساڈی کاری

کہی ہو گئی دیدن بھاری

عشق دیوانے لیکاں لایاں      اس نے گھنیاں ستھاں پایاں  
میں ہاں بکری کول قصائیاں      سہم ہمیشہ پیت تیاری  
تسیں کرو اساڈی کاری

کہی ہو گئی دیدن بھاری

ایہو دل میرے وچہ آیا      اس نے مینوں کیوں بھرمایا  
پچھاں جادو ہے کہ سایا      اس توں لوواں حقیقت ساری  
تسیں کرو اساڈی کاری

کہی ہو گئی دیدن بھاری

میں ایانی تیبوں کی جاناں      ایہ کیوں کردا ہے زور دھگاناں  
 کیا گل گل میوہ ہے ہدوانہ      کیا کوئی دید پیاری  
 تسیں کرو اساڈی کاری  
 کہی ہو گئی دیدن بھاری

بٹھا شوہ تے جے مین آواں      اپنا سر دھڑ پھیر نہ پاواں  
 اوتھے جاواں نہ دکھ پاواں      بھیرئی اینویں عمر گزاری  
 تسیں کرو اساڈی کاری  
 کہی ہو گئی دیدن بھاری

آہ آہ! مرشد سے پچھڑے ہوئے یہاں طالب صادق کو آٹھ دن ہوئے۔ ان  
 دنوں کی مصیبت اور مشکل کا اور کوئی بیان کرے۔ خود انہی کی زبان سے سنئے۔

## اٹھوارہ

حضرت پیر بلھے شاہ صاحب

### چھنچھروار

چھنچھروار او تادلے ویکھ سو جن دی سو  
 اساں مرگھر پھیر نہ آو ناں جو ہونی ہوگ سو ہو  
 واہ وا چھنچھروار ویلے دکھ جن دے میں ول پیلے  
 ڈھونڈاں او جڑ جنگل پیلے او ہڑن رین کولڑے ویلے  
 برہوں گھیریاں

گھڑی تاگک تساڈیاں انگاں راتیں شڑے شیر اولانگاں  
 اچی چڑھ کے کوکاں چانگاں سینے اندر رڑکن سانگاں

پیارے تیریاں

### آیت وار

آیت وار سنیت ہیں جو قدم دھرے  
 ادہ بھی عاشق نہ ہو جو سردیندا عذر کرے  
 آیت آیت وار بھایت وچوں جائے ہجر دی ساعت  
 میرے دکھ دی سنی نکایت آوے عنایت کرے ہدایت

تاں میں تاریاں

تیرے یار جیہی نہ یاری      تیرے گپڑ وچھوڑے ماری  
 عشق ساڈا قیامت ساری      تاں میں ہویاں ویدن بھاری  
 کرکجھ کاریاں

### سوموار

سوم وارسی وارسی ہے کیا چل چل کرے پکار  
 اگے لکھ کروڑ سہیلیاں نی میں کس دی پانی ہار  
 میں دکھیاری دکھ سوار      روناں اکھیاں دا رزگار  
 میری خبر نہ لیندا یار      ہن میں جاناں مردی وار  
 سویاں نوں تاں ماردا  
 میرنی اوسے نال لڑائی      جس نے مینوں برچھی لائے  
 سینے اندر بھاؤ بھڑکائی      کٹ کٹ کھائے برہوں قصائی  
 پچھا یار دا

### منگل وار

منگل میں گل پانی آہاں لیاں تے اونہار  
 میں گھسن گھیراں گھیریاں اوہ دیکھے کھلا کنار  
 منگل بدیواں دلادے      بدھے شوہ دریا واں جاندے  
 کپڑ لڑک دوپہریں کھاندے      ولول غوطیاں دے منہ آندے  
 ماری یاروی  
 کندھے دیکھے کھلا تماشا      ساڈی مرگ انہاں دا ہاسا

میرے دل وچہ آہو ساسا ویکھاں دیسی کدوں دلاسا  
نال پیار دے

### بدھ وار

بدھ سدھ رہی محبوب دی سدھ اپنی نہ ہور  
میں بلہاری اوس دے ی جو کھچدا میری ڈور

بدھ سدھ آگیا بدھوار میری خبر نہ لے دلدار  
سکھ سکھاں تو گھتاں وار دکھاں آن ملایا یار  
پیارے تاریاں

پیارے چلن نہ دیان چلیا لے کے نال زلف دے ولیا  
جاں اوہ چلیا تاں میں چھلیا تاں میں رکھساں دل وچہ رلیا

لیساں واریاں

### جمعرات

جمعرات سوہاونی دکھ درد نہ آہا پاپ  
او جامہ سادہ پہن کے آیا تماشے آپ

اگون آگئی جمعرات شرابوں گا گار ملی برات  
لگ گیا مست پیالہ ہات مینوں بھل گئی وات صفات

دیوانی ہورہی

ایسی زحمت لوک پاون ملاں گھول تعویذ پاون  
پڑھن عزیمت جن بلاون سیاں شاہ مدار کہلاون

میں چپ ہورہی

## روز جمعہ

روز جمعہ دے بخشیاں میں جیہیاں لکھ ہزار

پھر اوہ کیوں نہ بخشسی جیہڑی پنج مقیم گزار

جمعہ دی ہور و ہور بہار . ہن میں جاتا صحیح ستار

بی بی باندی بیڑا پار سرتے قدم دھریندا یار

سواگن ہور ہی

عاشق ہو ہو گلاں دستیں چھوڑ معشوقاں کینویں نستیں

بٹھا شوہ اساڈے دستیں تاریخ و ہڑی دی کیہڑی دستیں

لگ گل سور ہے

## کافی نمبر ۲

جمعہ دی ہور و ہور بہار

جمعہ دی ہور و ہور بہار

پیر اسانوں پیڑاں لایاں منگل مول نہ سرتاں آیاں

عشق چھنچھر گھول گھمایا بدھ سدھ لیندا نہیوں سار

جمعہ دی ہور و ہور بہار

پیر وار روضہ توں جاواں سب پیغمبر پیر مساواں

جد پیار دا درشن پاواں کردی ہار سنگھار

جمعہ دی ہور و ہور بہار

منطق معنی پڑھانہ اصلاں ب واجب فرض نہ سنت نفلاں

کس کم آیاں شرع دیاں عقلاں کچھ نہیں بانجھ دیدار

جمعہ دی ہور و ہور بہار

شاہ عنایت شوہ اساڈا دین دنی مقبول ہے ساڈا

کھتھی مینڈھی دست پراندہ پھراں اجاڑ دا جاڑ

جمعہ دی ہور و ہور بہار

بھلی ہیر سلیٹی مردی نیلے ماہی ماہی کردی

کوئی نہ ملیا دل دا دردی میں ملساں رانجھن یار

جمعہ دی ہور و ہور بہار

بٹھا بھلیا نماز دوگانہ جد دا سنیاں تاں تراناں

عقل کہے میں ذرا نہ ماناں عشق کو کیندا تارو تار

جمعہ دی ہور و ہور بہار

کبھی کوئی ملتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ چلو میاں کعبہ کو چلیں تو کہتے ہیں۔

### کافی نمبر ۲۸

کیوں کر جائے کعبے نوں دل لوچے تخت ہزارے نوں

لوک جو سجدہ مکے نوں کردے میرا سجدہ یار پیارے نوں

کیوں کر جائے کعبے نوں دل لوچے تخت ہزارے نوں

اوگن ویکھ نہ بھلیں میاں رانجھا یاد کریں اس کارے نوں

کیوں کر جائے کعبے نوں دل لوچے تخت ہزارے نوں

میں متا روترن نہ جاناں شرم پی تده تارے نوں

کیوں کر جائے کعبے نوں دل لوچے تخت ہزارے نوں

تیرے نال دانی کوئی نہیں ملیا بلھا ڈھونڈ رہیا جگ سارے نوں  
کیوں کر جائے کعبے نوں دل لوچے تخت ہزارے نوں

بند دیگر

حاجی لوک مکے نوں جانڈے میرا رانجھا ماہی مکہ  
نی میں کملی ہاں  
میں منگ رانجھے دی ہویاں بابل کردا دھکا  
نی میں کملی ہاں

بند دیگر

حاجی لوک مکے نوں جانڈے اساں جاناں تخت ہزارے  
جہول یار اوتے ول کعبہ بھاویں دیکھ کتاباں چارے  
حاجی لوک مکے نوں جانڈے میرے گھر وچہ نوشوہ مکا  
وچے حاجی وچے گاجی وچے چور اچکا  
کبھی کوئی مرشد کے پاس جاتا اور بیعت ہوتا اور دل لگاتا دیکھتے ہیں۔ تو کہتے

ہیں۔

کافی نمبر ۲۹

پیاری سنبھل کے نیہوں لامڑ کے پچھوتا ویں گا۔  
جاندا جا نہ آویں پھر اوتھے بے پرواہی ڈھیر  
اوتھے ڈھل کھلونڈے شیر توں بھی پھندا جاویں گا  
پیاری سنبھل کے نیہوں لامڑ کے پچھوتا ویں گا



یوسف کھوہ پوایو نے چا وچہ بازار کھرایونے  
اک ائی مل پوایونے توں کوڈی مل پوایں گا  
پیاریا سنبھل کے نیہوں لامڑ کے پچھوتاویں گا

عشقیہ دیکھ زینجا ہے اونتھے عاشق تڑفن ہے  
مجنوں کردا ہے ہے ہے اونتھوں تو کہہ کی لیاویں گا  
پیاریا سنبھل کے نیہوں لامڑ کے پچھوتاویں گا

اکناں دے پوست لہانیدے اک آریاں نال چرائی دے  
اک سولی گڈڑ چڑھائی دے اونتھے توں بھی سنیں کٹاویں گا  
پیاریا سنبھل کے نیہوں لامڑ کے پچھوتاویں گا

کلاں دے گھرتیرے پاسے اونتھے آون مست پیاسے  
بھر بھر پیون پیالے کاسے توں دیکھ جیا للچاویں گا  
پیاریا سنبھل کے نیہوں لامڑ کے پچھوتاویں گا

دل برہن گھیوں کت لو بھلکے کی جاناں کی ہو  
مستاں پاس نہ جا کھیلو توں بھی مست سداویں گا  
پیاریا سنبھل کے نیہوں لامڑ کے پچھوتاویں گا

بناقا غیر شرع نہ ہو سکھ دی نیندر بھر کے سو  
مونہوں نہ انا الحق توں گو چڑھ سولی ڈھو لاویں گا  
پیاریا سنبھل کے نیہوں لامڑ کے پچھوتاویں گا

طالب صادق عاشق نو گرفتار مہجور از وصل یار کو در بدر اور جنگل بہ جنگل خراب  
اور پریشان حال پھرتے ہوئے ایک سال گزر گیا۔ مگر مرشد کا وصال نہ نصیب ہوا۔

ایک ایک مہینہ بلکہ ایک ایک دن نہیں۔ ایک ایک گھڑی ایک ایک سال کے برابر گزر رہی ہے۔ اور سال بھر کا موسم اور اس کی بہاریں جو جو آفت اس طالب مہجور عاشق نو گرفتار کی جان پر لائے ہیں۔ اور جو جو قیامتیں انہوں نے برپا کی ہیں۔ ان کے بیان سے زبان اور چھاتی قلم کی پھٹتی ہے۔ اس میں سے کچھ شمعہ وہ ہے۔ جس کو ان عاشق نو گرفتار مہجور از وصل یار نے بارہ ماہ کے طور پر بیان کیا ہے۔

## بارہ ماہ حضرت بلھے شاہ علیہ الرحمۃ

### اسوج

اسوں لکھوں سند لیوا واچے موراپی  
نگن کیا تم کا ہے کو جو کھل آیا جی

اسوج اسماں تساڑی آس ساڑی جند تساڑے پاس  
جگر ڈھ پریم دی آس دکھاں ہڈ سکائے ماس  
سولائ ساڑیاں

سولائ ساڑی رہی بیجال مٹھی تدرں نہ گیاں نال  
الٹی پریم نگردی چال بٹھا شوہ دی کرساں بھال  
پیارے ماریا

### کاتک

کہو کاتک کیسی جو بنیوں کٹھن نہ بھوگ  
سیس کپھر ہتھ جوڑے مانگوں بھیکھ شوگ

کتک گیا کٹن تمن لگی چاٹ تاں ہویاں اتن  
در در لگی دھتاں گھٹن اوکھی گھاٹ پہنچائے پتن

شامے واسطے

ہن میں موئی بیدردا لوکا کوئی دیہو اچی چڑھ ہوکا

میرا اس سنگ نبھوں چروکا      بکتھا شوہ بن جیواں اوکھا

جاندا پاس تے

مگھر

مگھر مگھر رہیاں سودھ کے سب اونچے نیچے دیکھ

پڑھ پنڈت پوتھی بھال رہے ہر ہر سے رہے لیکھ

مگھر گھر کدھر جاندا      راکش نبھونہہ ہڈاں نوں کھاندا

سڑ سڑ جی پیا کرلاندیا      آوے لعل کسے دے آندا

باندی ہو رہاں

جو کوئی سانوں یار ملاوے      سوز الم تھیں سرو کراوے

پٹھ توں بیٹھی ستی اٹھاوے      بکتھا شوہ بن نیند نہ آوے

بھاویں سو رہاں

پوہ

پوہ ہن پوچھوں جائیکے تم نیارے رہو کیوں میت

کس موہن من موہ لپا جو پتھر کر یو چیت

پپی پوہ پون کت گیاں      لدے ہوت تاں اگڑ گیاں

ناں ماپے سنگ بجن سیاں      پیارے عشق جوانی لیاں

دکھاں رولیاں

کڑ کڑ کپڑ کڑک ڈرائے      مارو تھل وچہ بیڑے پائے

جیوندی موئی نی میریے مائے      بکتھا شو کیوں ابے نہ آئے

ہنجوں ڈوہلیاں

## ماگھ

ماگھی نہاؤن سب سیاں جو تیر تھ کر سمیان  
گج گج بر سے میہگا اوہدا کرت اشنان

ماگھ مہینے گئے اولانگ . نویں محبت بہتی تاہنگ  
عشق موزن دتی بانگ پڑھاں نماز پیا دی تاہنگ  
دعائیں کی کراں

آکھاں پیارے میں ول آ تیرا مکھ و پکھن دا چاء  
بھانویں ہور تتی نوں تاء بٹھا شوہ نوں آن ملا

تیری ہور ہاں

## پھاگن

پھاگن پھولے کھیت جیوں تن بن پھول سنگھار  
ہر ڈالی پھول پیتاں گل پھولن کے ہار

ہوری کھیلن سیاں پھکن میرے نین جھلاریں وگن  
اوکھے جیوندیاں دن لکھن سینے بام پریم دے لگن

ہولی ہور ہی

جو کجھ روز ازل تھیں ہوئی لکھی قلم نہ میٹھے کوئی  
دکھاں سولاں دتی ڈھوئی بٹھا شوہ نوں آکھو کوئی

جس نوں زور ہی

### چیت

چیت چمن میں کو کو کرن پکار  
میں سن سن گھن گھن جھمر میں کب گھر آوے یار

ہن کی کراں جو آیا چیت بن تن پھول رہے سب کھیت

اپنا انت نہ دیندے بھیت ساڈی ہار ساڈی جیت

ہن میں ہاریاں

ہن میں ہاریاں

ہن میں ماریا اپنا آپ ت ساڈا عشق اس اڈا کھاپ

تیرے نیہوں دا سوکھا تاپ بٹھا شوہ کی لایا پاپ

کاری ماریاں

### بیساکھ

بساکھی کا دن کٹھن ہے جے سنگ میت نہ ہو

میں کس کے آگے جا کہوں اک منڈی بھا دو

نہ میں بھاوے سکھ بساکھ کچیاں پیاں تے پکی واکھ

لاکھی لے گھر آیا لاکھ تاں میں بات نہ سکاں آکھ

کونتاں والیاں

کونتاں والیاں ڈاہڈا زور ہن میں ہویاں جھر جھر مور

کندے پڑے کلجے زور بٹھا شوہ بن کوئی نہ ہو

## جیٹھ

جیٹھ جسے موہے آگن ہے جبکہ پچھڑے میت  
سن سن گھن گھن جھر مروں جو تَمروں یہ پریت

لوواں دھپاں پیندیاں جیٹھ مجلس بہندی باغاں بیٹھ  
تتی ٹھنڈی وگے بیٹھ دفتر کڈھ پرانے ویکھ

موہراں کھاندیاں

اج کل سد ہولی البتہ ہن میں آ کلیجہ تیتا

موراں کھاندیاں

اج کل سد ہونی البتہ ہن میں آ کلیجہ تیتا

نہ گھر کونت نہ دانا بھتا بٹھتا شوہ ہوراں سنگ دتا

سینے کانیاں

## ھاڑ

ھاڑ ہڑت موہے جھٹ پٹے جو لگی پریم کی آگ  
جس لاگے تس جل بجھے جو بھور جلاوے جاگ

ہن کی کراں جو آیا ہاڑ تن وچہ عشق تپایا بھاڑ  
تیرے عشق نے دتا ساڑ روواں اکھیاں کرن پکار

تیری ہاورڑی

ھاڑے گھتاں شامی اگے قاصدے کے باقی وگے  
کالے گئے متے آئے بگے بٹھتا شوہ بن ذرا نہ تگے

شامی با ہوری

## ساون

ساون ماہ سہاوناں جو دھرتی بوند پئی  
 انھد گچے میگلا چومن دی ثبت گئی  
 بلہاراں سوہن سارے سانون      دوئی دکھ لگے اٹھ جاون  
 نینگر کھیڈن کڑیاں گاون      میں گھر رنگ رنگیلے آون  
 آساں پیناں  
 میریاں آساں رب پچایاں      میں تاں ان سنگ اکھاں لایاں  
 سیاں دین مبارک آیاں      شاہ عنایت آکھاں سایاں  
 پاسے ہوئیاں

## بھادوں

بھادوں بھاوے تب سکھی جو پل پل ہووے ملاپ  
 جو گھٹ دیکھو کھول کے گھٹ گھٹ دیوچہ آپ  
 آہن بھادوں بھاگ جلايا      صاحب قدرت سینتی پایا  
 ہر ہر دے وچہ آپ سمايا      شاہ عنایت آپ لکھایا  
 تاں میں لکھیا  
 آخر عمر ہی تسلی      پل پل منکن نین تھلے  
 جو کجھ ہووے کرسی اللہ      بکھا شوہ بن کجھ نہیں بھلا  
 پریم رس چکھیا

جنگل سے جی گھبراتا ہے۔ اور شہر کو آتے ہیں۔ تو لاہور کی گلیوں میں کہیں چین



اور آرام نہیں ہوتا۔ جہاں جاتے ہیں۔ بے چینی اور بے قراری زیادہ پاتے ہیں۔  
اس گلی میں چین زیادہ پاتے ہیں۔ جہاں سے یہ آواز آتی ہے۔

گھونگھٹ اوہلے نہ لک سوہنیاں میں مشتاق دیدار دی ہاں

اتھے اتھے دوہیں جہانیں میں باندی دلدار دی ہاں

جانی باجہ دیوانی ہوئی ٹوکاں کردے لوک سھوئی

جے کریار کرے دل جوئی میں تن فریاد پکار دی ہاں

گھونگھٹ اوہلے نہ لک سوہنیاں میں مشتاق دیدار دی ہاں

باندی مفت دکاندی جاندی مل ماہیا جندا نیویں جاندی

اک دم ہجر نہیں میں سہندی میں بلبل ایس گلزار دی ہاں

گھونگھٹ اوہلے نہ لک سوہنیاں میں مشتاق دیدار دی ہاں

یہاں جو عشق بازی کے رموز اور اسرار کو پایا۔ اور کچھ تسکین دل بے قرار کو

ہوئی۔ تو ایک کونہ میں بیٹھ گئے۔ اور یوں فرمانے لگے۔

## کافی نمبر ۳۰

واہ وا رمز سخن دی ہور

عاشق بناں نہ سمجھے کور

کوٹھے تے چڑھ دیاں ہوکا عشق وہا جو کوئی نہ لوکا

اس کا مول نہ کھانا دھوکا جنگل بستی ملے نہ ٹھور

واہ وا رمز سخن دی ہور

عاشق بناں نہ سمجھے کور

عاشق دوہیں جہانیں مٹھے      ناز معشوقاں دے اوہ کٹھے  
عشق دا پھٹیا کوئی نہ چھٹے      کیتو سو باندا پھٹ پھلور

واہ وا رمز سخن دی ہور

عاشق بناں نہ سمجھے کور

دے دیدار ہو پا جد راہی      اجن چیت پی گل پھاہی  
ڈاہڈی کیتی بے پرواہی      مینوں مل گیا ٹھگ لاہور

واہ وا رمز سخن دی ہور

عاشق بناں نہ سمجھے کور

شیریں ہے برہوں دا کھانا      کوہ چوئی فرہاد نمانا  
یوسف مصر بازار دکانا      اس نوں ویکھن تاہیں کور

واہ وا رمز سخن دی ہور

عاشق بناں نہ سمجھے کور

لیلاں مجنوں دونوں بردے      سوہنی دبی وچہ ہجر دے  
ہیر و نجائے سھے گھر دے      اس دی کھچی ماہی ڈور

واہ وا رمز سخن دی ہور

عاشق بناں نہ سمجھے کور

عاشق پھر دے چپ چپاٹے      جیسے مست سدا مدھ ماتے  
دام زلف دے اندر پھاٹھے      اوتھے دس نہ حیلے ہور

واہ وا رمز سخن دی ہور

عاشق بناں نہ سمجھے کور

جے آواں ملے دل جانی      اس توں جان کراں قربانی  
صورت دے وچہ یوسف ثانی      عالم دے وچہ جس دا شور

واہ وا رمز سخن دی ہور

عاشق بناں نہ سمجھے کور

بلھا شوہ نوں کوئی نہ دیکھے      جو دیکھے سو کسے نہ لیکھے  
اس دارنگ نہ روپ نہ رکھے      اوہ ہی ہووے ہو کے چور

واہ وا رمز سخن دی ہور

عاشق بناں نہ سمجھے کور

### کافی نمبر ۳۱

میرے ماہی کیوں چرلایا ہے

کہہ بلھیا ہن پریم کہانی      جس تن لگے سوتن جانے  
اندر جھرکاں باہر طعنے      بیہو نہہ لا میں ایہہ سکھ پایا

میرے ماہی کیوں چرلایا ہے

نیناں بان روون دی پکڑی      اک مرنا دو جا جگ دی پھکڑی  
برہوں جند اولڑی جھکڑی      نی میں رو رو حال ونجایا ہے

میرے ماہی کیوں چرلایا ہے

میں پیالہ تحقیق لیتا ہے      جو بھر کے منصور پیتا ہے  
دیدار معراج پیا نے لیتا ہے      نی میں کھوہ تھیں وضو پچایا ہے

میرے ماہی کیوں چرلایا ہے

عشق ملاں نے باگ دیوانی      شوہ آون دی گل سنائی  
 کرنیت سجدے دے ول آئی      نی میں منہ معراج نکایا ہے

میرے ماہی کیوں چرلایا ہے

بلھا شوہ گھر لپٹ لگائیں      رستے موں سب بن تن آئیں  
 میں دیکھاں آعنایت سائیں      جس مینوں شوہ ملایا ہے

میرے ماہی کیوں چرلایا ہے

### کافی (۳۲)

سانوں آمل یار پیار

در کھلا حشر عذاب دا	برا حال ہويا پنجاب دا
وچہ ہاویہ دوزخ ماریا	سانوں آمل یار پیاریا
بارھویں صدی نے منہ پھاریا	کدی آویں دو پڑ واریا
تیرے دکھاں نے سانوں ماریا	سانوں آمل یار پیاریا
بلھا شوہ میرے گھر اوسی	میری بلدی بھاہ بچاوسی
سنایت نام دم نال چتاریا	سانوں آمل یار پیاریا

### کافی نمبر ۳۳

کدی آمل یار پیاریا

تیریاں واٹاں توں سرواریا

چڑھ باغیں کول کوکدی	نت سوز الم دی پھوکدی
مینوں تیزی نوں شام وساریا	کدی آمل یار پیاریا

بلھا شوہ کدی گھر آوسی      میری بلدی بھاہ بچھاوسی  
تیریاں واٹاں توں سرواریا      کدی آمل یار پیاریا

### کافی نمبر ۳۴

کدی موڑ مہاراں ڈھولیا      پتیریاں واٹاں توں سر گھولیا  
میں نہاتی دھوتی رہ گئی      کائی گندھ ماہی دل بہ گئی  
کتے سخن او لڑا بولیا      کدی موڑ مہاراں ڈھولیا  
بلھا شوہ کدی گھر آوسی      میری بلدی بھاہ بچھاوسی  
تیریاں واٹاں توں سر گھولیا      کدی موڑ مہاراں ڈھولیا

### کافی نمبر ۳۵

کدی آمل برہوں ستائی نوں      کدی آمل برہوں ستائی نوں  
عشق لگے تاں ہے ہے کوکیں      توں کی جانیں پیڑ پرانی نوں  
کدی آمل برہوں ستائی نوں  
جے کوئی عشق دہا جیا لوڑے      سردیوے پہلے سائی نوں  
کدی آمل برہوں ستائی نوں  
عملاں والیاں ننگھ ننگھ گیاں      ساڈیاں لجاں ماہی نوں  
کدی آمل برہوں ستائی نوں  
غم ہور رستم دیاں کانگاں      کسے قعر کپڑ وچہ پائی نوں  
کدی آمل برہوں ستائی نوں  
ماں پوچھڈ سیاں میں بھلیاں      بلہاری من رام ودھائی نوں  
کدی آمل برہوں ستائی نوں

آپ کے اس حال پر درد اور شور انگیز نے اس گلی میں شور مچایا۔ عاشق مزاجوں کے دل کو کھینچ کر آپ کی خدمت میں لایا۔ آپ نے جو اپنے درد کا شریک ان کو پایا۔ ان سے محبت کرنے لگے۔ عشق میں اور ترقی ہوئی۔ پھر تو وحشت نے ایسا زور کیا۔ نمازِ روزہ بھی بھول گئے۔ جب یہ حال اپنا دیکھا۔ تو کہا۔

### کافی نمبر ۳۶

نی میں ہن سنیاں عشق شرع کی ناطا

محبت دا اک پیالہ پی بھل جاوَن سب باتا

نی میں ہن سنیاں عشق شرع کی ناطا

گھر گھر سائیں ہے اوہ سائیں ہر ہر نال پچھاتا

نی میں ہن سنیاں عشق شرع کی ناطا

اندر ساڈے مرشد وسدا نیہونہہ لگانا حاتا

نی میں ہن سنیاں عشق شرع کی ناطا

منطق معنی کنز قدوری پڑھیا علم گواتا

نی میں ہن سنیاں عشق شرع کی ناطا

نماز روزہ اس کی کرناں جس مدھ پتی مدھ پاتا

نی میں ہن سنیاں عشق شرع کی ناطا

بلھا شوہ دنی مجلس بہ کے ہو یا گنگا باتا

نی میں ہن سنیاں عشق شرع کی ناطا

پھر تو میاں طالب صادق کا یہ حال ہو گیا۔ کہ جہاں کہیں دردِ دل سوزِ جگر سے

کچھ سناتے اور سامعین کے دل و جان میں آگ لگاتے تھے۔ اطراف و جوانب

سے جوق در جوق مشتاقان سماع آتے تھے۔ اور ہوتق کا شور مچاتے اور کہتے تھے کہ اس جوان رعنا خوش گلو کے آواز میں کیا کھٹکا ہے۔ کہ دلوں کو کھینچتی ہے۔ اور آگ لگاتی ہے۔ تھوڑے عرصہ میں شہرہ آفاق ہو گئے۔ بہت کچھ عزت اور آبرو پاتے تھے۔ ایک شب فراق مرشد میں میاں طالب صادق نے یوں کہا۔

### کافی نمبر ۳

پتاں لکھوں گی میں شام نوں پیامینوں نظر نہ آؤ  
 کاغذ کراں گی دم دا مس آنسو ملاؤ  
 برہوں زاری مس جو کروں گی بھوگ لکھا  
 پتاں لکھوں گی میں شام نوں پیامینوں نظر نہ آؤ  
 بھایا دے جوتھیا اک بات سچی بھی کہیو  
 جو میں ہنی بھاگ دی تسین چکے ہو رہیو  
 پتاں لکھوں گی میں شام نوں پیامینوں نظر نہ آؤ  
 پنڈت پاہندے جگت دے چھے رہیاں ہارے  
 دیو پوتھی کیا دوس ہے پنے کرم ہمارے  
 اک انھیری کوٹھڑی دوجا دیوا نہ باقی  
 باہوں پھڑ کے لے چلے نہ سنگ نہ ساتھی  
 پتاں لکھوں گی میں شام نوں پیامینوں نظر نہ آؤ  
 بھج سکاں تے بھج جاؤں سچ عشق فقیری  
 دو لڑی ٹلوی چولڑی گل پریم زنجیری  
 پتاں لکھوں گی میں شام نوں پیامینوں نظر نہ آؤ

اک فقیراں دی گودڑی لگے پریم دے دھاگے  
 سکھیا ہووے پی ہیویں کوئی دکھیا جاگے  
 پیتاں لکھوں گی میں شام نوں پیا مینوں نظر نہ آؤ  
 دست پھلاں دی ٹوکری کوئی لہو بیوپاری  
 درد دھوکا دے رہیاں سب چلن ہاری  
 پیتاں لکھوں گی میں شام نوں پیا مینوں نظر نہ آؤ  
 پریم نگر چل سو جتھے کنت ہمارا  
 بلھا شوہ توں منگنی ہاں بے دے نظارا  
 پیتاں لکھوں گی میں شام نوں پیا مینوں نظر نہ آؤ

اس سے فارغ ہو کر میاں طالب صادق بہت روئے اسی حال میں جو  
 سوئے۔ تو کیا دیکھتے ہیں۔ کہ مشرق سے ایک آفتاب نکلا۔ جس کی روشنی مشرق سے  
 مغرب تک پہنچی۔ غور سے جو دیکھا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ حضرت مرشد شاہ عنایت  
 قادری قدس سرہ ہیں۔ جن کے رخ پر نور کے انوار زمین سے آسمان تک پھیلے  
 ہوئے ہیں۔ چاہتے تھے کہ دوڑ کر ان کے قدموں کو ہاتھ لگائیں۔ اور درد دل کا حال  
 سنائیں۔ کہ اتنے میں آنکھ کھل گئی۔ ہک دھک سے رہ گئے۔ کلیجہ دو دو ہاتھ اچھلنے  
 لگا۔ بازار چشم مول اپنے جیسوں کو بلوایا۔ اور یوں سنایا۔

### کافی نمبر ۳۸

دیکھو نی پیارا مینوں سفنے میں چھل گیا  
 سوئی ہوئی مٹھیاں زینجا وانگوں کٹھیاں  
 عشق نے میں مٹھیاں بند بند میرا ہل گیا



دیکھو نی پیارا مینوں سفنے میں چھل گیا

سیانیاں بولائیاں میں اوسیاں پوائیاں

نجومیاں جواب دتا میرے نمینیں تیر چل گیا

دیکھو نی پیارا مینوں سفنے میں چھل گیا

نیڑے نی نہیں آئی دا دوروں ہے دکھلائی دا

نظارے سے درائی دا اج کوہ طور جل گیا

دیکھو نی پیارا مینوں سفنے میں چھل گیا

آپ توں لبھائی دا شوہ عنایت ہے پائی دا

دیکھو نی پیارا مینوں سفنے میں چھل گیا

### کافی نمبر ۳۹

ٹونے کامن کر کے نی میں پیارا یار مناواں گی

اس ٹونے نوں پڑھ پھوکاں گی سورج اگن جلاواں گی

اکھیاں کا جل کالے بادل بھواسنی اگ لگاواں گی

اور بساط نہیں کجھ میری جو بن دھڑی گندا وانگی

ٹونے کامن کر کے نی میں پیارا یار مناواں گی

مست سمندر دل دے اندر دل سے لہراٹھاواں گی

بدلی ہو کر چمک ڈرانواں میں بادل گھر گھر جاواں گی

ٹونے کامن کر کے نی میں پیارا یار مناواں گی

عشق انگلیٹھی اسپندتارے سورج اگن چڑھاواں گی

لاسوانگی شوہ نون گل اپنے تد میں نرا کہاواں گی  
 ٹونے کامن کر کے نی میں پیارا یار مناواں گی  
 جب اس شوق سے فارغ ہوئے۔ تو اپنے رفیقوں سے کہا۔ کہ اس شہر میں  
 ایک ولی رہتے ہیں۔ جن کا اسم مبارک شاہ عنایت قادری ہے۔ اور وہ کبھی کبھی سماع  
 سنتے ہیں۔ چلو ان کو کچھ خبر سنائیں۔ جس سے ہماری سب مرادیں حاصل ہو  
 جائیں۔ انہوں نے کہا۔ ”قربان شوم بر ارشاد تو۔ تصدیق شو بر کلام تو۔ ازیں چہ  
 بہتر“۔ جہاں آپ چلیں گے۔ ہم بھی وہاں حاضر خدمت ہیں۔ کہتے ہیں۔ شاہ  
 عنایت قادری قدس سرہ نماز پڑھنے ایک مسجد میں جایا کرتے تھے۔ وہ موقع اس  
 طالب صادق کو معلوم تھا۔ ان ہمراہیوں کو لے کر اس موقع پر پہنچے۔ جہاں سے  
 حضرت شاہ عنایت قادری قدس سرہ کا گذر ہوتا تھا۔ قبل ازاں کہ مسجد سے تشریف  
 لائیں۔ ایک جگہ راستہ میں انہوں نے ٹھاٹھ جمایا۔ اور اس طرح اٹھایا۔

### کافی نمبر ۴۰

سائیں چھپ تماشے نون آیا	نی تسیں رل مل نام دھیواؤ
لنک جمن دی ناہیں چھپدی	ساری خلقت سکدی تپدی
تسیں دورنہ ڈھونڈھن جاؤ	نی تسیں رل مل نام دھیواؤ
رل مل سیو اتن پاؤ	اک بنے وچہ جا سماؤ
نال تسیں گیت جمن دے گاؤ	نی تسیں رل مل نام دھیواؤ
بلھا بات انوکھی ایہا	نچن لگی تاں گھونگھٹ کہیا
پردہ تسیں اکھیں تھیں لاؤ	نی تسیں رل مل نام دھیواؤ

بعد اس کے اور کافیاں شوقیہ اس طرح کہیں۔

### کافی نمبر ۴۱

میرے کیوں چر لایا ماہی  
 نی میں اس توں گھول گھمائی  
 درد فراق بہتیرا کریا  
 ایہ دکھ میتھوں جائے نہ جریا  
 ٹمک اساڈے سرتے دھریا  
 ڈوئی بچھ لوہ کڑاہی  
 میرے کیوں چر لایا ماہی  
 نی میں اس توں گھول گھمائی  
 جاگدیاں میں گھروچہ مٹھی  
 کدی نہیں ساں بیٹھی اٹھی  
 جس دی ساں میں اوسے کٹھی  
 ہن کی کر گیا نہیں بے پرواہی  
 میرے کیوں چر لایا ماہی  
 نی میں اس توں گھول گھمائی  
 بلھا شوہ تیرے توں واری  
 میں بلہاری لکھ لکھ واری  
 تیری صورت بہت پیاری  
 وے میں پجاری گھول گھمائی  
 میرے کیوں چر لایا ماہی  
 نی میں اس توں گھول گھمائی

### کافی نمبر ۴۲

بس کر جی ہن بس کر جی  
 اک بات اساں نال ہس کر جی  
 تسیں دل میرے وچ وسدے سی  
 تہ ساتھوں دور کیوں وسدے سی  
 تہوں گھت جادو دل کھسدے سی  
 ہن کتول جانیوں دی سی

بس کر جی ہن بس کر جی

اک بات اساں نال ہس کر جی

تسین مویاں نوں مار مگھندے سی      نت کھدو وانگر کٹ دے سی

گل کر دے تاں گل گھندے سی      ہن تیر لگاؤ کس کر جی

بس کر جی ہن بس کر جی

اک بات اساں نال ہس کر جی

تسین چھپدے ہو اساں پکڑے ہو      اساں وچہ جگر دے جکڑے ہو

تسین اچے چھین توں تکرے ہو      ہن جان نہ مل دانس کر جی

بس کر جی ہن بس کر جی

اک بات اساں نال ہس کر جی

بلھا شوہ اسیں تیرے ہان بردے      تیرا مکھ دیکھن نوں ہاں مردے

نت نت سو سو فتاں ہاں کر دے      ہن بیٹھ پنجر وچہ دھس کر جی

بس کر جی ہن بس کر جی

اک بات اساں نال ہس کر جی

### کافی نمبر ۴۳

آکھاں وے دل جانی پیار یا مینوں کیہیا چینک لایائی

میں تیرے وچہ ذرا نہ جدائی ساتھوں اپنا آپ چھپایائی

آکھاں وے دل جانی پیار یا مینوں کیہیا چینک لایائی

مجھیں آیاں رانجھا یار نہ آیا پھوک برسوں دولایائی

آکھاں وے دل جانی پیاریا مینوں کھیا چٹک لایائی  
 وچہ مصر دے وانگ زلیخا گھونگھٹ کھول رلایائی  
 آکھاں وے دل جانی پیاریا مینوں کھیا چٹک لایائی  
 میں نیڑے مینوں دور کیوں دسنا میں سا تھوں اپنا آپ چھپایائی  
 آکھاں وے دل جانی پیاریا مینوں کھیا چٹک لایائی  
 شوہ بلھا سر پر برقع تیرے عشق نچایائی  
 آکھاں وے دل جانی پیاریا مینوں کھیا چٹک لایائی

### کافی نمبر ۴۴

بجنادے وچھوڑے کولوں تن دا لہو چھانیدا

دکھ سولاں کیتا ایکا ناں کوئی ساہورا ناں کوئی پیکا  
 درد ہونی پئی در تیرے تو ہیں درد رنجانی دا

بجنادے وچھوڑے کولوں تن دا لہو چھانیدا

کڈھ کلیجہ کرنی ہاں بیرے ایہ نہیں ہے لائق تیرے  
 ہور توفیق نہیں وچہ میرے پیو کٹورا پانی دا

بجنادے وچھوڑے کولوں تن دا لہو چھانیدا

ہن کیوں روندے نین ترا سے آپے اوڑک پھاہی پھاسے  
 ہن تاں چھٹن اوکھا ہویا چارہ نہیں بے چاری دا

بجنادے وچھوڑے کولوں تن دا لہو چھانیدا

بلھا شوہ پیا ہن کجے عشق و ماے میرے وجے  
 چار دیہاڑے کوئل واسا اوڑ کوچ نقارے دا

بجنادے وچھوڑے کولوں تن دالہو چھانیدا

## کافی نمبر ۴۵

اب کیوں ساجن چر لایورے

ایسی آئی من میں کاء      دکھ سکھ سب دنجا یورے  
ہار سنگار کو آگ لگاؤں      گھٹ ایر ڈھانڈھ مچاورے

اب کیوں ساجن چر لایورے

سن کے گیان کی ایسی باتاں      نام نشان کبھی انگھاتاں  
کوئل وانگوں کوکاں آتاں      تیں اچے بھی ترس نہ ایورے

اب کیوں ساجن چر لایورے

گل مرگانی سیس کھیریا      بھیکھ منکن در در پھیریا  
جوگن نام بھیا لٹ دھیریا      انگ بھوت رومایورے

اب کیوں ساجن چر لایورے

عشق ملاں نے بانگ دیوائی      اٹھ دوڑن گل واجب آئی  
کہہ کر سجدے گھروں ودھائی      نی میں منہ محراب ٹکا یورے

اب کیوں ساجن چر لایورے

پریم نگر دے اٹھے چالے      خونی نین ہوئے خوش حالے  
آپے آپ پھے وچہ جالے      پھس پھس آپ کو ہایورے

اب کیوں ساجن چر لایورے

بلھا شوہ سنگ پریت لگائی      سوئی بن تن سب کوئی آئی  
دیکھ کے شاہ عنایت سائی      جی میرا بھر مایورے

اب کیوں سا جن چر لایوسرے

### کافی نمبر ۴۶

اک رانجھا مینوں لوڑی دا

اک رانجھا مینوں لوڑی دا

کن فکونوں اگے دیاں لکیاں نیونھ نہ لگڑا چوری دا

اک رانجھا مینوں لوڑی دا

آپ چھڑ جاندا نال مجھیں دے سانوں کیوں بلیوں موڑی دا

اک رانجھا مینوں لوڑی دا

رانجے جہیا مینوں ہور نہ کوئی قتاں کر کر موڑی دا

اک رانجھا مینوں لوڑی دا

مان والیاں د نین سلونے سوہا دوپٹہ گوری دا

اک رانجھا مینوں لوڑی دا

احد احمد وچہ فرق نہ بلھیا رتی اک بھیت مروڑی دا

اک رانجھا مینوں لوڑی دا

### کافی نمبر ۴۷

ثم وجه اللہ دسائیں اج او یار

گھونگھٹ کھول مکھ ویکھاں تیرا عیب نمائی دے کج او یار

ثم وجه اللہ دسائیں اج او یار

میں دے ایانی تیرا نیونھ کی جاناں لاون دا نہیں حج او یار

ثم وجه اللہ دسائیں اج او یار

حاجی لوک مکے نوں جاندے ساڈا توں حج او یار  
 ثم وجه اللہ دسائیں اج او یار  
 ڈونگھی ندی تے تلہ پرانا ترساں کبھڑے حج او یار  
 ثم وجه اللہ دسائیں اج او یار  
 بلھا شوہ میں ظاہر ڈٹھا لہ مو نہیں توں حج او یار  
 ثم وجه اللہ دسائیں اج او یار

### کافی نمبر ۴۸

آو بجاں گل لگ اساڈے کبھیا جھیرا لائیونی  
 ستیاں پٹھیاں کچھ نہیں ڈٹھا جاگدیاں شوہ پائیونی  
 آو بجاں گل لگ اساڈے کبھیا جھیرا لائیونی  
 تم باذنی شمس بولے اٹا کر لٹکائیونی  
 آو بجاں گل لگ اساڈے کبھیا جھیرا لائیونی  
 عشقن عشقن جگ وچہ ہویاں دے دلاس بٹھائیونی  
 آو بجاں گل لگ اساڈے کبھیا جھیرا لائیونی  
 بلھا شاہ گھر دسیا آکے شاہ عنایت پائیونی  
 آو بجاں گل لگ اساڈے کبھیا جھیرا لائیونی

### کافی نمبر ۴۹

بھاویں جان نہ جان دے دیہرے آوڑ میرے  
 میں تیرے قربان دے دیہرے آوڑ میرے



تیرے جہیا مینوں ہور نہ کوئی ڈھونڈاں جنگل بیلا روہی  
 ڈھونڈاں سارا جہان وے ویہڑے آوڑ میرے  
 میں تیرے قربان وے ویہڑے آوڑ میرے  
 لوکاں تے بھانے چاک مہیں وا رانجھا لوکاں وچہ کہیندا  
 ساڈا تاں دین ایمانوے ویہڑے آوڑ میرے  
 ماپے چوڑ لگی لڑ تیرے شاہ عنایت سائیں میرے  
 لایاں دی لُج جانوے ویہڑے آوڑ میرے

### کافی نمبر ۵۰

ساڈے ول مکھڑا موڑوے پیار یا ساڈے ول مکھڑا موڑ  
 آپے لایاں گڈیاں تے تے آپے کھچد اہیں ڈور  
 عرشے کرسیاں بانگاں ملایں کے پے گیا شور  
 ساڈے ول مکھڑا موڑوے پیار یا ساڈے ول مکھڑا موڑ  
 ڈوئی پا کے کھیڑے لے چلے نہ کجھ عذر نہ زور  
 ساڈے ول مکھڑا موڑوے پیار یا ساڈے ول مکھڑا موڑ  
 جے مائے تینوں کھیڑے پیارے ڈوئی پا دیویں ہور  
 ساڈے ول مکھڑا موڑوے پیار یا ساڈے ول مکھڑا موڑ  
 بلھا شوہ اسیں مرنا ناہیں وے مر گیا کوئی ہور  
 ساڈے ول مکھڑا موڑوے پیار یا ساڈے ول مکھڑا موڑ

ان کافیوں نو جب حضرت شاہ عنایت قادری رحمۃ اللہ علیہ نے سنا۔ تو آپ  
 اس سماع کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور کبیل اوڑھے ہوئے ہاتھ میں عصا لئے ہوئے

مسجد سے نکلے۔ اب اس حال کا کیا بیان کیا جائے۔ کہ معشوق اپنا جلوہ اور دیدار دکھانے کو عاشق کی طرف جاتا ہے۔ اور جان عاشق کی اس کا خیر مقدم کرنے کے لئے سر کو قدم بنا کر پیشوائی کو جاتی ہے۔ اس ٹیلیگراف سے جو عشق مرشد کو اس کے دل میں لگا ہوا تھا۔ خبر ہوئی کہ مرشد تشریف لائے ہیں۔ شربت وصل پلانے کا وقت قریب تھا۔ کہ اسی خوشی میں بے خود و بیہوش ہو جائیں۔ مگر پاس سے خوش نصیبی نے کہا۔ خبردار خبردار! یہ وقت ہوش اور مسرت کا ہے۔ پھر تو طالب صادق نے خوشی سے اس طرح سنانا شروع کیا:

### کافی نمبر ۵

آؤ سیو رل دیو نی بدھائی	میں بر پایا رانجھا ماہی
اج تاں روز مبارک چڑھیا	رانجھا ساڈے ویہڑے وڑیا
ہتھ کھونڈی مونڈھے کسبل دھریا	چاکاں والی شکل بنائی
آؤ سیو رل دیو نی بدھائی	میں بر پایا رانجھا ماہی
مکٹ گواں دے وچہ رل دا	جنگل جوہاں دے وچ رل دا
ہے کوئی اللہ دے ول بھدا	اصل حقیقت خبر نہ کائی
آؤ سیو رل دیو نی بدھائی	میں بر پایا رانجھا ماہی
بلھے شاہ اک سودا کینا	کینا زہر پیالہ پیتا
نان کجھ لا ہاں ٹوٹا لیتا	ورد دکھا دی گٹھڑی چائی
آؤ سیو رل دیو نی بدھائی	میں بر پایا رانجھا ماہی

جب حضرت شاہ عنایت قادری قریب آئے۔ تو طالب صادق نے یہ کافی

سنائی:

## کافی نمبر ۵۲

بوہڑیں وے طیبیا مینڈھی خبر گیا  
 تیرے عشق نچایا کر تھیا تھیا  
 عشق ڈیرا میرے اندر کیتا . بھر کے زہر پیالہ پیتا  
 تھہدے آویں وے طیبیا نہیں تاں میں مر گیاں  
 تیرے عشق نچایا کر تھیا تھیا  
 چھپ گیا سورج ماہر رہیا لالی ہوواں میں صدقے جے مڑدیں دکھالی  
 میں بھل گیاں تیرے نال نہ گیاں  
 تیرے عشق نچایا کر تھیا تھیا  
 تیرے عشق دی سارے میں ناں جاناں ایہہ سر آیا میرا ہن بیتھ وداناں  
 سٹ پئی جاں عشق دی تاں کوکاں دیا دیا  
 تیرے عشق نچایا کر تھیا تھیا  
 بلھا شوہ نے آندانی ہن مینوں آپ عنایت ہوئی  
 جس مینوں پہنائے نی کوئی سالو سوئی  
 جاں میں لاہی آندی نی مینوں لیا دیا  
 تیرے عشق نچایا کر تھیا تھیا

## کافی نمبر ۵۳

پیار یا سانوں مٹھرانہ لگدا شور ہن میں تے راضی رہنا  
 پیار یا سانوں مٹھرانہ لگدا شور میں گھر کھلا شگوفہ ہور

دیکھو باغ بہاراں ہور بہن مینوں کجھ نہ کہنا

پیار یا سانوں مٹھوانہ لگدا شور ہن میں تے راضی رہنا

ہن میں موئی نی میریے ماں پونی میری لے گیا کاں

میں ڈوڈو کردی مگرے جاں پونی دبے دبیں سائیں دے ناں

پیار یا سانوں مٹھوانہ لگدا شور ہن میں تے راضی رہنا

مہر عنایت کریں ہزار بلھاسائیں دے ناں پیار

ایہو قول تے ایہو اقرار دل بر دے وچہ رہنا

پیار یا سانوں مٹھوانہ لگدا شور ہن میں تے راضی رہنا

## کافی نمبر ۵۴

وت نہ کرساں مان رانجھیٹے یار دا وے اڑیا

عشق اللہ دی ذات لوکاں دا مہناں

کیں دل کراں پکار کسے نہیں رہنا

اوسے دی گل اوہا جانے

کون کوئی مار دا وے اڑیا

وت نہ کرساں مان رانجھیٹے یار دا وے اڑیا

اج اجوکی رات میرے گھر رہیں کھاں وے اڑیا

دل دیاں گھنڈیاں کھول اسان ناں ہس کھاں وے اڑیا

دلبر یار قرار کیتوئی

کی اعتبار سوہنے یار دا وے اڑیا

وت نہ کرساں مان رانجھیٹے یار دا وے اڑیا  
 ڈھونداں کئی واری ہتھوں اٹھ نسا ایں وے اڑیا  
 رل مل سیاں نچدیاں پھر دیاں  
 وقت ہو یا بھنڈار دا وے اڑیا

وت نہ کرساں مان رانجھیٹے یار دا وے اڑیا  
 بہک کردیاں خودی ہنکار انہاں نوں مارنا ایں وے اڑیا  
 اک چھپے پھڑن خوار سڑیاں نوں ساڑنا ایں وے اڑیا  
 مینڈھے سوہنے یار وے اڑیا

کی اعتبار تیرے پیار دا وے اڑیا  
 وت نہ کرساں مان رانجھیٹے یار دا وے اڑیا  
 چکڑ بھریاں دے نال نت چھند گھتتا کمیں وے اڑیا  
 لایا میں ہار سنگھار میتھوں اٹھ نسا ایں وے اڑیا  
 بلھا شوہ گھر آ پیارے وقت دیدار دا وے اڑیا  
 وت نہ کرساں مان رانجھیٹے دا وے اڑیا

یہ سن کر شاہ عنایت قادری قدس سرہ نے فرمایا اوائے! تو بلھا ہے؟ طالب دوڑ  
 کر قدموں میں گر پڑا۔ عرض کیا۔ جی حضرت بھلا ہے۔ تو پھر حضرت مرشد نے  
 چھاتی سے لگایا۔ اور اس کی خوشی میں طالب صادق نے یہ سنایا:

## کافی نمبر ۵۵

گھڑیالی دیہو نکال نی  
 ہن پی گھر آیا لال نی

گھڑی گھڑی گھڑیاں بجاوے رات وصل دی پیا گھٹاوے  
میرے دل دی بات جے پاوے ہتھوں چاٹے گھڑیاں نی

گھڑیاں دیہو نکال نی  
ہن پی گھر آیا لال نی

کھد ویکھن دا۔ عجب نظارہ دکھ دل دا اٹھ گیا سارا  
رین وڈی کیا کرے پیارا دن اگے دھرو دیوال نی

گھڑیاں دیہو نکال نی  
ہن پی گھر آیا لال نی

انحد واجا وجے سوہانا مطرب سکھدا اتاں ترانا  
نماز روزہ بھل گیا دوگاناں مدھ پیالہ دھن کلاں نی

گھڑیاں دیہو نکال نی  
ہن پی گھر آیا لال نی

مینوں اپنی خبر نہ کائی . کی جاناں میں کہاں بیاہی  
ایہ گل کیونکر چھپے چھپائی ہن ہویا فضل کمال نی

گھڑیاں دیہو نکال نی  
ہن پی گھر آیا لال نی

ٹونے کامن کر کے بہتیرے سحر سے آئے وڈے وڈیرے  
ہن گھر آیا جانی میرے لکھ دتے ایدے نال نی

گھڑیاں دیہو نکال نی  
ہن پی گھر آیا لال نی

بلھا شوہ دی چھیج پیاری      نی میں تارن ہارے نی  
 کویں کویں ہن آیا واری      ہن وچھڑن ہویا محال نی  
 گھڑیالی دیہو نکال نی  
 ہن پی گھر آیا لال نی

پھر حضرت شاہ عنایت قادری میاں طالب صادق بلھے شاہ کو چھاتی سے لگا کر اپنے ساتھ لائے۔ اور شب و روز شراب وصل کے جام اس کو پلائے۔ طالب صادق بھی نور جمال مرشد میں ایسا محو ہوا کہ فنا فی الشیخ ہو گیا۔ اور یہ کیفیت ہو گئی۔ کہ دونوں کی رو میں ایک جان ہو گئیں۔ مرشد کی روح نے طالب صادق کی روح کو اپنے رنگ میں ملا لیا۔ حکم اتحاد حقیقی کا ان پر صادق آ گیا۔ کہ اگر مرشد کے سر میں درد ہے۔ تو طالب کے سر میں بھی درد ہے۔ اور اگر طالب کو سردی چڑھی ہے۔ تو مرشد کو بھی سردی چڑھ گئی ہے۔ چنانچہ اس کی نقل رشحات میں لکھی ہے۔ کہ ایک روز حضرت نظام الدین خاموش قدس سرہ کو بہت سردی محسوس ہوئی۔ لوگوں نے آپ کو کپڑے پہنوائے اتنے میں آپ کا ایک مرید باہر سے آیا۔ آپ نے فرمایا۔ مجھ کو چھوڑو۔ اس کو گرم کرو۔ کہ اس کی سردی نے مجھ پر اثر کیا ہے۔ جب اس طالب کو گرم کیا گیا۔ تو حضرت نظام الدین خاموش قدس سرہ کی سردی اتر گئی۔ زہے طالب اور زہے مرشد۔ اسی طرح حضرات القدس میں لکھا ہے۔ کہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو تپ محرقہ عارض ہوئی۔ تو حضرت مجدد زادہ محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ کو بھی تپ ہو گئی۔ اور بہت دن اس کو ہو گئے۔ رفع نہ ہوئی تو حضرت مجدد صاحب نے فرمایا کہ تپ ہماری انعکاسی ہے۔ جب تک محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ یہاں رہیں گے نہ ان کو تپ جائے گی نہ ہماری تپ جائے گی۔ ان کو سر ہند

لے جاؤ۔ تاکہ دونوں کی تپ دور ہو جائے۔ صاحب زادہ صاحب کو جب سرہند کی طرف لے کر روانہ ہوئے تو مجدد صاحب کی تپ اسی روز اتر گئی۔ اور صاحب زادہ صاحب ممدوح کی تپ بھی اسی روز پہلی منزل پر اتر گئی۔ اس لئے کہ وہ فنا فی الشیخ تھے۔ اور کچھ تعجب کی بات نہیں ہے کہ طالب کو سردی چڑھے۔ اور مرشد کو بھی سردی چڑھ جائے اور اس کی سردی اترنے سے مرشد کی سردی بھی اتر جائے۔ اور مرشد کو تپ چڑھ جانے سے طالب کو بھی تپ ہو جائے۔ اور مرشد کی تپ جاتی رہے تو طالب کی تپ بھی چلی جائے۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ ہم گرفتار ان خواہشات نفسانی گم گشتگان باد یہ سلوک اوہام اپنے حال ناقص پر کاملوں کے حال کو قیاس کریں۔ اور ان کو اپنا سا سمجھیں۔ اور مسائل روحی کو تحقیق نہ کریں۔

## منزل فنا فی الرسول کا بیان

جب طالب فنا فی الشیخ ہو گیا تو مرشد نے فنا فی الرسول کی راہ بتائی اور فرمایا، کہ جب تک کسی کی آنکھیں نور نبی سے منور نہ ہوں تو نور اللہ کو نہیں دیکھ سکتا۔ جیسے کہ آنکھیں نور نبی کو نہیں دیکھ سکتیں۔ جب تک کہ نور مرشد سے منور نہ ہوں۔ تو نور نبی کے دیکھنے کیلئے نور مرشد کی عینک چاہیے اور نور اللہ کو دیکھنے کیلئے نور نبی کی عینک چاہیے۔ بغیر ان عینکوں کے کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ اور پھر کچھ کان میں ایسا بتایا کہ آتش عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طالب صادق کے دل میں بھڑک اٹھے۔ اور نام رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر ٹھنڈے سانس بھرنے لگا۔ اور صلی اللہ علیہ وسلم کہنے لگا۔ اس حال میں حضرت مرشد نے کثرت درود شریف کا اور بدن اور لباس کو معطر رکھنے کا ارشاد فرمایا طالب صادق ایسا مشغول ہوا کہ ہر دم اس کی زبان پر صل علی محمد صل علی محمد تھا۔ جس قدر وہ کثرت درود شریف کرنے لگا اسی قدر محبت اور عشق



رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ترقی ہوئی اور بدوں ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور درود شریف کے بے چینی اور بے کلی ہونے لگی۔ جب جی گھبراتا اور بے قرار ہوتا تو کہتا:

غریبم یا رسول اللہ غریبم  
مرض دارم ز عصیاں لاؤدوائے  
نداریم در جہاں جر تو حبیبم  
مگر الطاف تو گرد و طیبم  
بریں نازم کہ ہستم امت تو  
گنہگارم و لیکن خوش نصیبم  
میاں طالب اس ذوق و شوق میں جہاں کہیں ذوق و شوق میں جہاں کہیں  
مجلس نعت خوانی سنتے تھے وہاں آنکھوں کو قدم بنا کر جاتے تھے۔ چنانچہ ایک روز  
حضرت داتا گنج بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر انوار سے اسی حال میں ان کا  
گزر ہوا۔ وہاں تین درویش عاشقان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ ایک عربی  
ہے۔ دوسرا فارسی اور تیسرا ہندی۔ جب یہ ان میں ملے۔ تو چار درویش ہو گئے۔ ہر  
ایک نے کھڑے ہو کر اپنی اپنی زبان میں نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی اس  
طرح کہی:

### پہلا درویش عربی

بلغ العلی بکمالہ  
کشف الدجی بجمالہ  
حسنت جمیع خصالہ  
صلوا علیہ وآلہ

### نعت دیگر

عرج المعمار جاعتلی  
کالبدر فی ظلم الدجی  
بلغ العلی بکمالہ  
کشف الدجی بجمالہ

خیر الوری نور الہدیٰ      حسنت جمیع خصالہ  
وہو النبی المصطفیٰ      صلوا علیہ وآلہ

### نعت دیگر

قدس فی الکوین نبیا صلی اللہ علیہ وسلم  
عظم مکیاً عربیاً صلی اللہ علیہ وسلم  
من ید الا ان مستخر منه عباد اللہ مفخر  
مبتداء قد جاء موخر صلی اللہ علیہ وسلم  
علم بالتنزیل فعلم کتما بالتقلین فکلم  
احمد عبد اللہ مسلم صلی اللہ علیہ وسلم  
مفتخر بالقدور فیع محتشم بالشان منیع  
مقتدر للحق شفیع صلی اللہ علیہ وسلم  
افصح فی الاقوام لساناً اظہر فی الاعیان عیاناً  
ارقع فی الآفاق مکانا صلی اللہ علیہ وسلم  
سید خلق اللہ کبیر من عشمات الجاہ امیر  
لیس له فی الخلق نظیر صلی اللہ علیہ وسلم  
حرم نظام منهک امن انت له بعطائک ضامن  
فات له بنوک یامن صلی اللہ علیہ وسلم

### دوسرا درویش فارسی

صلی اللہ علی نور کرشد نورها پیدا  
زمین در حب او ساکن فلک در عشق او شیدا

محمد حامد و محمود ویرا خالقش بستود  
از وشد بود هر موجود ز وشد دید با پیدا  
اگر نام محمد را نیا وروئے شفیع آدم  
نه آدم یافتے توبہ نہ نوح از غرق نجینا  
دو چشم ز کسینش راماز اغ البصر خوانند  
دو زلف عنبرینش راکہ واللیل اذا یغشی  
از سر سینه اش جامی الم اشرح لک پرخواں  
ز معراجیش بر خواند کہ سبحان الذی اسری  
اتنے میں حضوری رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوئی۔ اس درویش نے کہا:

### نعت دیگر

اے چہرہ زیبائے تو رشک بتان آذری  
ہر چند و صفت می کنم در حسن زاں بالاتری  
تو از یری چابک تری و ز برگ ناز کتری  
و ز ہرچہ گویم بہتری حقا عجائب دلبری  
آقا قہا گردیدہ ام مہر بتاں و رزیدہ ام  
بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری  
ہر گر نیامد در نظر صورت رویت خوبتر  
شمسی ندانم یا قمر یا زہرہ یا مشتری  
من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی  
تاکس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

عالم ہمہ یغمائے تو خلق جہاں شیدائے تو  
 آں زگس رعنائے تو آوردہ رسم دلبری  
 خسر و غریب است و گدا افتادہ در شہر شما  
 باشد کہ از بہر خدا سوئے غریباں بگری

### نعت دیگر

عارض است این قمر یا لالہ احمر است این  
 یا شعاع شمس یا آئینہ دلہا است این  
 قامت است این الف یا سرو یا نخل مراد  
 یا مگر گلدستہ باغ جناں آساست این  
 زلف تو زنجیر یا گلاب مامشک ختن  
 سنبل تو یا سمین یا عنبر سارا ست این  
 چشم تو جا دوست یا آہوست یا صیاد خلق  
 یاد و بادام سیاہ یا زگس شہلا است این  
 یا رب این طاق است محراب یا قوس قزح  
 یا حلال عید یا ابروئے ماہ ما است این  
 کوئے تو کعبہ است یا فردوس یا خلد بریں  
 یا گلستین ارم یا جنت الماوی است این  
 حلقہ لعل است یا سر چشمہ آب حیات  
 یا دہن یا سیم یا طوطی شکر خوار است این

یارب این خورشید تابان ست یا ماہ تمام  
یا فرشتہ یا پری یا شوخ بے پرواہ است این  
بلبل بے خانماں یا طوطی شیریں زبان  
باقمری باغ جناں یا جاہے شیدا است این

### تیسرا دویش ہندی

بطحا کا باشی من موہن جا عرش پہ آیو آن میں  
اب کا سے کہوں میں اے رب سکھی جو دھوم مچی تھی کونن و مکانن میں  
جب وہ موہن انمول اٹھا مکھ پر سے پردہ کھول اٹھا  
لولاک لماتب بول اٹھا اس امی لقب کی شانن میں  
واللیل ہے وا کی زلف دو تاوا لشمس ہے مکھڑا چاندن سا  
کا منہ سے ہو بھلا وا کی ثنا جا کی کہ صفت ہو قرآن میں  
طہ و یس لے کے صنم اور انا فتحنا دین علم  
تب کھل گیا وا کا سارا بھرم جب آیا وہ لا کے مکانن میں  
سب حورو ملائک جن و بشر ساتوں ہی فلک اور سارے نبی  
تھی صل علی کی دھوم مچی آئی تھی صدا یہی کانن میں  
ہے غرق گنا ہے سگرا عاصی مشہور تمہارا ہے واسی  
یا درد تمنا یہ ستمی ترپت ہے ہندوستان میں

## نعت دیگر

ز جفائے فراق تو جاں بینم فمن اعقل قبلک عن خبرے  
 تورے ویکھن جیا تر سے پیا کائی سدھ نہ لئیو میری چیت نہ دھری  
 یٹطا دل ہجرک یا اسخی تو بیادہیں بت رشک پری  
 مورا چین گیو موزی نیند گیو توری پیت نے میت یہ کیسی کری  
 برسات بھی برسات نہیں کائی جا کہیو مورے شام ہری  
 پیا پیا پپہہ کی سن کے پیا مورے تینوں سے بر سے بدری  
 میرے رشک چین کو کہیو یہی چو بہ گلشن او تو صبا گزری  
 نیناں ترست ہیں تورے درشن کو توری بات کو ہوں میں ٹھکتی پڑی  
 سخن اقرب گفت خدائے جہاں لم لا تنشا هل با النظری  
 وہ تو نکسو سکھی مورے آنگن میں جا کو ڈھونڈھ پھری نگری نگری  
 و یتبرق بر جلالتہ بچہ طور تو صورت او نگری  
 واست کی مرلی بجی جو سکھی مورے کانن میں وا ہو کے بھری  
 تشاہد نی و شاہد ک چو در آئی صنم تو بجلوہ گری  
 تورے پیاں کو دھو دھوپوں میں پیا مورے بھاگ جگوس کہیں آو ذری  
 تحملنا امنہ چو زمین و زمان و ملک و گشت بری  
 موری بہیاں مروڑ نہ شام ہری مورے سیس سے گرنہ پڑے لگدوی  
 انہیں عالی خستہ ہے سب سے خبر نہیں ایسی وہاں بے خبری  
 فتصل علیہ و عترتہ چو بروضہ او تو صبا گزری

## نعت دیگر

چل دیکھ سکھی قوسین ادنیٰ شرب کا بانکا سا دریا  
 وہ چاند سا مکھ دکھلاوت ہے مکی مدنی وہ کہاوت ہے  
 جب اوڑھ کملیا آوت ہے تب چھین لیت ہے من مورا  
 چل دیکھ سکھی قوسین ادنیٰ شرب کا بانکا سا دریا  
 توحید کا رنگ بتاوت ہے عرفان کا گلال اڑاوت ہے  
 وہ شراب طہور پلاوت ہے اسے دیکھ بھی میں با دریا  
 چل دیکھ سکھی قوسین ادنیٰ شرب کا بانکا سا دریا

## نعت دیگر

ذہبت کا تاج براج بھیو گھٹ سن ظہور میں دات سما یو  
 آپ ہی آپ بھیو عبداللہ آپ ہی پوت سپوت کو جا یو  
 لولاک بھیو دھر سیس یہ سہرا حور پری نت مانگل گایو  
 معراج بھیو جب احمد کو تب لا مکان کا چھتہ جھولا یو  
 ست دیپ بھیو نو کھند کہیں جگ جیت محمد واحد ایو  
 ذات کا تاج براج بھیو گھٹ سن ظہور میں ذات سما یو

## چوتھا درویش پنجابی

کافی ۵۶

جو رنگ رنگیا گوہڑا رنگیا مرشد والی لالی او یار  
 احد کولوں احمد ہویا وچوں میم نکالی او یار  
 درمعانی دی دھوم مچی ہے نیناں توں گھنڈاٹھالی او یار  
 جو رنگ رنگیا گوہڑا رنگیا مرشد والی لالی او یار  
 سورت تیس منزل والا بدلا گرج سنبھاتی او یار  
 زلف سیاہ دے وچہ ید بیضادے چکار دکھالی او یار  
 جو رنگ رنگیا گوہڑا رنگیا مرشد والی لالی او یار  
 موتوا قبل ان تموتوا ہویاں نوں پھر چوائیں او یار  
 بلھا شوہ میرے گھر آیا کر کر ناچ ولھاتی او یار  
 جو رنگ رنگیا گوہڑا رنگیا مرشد والی لالی او یار

بند دیگر

اک رانجھا مینوں لوڑی دا

اک رانجھا مینوں لوڑی دا

احد احد وچہ فرق نہ بلھیا رتی اک بھیت مروڑی دا

اک رانجھا مینوں لوڑی دا

اک رانجھا مینوں لوڑی دا



### بند دیگر

ہن میں لکھیا سوہنا یار  
 جس دے حسن دا گرم بازار  
 پیارا پہن پشا کاں آیا  
 آدم اپنا نام دھرایا  
 احد توں بن احمد آیا  
 نبیاں دا سردار  
 ہن میں لکھیا سوہنا یار  
 جس دے حسن دا گرم بازار  
 کن کہا فیکون کہایا  
 بے چونی سے چون بنایا  
 احد دے وچہ میم رلایا  
 تاں کیتا ایڈ پار  
 ہن میں لکھیا سوہنا یار  
 جس دے حسن دا گرم بازار

### بند دیگر

سیو نی ہن سا جن میں پائیو نی  
 احد احد دا گیت سنایا  
 انا احمد ہوں پھر فرمایا  
 پر دے وچہ اک میم رلایا  
 اتے نام رسول دھرایا  
 سیو نی ہن سا جن میں پائیو نی  
 پر گھٹ ہو کر نور سدائیو  
 احمد توں موجود کرائیو  
 نابودوں کو بود دکھائیو  
 فتنحت فیہ سنائیو نی  
 سیو نی ہن سا جن میں پائیو نی

## بند دیگر

بے حد رماں وسدا نی ڈھولن ماہی  
میم دے اوہلے وسدا نی ڈھولن ماہی

اولیاء منصور - کہاوے رمزا انا الحق آپ بتاوے  
آپے آپ نوں سولی چڑھاوے تے کول کھلو کے ہسدانی ڈھولن ماہی

بے حد رماں وسدا نی ڈھولن ماہی  
میم دے اوہلے وسدا نی ڈھولن ماہی

بعد اس جلسہ کے دوئی آگ عشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میاں طالب  
صادق کے باطن میں بھڑکی۔ اور یہی جی چاہنے لگا۔ کہ مدینہ منورہ میں اڑ کر کسی  
طرح پہنچے اور زیارت روضہ منورہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کرے جب بہت بے  
چینی اور بے کلی ہوئی تو حضرت مرشد سے اپنا حال عرض کیا۔ حضرت مرشد نے  
فرمایا۔ وہاں کس لئے جاتے ہو؟ عرض کیا کہ شوق زیارت روضہ منورہ اپنی طرف  
کھینچتا ہے۔ کس لئے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیکن زار قبری فکانماریانی  
حیا جس نے میری قبر کی زیارت کی۔ گویا اس نے مجھے زندہ دیکھا۔ یہ سن کر حضرت  
مرشد نے فرمایا کہ تین دن کے بعد اس کا جواب دیں گے۔ خیر چارو ناچار طالب  
صادق کو ٹھہرنا پڑا۔ تیسری رات کو میاں طالب صادق خواب میں کیا دیکھتے ہیں کہ  
حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے مرشد کو بلاؤ طالب صادق فوراً  
مرشد کو بلانے گئے۔ حضرت مرشد یہ پیغام سن کر جلدی سے خدمت بابرکت رسول  
مقبول صلی اللہ علیہ وسلم میں آئے۔ حضرت سرور کائنات نے ان کو اپنی دائیں طرف

بٹھایا۔ طالب صادق نے نظر اٹھا کر جو غور سے دیکھا۔ تو مرشد کو بھی حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں پایا۔ اور یہ تمیز نہ کر سکا۔ کہ اس میں کون سے مرشد ہیں۔ اور کون سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جب ہر چند غور کیا اور کچھ تمیز نہ ہوئی۔ تو اس حیرت اور وحشت میں آنکھ کھل گئی۔ گھبرائے ہوئے حضرت مرشد کی خدمت میں آئے۔ آپ بعد نماز تہجد مراقبہ بیٹھے تھے۔ بعد ایک لحظہ کے سر اٹھایا۔ اور فرمایا: کہ اب تو تمہارا مطلب حاصل ہوا۔ طالب صادق قدموں میں گر پڑا۔ اور حضرت مرشد کے قدموں کو آنکھوں سے لگایا۔ (دیکھو رشتات میں حضرت عبید اللہ احرار) زیارت رسول اکرم تو ہوئی۔ مگر آتش شوق و محبت زیادہ بھڑک اٹھی اب تو ہر وقت بے کلی اور بے چینی رہنے لگی۔ اس شوق محبت میں رویائے صادقہ کثرت سے ہونے لگیں۔ یعنی روز بروز خواب میں اولیاء اور انبیاء کی ارواح کی زیارت ہونے لگی۔ جب ان زیارتوں سے روح طالب کی آنکھ میں کچھ روشنی آئی تو بیداری میں بھی کبھی کبھی جب کہ غنودگی سی آجاتی ہے زیارت ارواح اولیاء اور انبیاء کی ہو گئی۔ پھر یہاں تک اس میں طاقت آگئی کہ۔

### بیت

دل کے آئینے میں ہے تصویر یار

جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

ایک دن آنکھیں بند کر کے قلب کو دیکھا۔ کیا دیکھتا ہے۔ کہ اس میں باغات

گونا گوں معمارات اور قصور دل پذیر اور گلزار ہائے تروتازہ اشجار پر از انواع آثار

لگے ہوئے ہیں۔ اور نہریں جا بجا جاری ہیں۔ فوارے اچھلتے ہیں۔ ان پر فرش مرصع

بہ لعل و زمرد اور مروارید اور تخت ہائے زیبا کے جا بجا بچھے ہیں۔ ان کے گرد آفتاب

ماہتاب ستارے اور فرشتے طرح طرح صورت ہائے طیور اور حور و غلمان میں صف باندھے کھڑے ہیں۔ جن کی تعریف کسی طرح نہیں ہو سکتی۔ اگر ایک بار اس مقام کو کوئی دیکھ لے۔ تو شیفتہ اور فریفتہ اس کا ہو جائے۔ یہ عالم مثال جب طالب صادق پر مکشوف ہوا۔ تو پھر اس میں کیا دیکھتا ہے۔ کہ ایک تخت مزین لعل و زمرد مسلسل بسلائل مروارید رکھا ہے۔ اور فرش ہائے بہشتی اس پر بچھے ہوئے ہیں۔ اور اس پر حضرت سرور کائنات مفرج موجودات احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ افروز ہیں۔ اور انبیاء اور اولیاء تمام مقربان بارگاہ رسول اکرم اپنے اپنے مرتبہ پر کھڑے ہیں اور نوری فرشتوں کے پرے اپنے مقام پر صف باندھے ہوئے ہیں۔ اور دربار عالی کی کیا تعریف ہو۔ نہ زبان کو طاقت تقریر نہ قلم کو طاقت تحریر ہے۔ یہ طالب صادق بھی اپنے مرشد کے ساتھ ساتھ اس دربار عالی میں پہنچا۔ حضرت مرشد نے حضور پر نور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش کیا۔ حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طالب صادق کے حال پر بڑی شفقت اور مہربانی فرمائی۔

پھر طالب صادق کو اپنے ہمراہ لے کر ان مقامات کی سیر فرمائی زہے سعادت اس طالب صادق کی۔ جس کو حضوری حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی حاصل ہوئی۔ اور دولت کبھی اور نعمت عظمیٰ سعادت دارین بہبودی کو نین ملی۔ اللہ تعالیٰ سب طالبان صادق کو نصیب کرے۔ آمین:

اس مقام پر حضرت شیخ محمد اکرم براسوی قدس سرہ متارج السالکین میں فرماتے ہیں کہ سارے عباد اور زہاد اور صلحا و غیر ہم تمام عمر مشتاق اور آرزو مند رویت حلال باکمال حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رہتے ہیں۔ اور یہی تمنا

کرتے ہیں۔ کہ کسی طرح ایک بار خواب میں ہی دیدار مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوویں مگر پھر بھی یہ دولت نصیب نہیں ہوئی۔ اور ساکان منزل فنا فی الرسول مقام ملکوت میں جب چاہتے ہیں۔ مجلس سرور کائنات میں حاضر ہو کر دیدار مبارک سے مشرف اور بہرہ ور ہوتے ہیں۔ دولت دیدار پر انوار نبی صلی اللہ علیہ وسلم پانے سے جب طالب صادق فنا فی الرسول ہو گیا۔ تو ستر حقیقت محمدیؐ اس پر منکشف ہوا۔ یعنی اس نے عین الیقین سے دیکھا کہ: شعر

ادھر اللہ سے واصل ادھر مخلوق سے شامل

خواص اس برزخ کبریٰ میں ہے حرف مشدوکا

یعنی نور محمدیؐ ادھر مخلوق کی نسبت تو وہ اس کی اصل اور جان ہے۔ کہ اسی کا یہ نسب ظہور ہے۔ ادھر اللہ کی نسبت یہ نور اللہ کا ہے۔ کہ اپنے نور سے نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے ظاہر کیا ہے۔ پس اس نور مقدس کا قول عبودہ و رسولہ بھی صادق ہے۔ اور انا احمد بلا مینم اور انا عرب بلا عین بھی صلی اللہ علیہ وسلم اس مقام پر طالب صادق نے یوں کہا ہے۔

اک رانجھا مینوں لوڑی دا رانجھا مینوں لوڑی دا

احد احمد وچہ فرق نہ کوئی رتی اک بھیت مروڑی دا

یعنی احد اور احمد میں کچھ فرق نہیں ہے۔ تھوڑا بھیت مروڑی یعنی عبودہ و

رسولہ کا ہے۔ اور یہ بھی اسی مقام پر تحقیق ہوا کہ جسم اطہر عنصری محمدیؐ بھی جو صفت

محی اور محبوبی میں درجہ کمال کا رکھتا ہے۔ اور سب محبوں اور محبوبوں پر سبقت لے

گیا ہے۔ اور اس جناب اقدس کی شان میں طالب صادق اپنے شوق میں یوں

کہتا ہے کہ۔

## رباعی

اے رشک جمال یوسف اندر خوبی  
در عشق و بلا زیادہ از یعقوبی  
بر جملہ کائنات سبق داری  
بر منقبت محبی و محبوبی  
تمام اجسام عالم کی اصل اور جان ہے۔ اور روح معطر سرور کائنات صلی اللہ  
علیہ وسلم تمام ارواح کی جان ہے اور قلب محمدی صلی اللہ علیہ وسلم عالم مثال اور تمام  
قلوب کی جان۔ رموز العشق اردو۔

پہلے سر خدا ظاہر ہوا  
وہی مخزن سارے اسراروں کا ہے  
جامع مطلق ہے اور سر قدم  
ہے قدم اعلیٰ اسی کا پھر خطاب  
پہلے خلق اللہ نوری پڑھ کلام  
جتنی روہیں میں خواص و عام کی  
یعنی کرو بیاں جبر و تیاں  
سب کا ہے نور محمدؐ کا ظہور  
علم میں وہ نور ہے اعیان کا عین  
ہے وہی اصل مثال اے خوشنصال  
اس کی ہے قلب محمدؐ اصل جان  
جان کو اجسام کی اصل الاصول  
جامع مطلق وہ نور النور ہے  
کون بھی اس سے نہیں باہر ہوا  
وہی معدن سارے انواروں کا ہے  
یعنی وہ نور محمدؐ صلی اللہ  
جان اس حضرت کو پھر ام الکتاب  
اس سے ظاہر ہوا عالم تمام  
نور احد سے ہوئیں ظاہر سبھی  
اور کیا ملکوتی و ناسوتیاں  
ہے وہی عیاں میں اکوان میں نور  
عین میں وہ نور ہے اکوان کا عین  
کون میں ہے بے نظیر و بے مثال  
ہے ز مطلق اور مقید اس کی شان  
جسم اطہر حضرت احمدؐ رسول  
ہے وہی ظاہر وہی مستور ہے

چونکہ روح طالب صادق کی جان روح محمدی صلی اللہ علیہ وسلم تھی۔ یہی وجہ تھی کہ طالب صادق کی روح میں سے نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہور کیا۔ اور باطن طالب صادق کو اس نور نے پر نور کیا۔ اور طالب صادق فنا فی الرسول ہوا۔ اور یہ بطفیل مرشد کامل کے حصول ہوا۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ:

پر مفر کردی ذات پیری را قبول  
ہم خدا آمد و ہم ذات رسول

ایسے رسول پر جان و دل قربان کیجئے۔ اس کے فرمان پر تصدق ہو جائیے۔ جو محبوب خدا جان جہان ہے۔ جس کے عشق اور محبت میں غرق ہونا عین ایمان ہے۔ شب و روز ہزاراں ہزار درود اور سلام اس پر بھیجئے۔

السلام اے آفتاب داودین	السلام اے انتخاب اولین
السلام اے دستگیر بے کساں	السلام اے چارہ درد نہاں
السلام اے قبلہ گاہ اہل دین	السلام اے باد شاہ مرسلین
السلام اے بود آدم را سبب	السلام اے خلق عالم را سبب
السلام اے شاہ عظمت السلام	السلام اے ماہ رفعت السلام
السلام اے گوہر تاج قبول	السلام اے زیب معراج قبول
السلام اے پیشوائے انبیاء	السلام اے مقتدائے اولیاء

مگر

رباعی اعماد

چوں ہست حقیقت محمدؐ بالذات  
اصل ہمہ حقائق موجودات  
جز حق زبرد صلوة کامل کس را  
بر ذات محمدی علیہ الصلوٰۃ

رباعی ایضاً

آنانکہ ز سیر معرفت آگاہند  
اصل ہمہ حقائق موجودات  
ما ہمسری سگاں از نتوانیم  
شیراں جہاں سگاں ایں درگاہند

مسئلہ محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم

سوال یہ ہے کہ ایک شخص کو خدا کی محبت اور ایک کو رسول کی محبت ہے۔ کون خدا کے نزدیک پیارا ہے۔

جواب یہ ہے کہ جس کو رسول کی محبت ہے۔ وہ پیارا ہے۔ کیونکہ بدوں محبت رسول کے خدا کی محبت نہیں ہو سکتی۔ اس لئے کہ ذات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برزخ کبریٰ ہے۔ جو بدوں محبت رسول کے خدا کی محبت کا دعویٰ کرتا ہے۔ وہ جھوٹا ہے۔ اس کو فی الحقیقت محبت اللہ سے نہیں ہے۔ بلکہ اپنے وہم سے جس کو اللہ بنا رکھا



ہے۔ ہائے ہائے وہ کیا کرے جو اس وہم میں گرفتار ہو۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرا ہاتھ پکڑیے۔ اور میری شفاعت فرمائیے۔ جیسے آپ نور تمام عالم کے ہیں۔ میرے بھی نور ہو جائیے۔ اور جیسے جمیع خلایق کے آپ شفیع ہیں۔ میری بھی شفاعت کیجئے اور رُخ انوار کو مجھ سے نہ چھپائیے:

## نعت

ترحم اے رسول سرور پاک	بجاں افتادہ ام بردار از خاک
کسے جز تو نباشد دست گیرم	مرا مگذار تا اعمیٰ نمیریم!
سیہ روزم سیہ کارم سیہ دل	ز آب لطف خود برشویں ایں دل
نہ شیریں گشتہ گاہے کام مقصود	نہ بر لب آمدہ کہ جام مقصود
ن یاران طرب باریدہ بر من	ز نخل خرمی روئیدہ از من
بجز وصلت مبادا مقصد من	بجز بیادت مبادا مطلب من
بجز ذکرت مبادا بر زبانم	بجز عشقت مبادا عیش جانم
دو چشم حلقہ باب تو باوا	دل و جاں در تپ و ناب تو باوا
سر احقر بباوا خاک پائیت	الی یوم الحشر اندر رضایت

تمت بالخیر

حصہ اول

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## منزل فنا فی اللہ کا بیان

جب طالب صادق فنا فی الرسول ہو گیا۔ تو نور نبی سے اس کے دل کی آنکھیں  
منور ہوئیں۔ تو اس کو نظر آنے لگا کہ اللہ نور السموات والارض اور پھر کہنے لگا۔

### غزل

شمع رو جلوہ کناں تھا مجھے معلوم نہ تھا  
صاف پردے میں عیاں تھا مجھے معلوم نہ تھا  
گل میں بلبل میں ہر اک شاخ پتے میں جا بجا اس کا نشاں تھا مجھے معلوم نہ تھا  
ایک مدت حرم و دیر میں ڈھونڈا ناحق  
سیم بر دل میں نہاں تھا مجھے معلوم نہ تھا  
بغلط ہستی موہوم کو سمجھے تھے مگر اور وطن اپنا جہاں تھا مجھے معلوم نہ تھا  
سچ تو یہ ہے کہ سوا یار کے جو کچھ تھا حیات  
وہم تھا شک تھا گماں تھا مجھے معلوم نہ تھا

### کافی نمبر ۵

ہن میں لکھیا سوہنا یار  
جس دے حسن دا گرم بازار  
جد احد اک اکلا سی نہ ظاہر کوئی تجلی سی

نہ رب رسول نہ اللہ سی نہ جبار نہ قہار

ہن میں لکھیا سوہنا یار

جس دے حسن دا گرم بازار

بے چوں بے چگو نہ سی بے شبہ بے نمونہ سی

نہ کوئی رنگ نہ نمونہ سی ہن گونا گون ہزار

ہن میں لکھیا سوہنا یار

جس دے حسن دا گرم بازار

پیارا پہن پوشاکاں آیا آدم اپنا نام دھرایا

احد تے بن احمد آیا نبیاں دا سردار

ہن میں لکھیا سوہنا یار

جس دے حسن دا گرم بازار

کن کہا فیکون کہایا بے چونی سے چون بنایا

احد دے وچہ میم رلایا تاں کیتا ایڈ پار

ہن میں لکھیا سوہنا یار

جس دے حسن دا گرم بازار

تجوں مسیت تجوں بت خانہ برتی رہاں نہ روزہ جاناں

بھل گیا وضو نماز دوگانہ تیں پر جان کراں بلہار

ہن میں لکھیا سوہنا یار

جس دے حسن دا گرم بازار

پیر پیغمبر اس دے بردے انس ملائک سجدے کردے

سر قدماں دے اتے دھر دے سب سے وڈی اوہ سرکار

ہن میں لکھیا سوہنا یار

جس دے حسن دا گرم بازار

جو کوئی اس نوں چاہے باہجھ ویلے لکھیا نہ جائے

شاہ عنایت بھیت بتائے تاں کھلے سب اسرار

ہن میں لکھیا سوہنا یار

جس دے حسن دا گرم بازار

اب میں نے سوئے یار یعنی معشوق حقیقی کو لکھیا۔ یعنی جو حق اس کے پہچاننے کا

ہے۔ پہچانا۔ اور یہ بات معلوم کی، کہ جب احداک اکلاسی۔ یعنی جب مخلوق پیدا

نہیں ہوئی تھی۔ اور وہ آپ ہی آپ تھا۔ اور ایسا عقیدہ ہونا اس شخص کا۔ کہ جو وجود

صانع کا قائل ہو۔ ضروری ہے اس لئے کہ صانع کا وجود مصنوع سے پہلے اس وقت

ہونا چاہئے جبکہ مصنوع نہ تھے۔ اس وقت کوئی تجلّی ظاہر نہ تھی۔ نہ کوئی اسم رب

رسول اور اللہ کا یا جبار یا قہار کا ظاہر نہ تھا۔ کیونکہ یہ سب اسم مخلوق کے ظاہر اور پیدا

ہونے کے وقت سے ہوئے ہیں۔ اس سے پہلے ظاہر نہ تھے۔ یعنی اس وقت سب

کچھ بطون میں تھا۔ اسم یا صفت یا لغت کا کچھ ظہور نہ تھا اب سوال یہ ہے۔ کہ اس

حال میں وہ کیا تھا۔ جواب یہ ہے کہ بیچون اور بیچکونہ تھا۔ بے شبہ اور بے نمونہ تھا۔ نہ

کوئی اس کا رنگ اور نمونہ تھا۔ یعنی لائین تھا۔ اور جو کچھ ہے۔ وہی نور ہے۔ ہاں

اب وہ گونا گوں ہزار ہے۔ اور جو کچھ ہے۔ وہی نور ہے۔ اس کو یوں سمجھو کہ ظاہر ہے

کہ عالم سے پہلے وہ آپ ہی تھا۔ اور اب بھی وہ آپ ہی آپ ہے کہ غیر اس کا عدم

محض ہے۔ تو یہ عالم کس طرح بطون سے ظہور میں آیا ہے۔ جو لوگ کامل اور مکمل

اولیاء کرام ہیں۔ اور جن کا فرمانا ہمارے لئے عقیدہ اور بالکل سچا ہے۔ کسی طرح کا شک اس میں نہیں ہے۔ وہ یوں فرماتے ہیں کہ جب اس ارادہ ازلی سے جس کی حقیقت اور کنہ ہمارے عقل اور ذکر سے باہر ہے۔ اور جس ارادے کو ہم اپنا سا ارادہ نہیں کہہ سکتے ہیں۔ کہ یہ حادث ہے۔ اور وہ قدیم۔ چاہا کہ عالم کو پیدا کروں۔ تاکہ وہ ذات اور صفات کو پہچانے۔ تو اس نے اول اپنے اوپر ایک تجلّی مجل میں غیر امتیاز بعض ہا عن بعض کی اس کو تعین اول مرتبہ دوسرا اور حقیقت محمدی اور وحدت اور برزخ کبریٰ کہتے ہیں۔ اور یہ تجلّی علمی ہے۔ پھر اس نے ایک اور تجلّی تفصیلی اپنے اوپر آپ کی۔ جس سے ہر ایک کا امتیاز ہو گیا۔ اور دہر میں اپنی اپنی استعداد اور قابلیت خاص سے ثابت ہو گئی۔ اس تو تعین دوم تجلّی دوم مرتبہ۔ تیسرا حقیقت انسانیہ اور وحدت کہتے ہیں۔ یہ دونوں تجلیاں ذات میں یعنی بطون میں ہوئیں۔ ابھی ظہور نہیں ہوا۔ اور تقدم اور تاخران میں عقلی ہے۔ زمانی نہیں۔ کس لئے کہ ذات میں زمان کا گزر نہیں۔ اس لئے ان مراتب کو مراتب و جوبی کہتے ہیں۔ پھر ایک تیسری تجلّی کی۔ اس سے عالم ارواح ظاہر ہوا۔ جو مجرد بسیط ہے۔ اور ذاتوں اور مثالوں پر ظاہر ہوتا ہے۔ یہاں سے مراتب کوئی اور ظہور کے شروع ہوئے۔ یعنی نور حق نے حقائق ارواح کے ساتھ منضم اور مقربین ہو کر ارواح کی صورت میں ظہور کیا۔ یہ ظہور کا پہلا مرتبہ اور اول سے چوتھا مرتبہ اور تجلّی سوم اور تعین سوم ہے۔ پھر اس نے ایک تجلّی کی۔ اس سے عالم مثال ظاہر ہوا۔ یعنی اور اشیاء کو نیہ مرکبہ لطیفہ ظہور میں آئیں۔ جو تخسیری اور جمعیض اور خرق اور التیام کو قبول نہیں کرتی ہیں۔ اس کو ظہورہ کا مرتبہ دوسرا اور اول سے مرتبہ پانچواں اور تجلّی چہارم

اور تعین چہارم کہتے ہیں۔ یہ نور حق ہی ہے۔ جس نے حقائق عالم مثال سے جو تجلی سے دوم میں ثابت ہوئی تھی۔ منضم اور مقرن ہو کر عالم مثال کی صورت میں ظہور کیا ہے۔ پھر اس نے ایک تجلی کی۔ اس سے عالم اجسام ظاہر ہوا۔ یعنی وہ اشیاء کو نیہ مرکبہ کثیفہ ظاہر ہوئیں۔ جو تجری اور تبعیض اور خرق اور التیام کو قبول کرتی ہیں۔ اس کو ظہور کا تیسرا مرتبہ اور اول سے مرتبہ چھٹا اور تجلی پنجم اور تعین پنجم کہتے ہیں۔ اور یہ عرش سے فرش تک سوائے انسان کے ہے۔ یہ بھی نور حق ہے۔ جس نے اعیان ثانیہ عالم سے جو تجلی دوم میں ثابت ہوئی تھی۔ منضم اور مقرن ہو کر عالم اجسام کی صورت میں ظہور کیا ہے۔ پھر اس نے ایک کی۔ اس سے حضرت انسان ظاہر ہوئے۔ ان کی جو تعریف کرو۔ تھوڑی ہے آپ جامع جمیع مراتب و جو بیہ اور کو نیہ اور نورانیہ اور جسمانیہ کے ہوئے۔ اب آپ ظہور کا مرتبہ چوتھا اور اول سے مرتبہ ساتواں تجلی ششم اور تعین ششم ہوئے۔ یہ بھی نور حق ہی ہے۔ جس نے عین تابتہ انسان سے جو تجلی دوم میں ثابت ہوئے تھے۔ منضم اور مقرن ہو کر اس صورت میں ظہور کیا۔ اور نام اپنا آدم رکھایا۔ پس

پیارا پہن پوشا کاں آیا آدم اپنا نام رکھیا

احد تے بن احمد آیا نبیاں دا سردار

ہن میں لکھیا سوہنا یار

کن کہا فیکون کہایا بے چونی سے چون بنایا

احد دے وچہ میم رلایا تاں کچیا ایڈ پار

ہن میں لکھیا سوہنا یار

مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ قدس سرہ نے ان جملہ مراتب نور حق کو اول سے آخر

تک مختصر اس طرح لکھا ہے۔

فارغ از اندوہ آزاد از طرب

حکم غیریت بکلی محو بود

ز امتیاز علمی و عینی مصنون

نے ز فیض خوان ہستی خوردہ قوت

غرفہ دریائے وحدت سر بسر

جملہ را در خود ز خود با خود نمود

بے نشانے را نشاں باشد عیاں

رسم و آئین دوئی آغاز شد

سوئے ساحل آمد ارواح بسیط

برزخ جامع میاں جسم و جاں

نام آں برزخ مثال مطلق است

جسم و جسمانی پدید از آمدہ

تا بنوع آخرش افتادہ دور

گشتہ محروم ار مقام محرمی

پایہ پایہ ز اصل افتادہ دور

نیست از دے ہیچ کس مہجور تر

پس اول سے آخر تک وہی ایک نور حق ہے۔ جس نے ہر مرتبہ ایک نئی صورت

سے ظہور کیا ہے۔ اگر عرش ہے۔ تو وہی نور ہے۔ اور اگر فرش ہے۔ تو وہی نور ہے۔

جبذا روزے کہ پیش از روز و شب

متحد بودیم باشاہ وجود

بود اعیان جہاں بے چند و چون

نے بلوح علم شاں نقش ثبوت

نے ز حق ممتاز و نے از یک دگر

ناگہاں در جنبش آمد بحر وجود

امتیاز علمی آمد در میان

واجب و ممکن ز ہم ممتاز شد

بعد از اں یک موج دیگر در محیط

موج دیگر ز و پدید آمد از اں

پیش آں گر زمرہ اہل حق است

موج دیگر باز درکار آمدہ

جسم ہم گشتہ است طوراً بعد طور

نوع آں را آدم است و آدمی

بر مراتب سر بسر کردہ ظہور

کر نہ گرد و بار دیگر زیں سفر

پس اول سے آخر تک وہی ایک نور حق ہے۔ جس نے ہر مرتبہ ایک نئی صورت

سے ظہور کیا ہے۔ اگر عرش ہے۔ تو وہی نور ہے۔ اور اگر فرش ہے۔ تو وہی نور ہے۔

اگر بصورت لطیف ہے۔ تو وہی نور ہے۔ اور اگر بصورت کثیف ہے۔ تو وہی ایک نور ہے۔ اور حق کا لطیف بھی ہونا اور کثیف بھی ہونا کچھ تعجب کی بات نہیں ہے۔ وہ نور حق ہے۔ اس کا تو کیا کہنا ہے۔ کسی کی مثال نہیں۔ اس کی صفت جیسی ہے۔ بیان کر سکے۔ یہ بات تو اکثر عالم کی چیزوں میں بھی ہوتی ہے۔ کہ ایک حالت میں لطیف ہوتی ہیں۔ اور دوسری میں وہی کثیف ہوتی ہیں۔ اور نیز اس سے کہ نور حق ہی صورت کثیف میں آتا ہے۔ اس کی صیات کاملہ مقدسہ میں کچھ نقص نہیں آتا۔ کس لئے کہ جس قدر نقص ہے۔ وہ تعین کی طرف راجع ہے۔ اور جو کمال ہے۔ وہ ذات مطلق کی طرف۔ پس اس میں کچھ شک نہیں ہے۔ بقول مولانا جامی قدس سرہ کہ۔

در کون و مکان نیست جز یک نور  
ظاہر شدہ آں نور بانواع ظہور  
حق نور و تنوع ظہورش عالم  
توحید ہمیں است و گر و ہم و غرور

یعنی کون و مکان میں ایک ہی نور عیاں ہے۔ ہاں وہ نور انواع ظہور میں ظاہر ہوا ہے۔ پس وہ نور حق ہے۔ اور اس کا تنوع ظہور یعنی طرح طرح سے ظاہر ہونا عالم ہے۔ مگر واضح رہے کہ اس بیان سے یہ نہ سمجھ لینا چاہئے۔ کہ جب سب ایک ہی نور ہے۔ تو پھر بندہ کیسا اور خدا کون؟ با بندہ بھی خدا ہے۔ نعوذ اللہ! کہ اس میں حفظ مراتب نہیں رہتا۔

ہر مرتبہ از وجود حکمے دارد  
گر حفظ مراتب نہ کنی زندیقی

پس اس نور کو جو مرتبہ عبدیت میں ہے۔ بندہ ہی کہنا چاہئے۔ اور جو مرتبہ معبودیت میں ہے۔ اس کو خدا ہی کہنا چاہئے۔ نہ اس کا اسم اس پر روا ہے۔ نہ اس کا



اسم اس پر۔ یہ اتنا نازک بھید ہے جس کے سمجھنے میں بہت غوطے کھاتے ہیں۔ اور بہتوں کی سمجھ پر یہاں پتھر پڑ جاتے ہیں۔ پیر ہی ان بھیدوں کو طالب صادق سلیم الطبع کو بتاتا ہے۔ اور پیر ہی کے ارشاد سے یہ اسرار منکشف ہوتے ہیں۔ اور کسی طرح نہیں ہوتے۔ جیسے حضرت بلھے شاہ قدس سرہ فرماتے ہیں۔

جو کوئی اس نون لکھیا چاہے      باہجھ وسیلے ہتھ نہ آوے  
شاہ عنایت بھیت بتائے      تاں کھلے اسرار  
ہن میں لکھیا سوہنا یار  
جس دے حسن دا گرم بازار

اس شرح مسئلہ توحید کو اچھی طرح غور سے پڑھئے۔ اور سمجھئے اگر اچھی طرح اس کو سمجھا جائے گا تو آئندہ جو کافیاں توحید کی آتی ہیں۔ وہ اس سے حل ہو جائیں گی۔ جہاں ضرورت کسی قدر شرح کی ہوگی۔ وہاں کچھ لکھ دیا جائے گا۔ اگر اس مسئلہ توحید کو بالتفصیل دیکھنا ہے۔ تو پوتھی لا الہ الا اللہ پڑھئے۔ اس میں اس کی تشریح اچھی طرح لکھی گئی ہے۔

## کافی نمبر ۵۸

پایا ہے کچھ پایا ہے  
ست گور نے الکھ لکھایا ہے  
کہوں ویر پڑا کہوں بیلی ہے  
کہوں آپ گور کہوں چیلی ہے  
سب اپنا راہ دکھلایا ہے  
پایا ہے کچھ پایا ہے  
ست گور نے الکھ لکھایا ہے

کہوں چور بنا کہوں ساجی ہے کہوں منبر تے یہ قاضی ہے

کہوں تیغ بہادر غازی ہے آپ اپنا پنتھ بنایا ہے

پایا ہے کچھ پایا ہے

ست گور نے الکھ لکھایا ہے

کہوں مسجد کا ورتارا ہے کہوں بنیاں ٹھا کر دوارہ ہے

کہوں بیراگی جپ دھارا ہے کہوں شیخ بن بن آیا ہے

پایا ہے کچھ پایا ہے

ست گور نے الکھ لکھایا ہے

کہوں ترک مصلے پڑھتے ہو کہوں بھگت ہندو جپ کرتے ہو

کہوں گور کنڈی وچہ پڑتے ہو ہر گھر گھر لاڈ لڈایا ہے

پایا ہے کچھ پایا ہے

ست گور نے الکھ لکھایا ہے

بلھا شوہ کا میں محتاج ہوا مہاراج ملے میرا کاج ہوا

درشن پیا دا میرا علاج ہوا لگا عشق تاں! ایہہ گن گایا ہے

پایا ہے کچھ پایا ہے

ست گور نے الکھ لکھایا ہے

یعنی حب کہ فی الواقع ایک ہی نور کا یہ سب ظہور ہے۔ تو دشمن بھی وہی ہے۔

اور دوست بھی وہی ہے۔ مجنوں اور لیلیٰ بھی وہی ہے۔ گور و بھی وہی ہے۔ اور چیلی

بھی وہی چور بھی وہی اور سادھ بھی وہی۔ منبر بی وہی اور قاضی بھی وہی۔ تیغ بھی

وہی اور غازی بھی وہی۔ مسجد بھی وہی اور ٹھا کر دوارہ بھی وہی۔ از روئے حقیقت

وجود کے وہی پیراگی بن کر چپ بھی وہی دھارتا ہے۔ شیخ الاسلام ہو کر ارشاد بھی وہی کرتا ہے ترک ہو کر مصیٰٹی پر نماز بھی وہی پڑھتا ہے۔ اور ہندو بن کر چپ بھی وہی کرتا ہے۔ غرض کہ اسی نے گھر گھر یہ لا ڈل دیا ہے۔ اور کھیل اور رنگ مچایا ہے۔ مگر یہ بات یاد رہے۔ کہ یہ گن اور یہ کیفیت کا بیان ازراہ عشق کے میں نے سنایا ہے۔ اور حال اور مواجید کے حکم سے میں نے سنایا ہے۔ ورنہ بقول صاحب گلشن راز قدس سرہ۔

ترا گر نیست احوال مواجید

مشو کافر بنا دانی ز تقلید

اور میں نے جو یہ حال معرفت حقیقت کا پایا ہے۔ یہ آپ ہی نہیں پایا۔ بلکہ ست گور یعنی مرشد کامل کی توجہ سے مجھ پر آیا ہے، اور اس نے الکلھ کو یعنی اس کو جو اور کسی طرح لکھا یعنی پہچانا، یعنی پہچانا نہیں جاتا۔ لکھایا ہے۔ یعنی اپنے نور سے میرے دل میں ایک نور ڈالا ہے۔ اور اس نور سے اس نور کو دکھایا ہے۔ یہاں کسی صاحب کو یہ شبہ نہ ہو۔ کہ نور حق کو جو چور کہا ہے۔ اس میں بے ادبی ہے۔ اول تو عاشقوں کی بے ادبی عین ادب ہے۔ دوسرے یہاں چور اور سادھ کی حقیقت کا بیان ہے۔ نہ ان کی صفت اعتباری کا۔ اور ان کا حال حقیقت اس جگہ محض اس وہم کے دور کرنے کیلئے بیان کیا ہے۔ جو ان کی حقیقت کے قطع نظر کر کے پھر نظر بہ صفات اعتباریہ ان کی کہ ان کو ایک دوسرے کا غیر حقیقی بنا رہا ہے۔ جو کذب صریح ہے اور اسی وجہ سے حجاب عارض حقیقت ہو رہا ہے۔ پہلے پہل کوئی ناواقف حقیقت ان باتوں کو سنتا ہے۔ تو بہت چمکتا اور چونکتا ہے۔ مگر جب اس کو کچھ تمیز حقیقت کے حال کی ہو جاتی ہے۔ تو کہتا ہے اَمْنَا وَصَدَقْنَا جو اس کافی میں فرمایا ہے۔ سچ ہے

عین سچ ہے۔ بالکل سچ ہے۔ پھر فرماتے ہیں۔

## کافی نمبر ۵۹

سیو ہن سا جن پائیو نی

ہر ہر دے وچہ سمایو نی

احمد دا گیت سنایا انا احمد ہوں پھر فرمایا

پردے وچہ اک میم رکھایا اتے نام رسول دھرائیو نی

سیو ہن سا جن پائیو نی

ہر ہر دے وچہ سمایو نی

پر گھٹ ہو کر نور سدا یو احمد توں موجود کرائیو

نا بودوں کر بود دکھایو فنسحت فیہ سنا یونی

سیو ہن سا جن پائیو نی

ہر ہر دے وچہ سمایو نی

توں آیوں تے میں نہ آئی گنج مخفی نے مرلی بجائی

آکھ است گواہی چائی اتے قالو ابلی بتائیونی

سیو ہن سا جن پائیو نی

ہر ہر دے وچہ سمایو نی

نحن اقرب لکھوتوی ہو معکم داسبق کہیونی

فی انفسکم داعلم کیتوی پھر کہیا گھونگھٹ پائیو نی

سیو ہن سا جن پائیو نی

ہر ہر دے وچہ سمایو نی

فثم وجهه الله نورساڈا ہر ہر وچہ ظہور اساڈا  
 الانسان مذکور ساڈا اتھے اپنا سر لوکائیونی  
 سیو ہن ساجن پائیونی  
 الانسان ہر ہر دے وچہ سمایونی

بھر کے وحدت جام پلائیو منصورے نوں مست کرائیو  
 اس توں انا الحق آپ کہائیو پھر سولی پکڑ چڑھائیونی  
 سیو ہن ساجن پائیونی  
 ہر ہر دے وچہ سمایونی

باطن ہو کے ظاہر دھائیو گھونگھٹ کھول جمال دکھائیو  
 شاہ عنایت بن کر آئیو اتے بلھا نام دھرائیونی  
 سیو ہن ساجن پائیونی  
 ہر ہر دے وچہ سمایونی

یہاں ساجن سے مراد معشوقِ حقیقی ہے۔ جس کو دوسرے لفظوں میں حضرت  
 عشق حضرت الوجود بھی کہتے ہیں۔ ہر ہر دے وچہ سمایونی۔ ایسا اندر سامانا نہ سمجھ لینا۔  
 جیسا کہ مخلوقی چیزوں میں ایک شے دوسرے کے اندر سما جاتی ہے۔ وہ دوسری طرف  
 اور پہلی مظروف کہلاتی ہے۔ کیونکہ اس میں حلول ثابت ہوتا ہے۔ اور ذات مقدس  
 حضرت وجود مطلق کی ہستی طرف کے حلول اور اتحاد اور کلی طبع تینوں باتوں سے منزہ  
 ہے۔ اور یہ بات تھوڑے سے غور سے واضح ہو جائے گی کہ ایسا سامانا اسی وقت صادق  
 آتا ہے۔ جبکہ دو چیزیں مختلف حقیقت کی ہوں۔ پانی محل اور نمک حال ہے۔ اور  
 نمک کا سامانا حلول ہے۔ اور ایسے ہی اتحاد بھی یعنی وصل کے دو پرتوں کی طرف مل

جانا بھی دو چیزیں میں صادق آتا ہے۔ اور صوفیہ کرام قدس اللہ اسرار ہمارے  
 نزدیک حقیقت میں دوئی نہیں ہے۔ وحدت ہے۔ اس لئے حلول اور اتحاد کے وہ  
 قابل نہیں ہے۔ جیسے کہ صاحب گلشن راز فرماتے ہیں۔

حلول و اتحاد از غیر خیزد

وئے وحدت ہمہ از سیر خیزد

یعنی دو چیزیں مانگو گے۔ تب حلول اور اتحاد ثابت ہوگا۔ جب ایک مانو گے۔  
 تو وہ ثابت نہ ہوں گے۔ پس اگر صوفی مواعد کے قول سے حلول یا اتحاد کے معنی اور  
 طرفیت اور مظروفیت کی مراد نکلے تو وہ ان کی مراد نہیں ہے۔ بلکہ سمجھنے والے کی سمجھ  
 کی خرابی اور غلطی ہے۔ کہ وہ ان کے قول کے معنی اپنی ناقص سمجھ اور خیالاتِ فاسدہ  
 کے لحاظ سے کرتا ہے۔ مولانا جامی قدس سرہ یہاں متنبہ کرتے ہیں اور فرماتے  
 ہیں۔

ایں قاعدہ یا وار کانبجا کہ خداست

نہ جزو نہ کل و نہ طرف نہ مظروف است

یعنی جب کہ خدا کی ہستی صرف وجود مطلق کو کہتے ہیں۔ نہ اس وہم کو جو عوام  
 کے جاگزیں ہے۔ تو اس قاعدہ کو یاد رکھنا چاہئے۔ کہ اس کی ذات مقدس کی بارگاہ  
 میں جزو کہ راہ ہے۔ نہ کل کو نہ طرف کا دخل ہے۔ نہ مظروف کا۔ یعنی یہ نسبتیں جو  
 مخلوق اشیاء میں صادق آتی ہیں۔ وہاں معدوم ہیں نہ اس کو جزو کہہ سکتے ہیں۔ نہ  
 کل۔ نہ اس کو طرف کہہ سکتے ہیں۔ نہ مظروف۔ پس طالب صادق کو چاہئے کہ  
 حلول اور اتحاد اور کلی طبعی ان تینوں باتوں کے عقیدے سے بچے۔ اور کبھی اس ذات  
 مقدس وجود مطلق کی نسبت۔ عالم میں حلول کرنے یا عالم سے متحد ہونے کا خیال

بھی دل میں نہ آنے دے۔ اور یہی بڑا کام مرشد کا ہے۔ کہ اس طرح طالب کو توحید سمجھائے۔ اور حلول اور اتحاد اور کلی طبعی سے بچار ہے۔ اور ان کی بو بھی اس کے خیال میں نہ آنے پائے۔ اگر ان تینوں میں سے ایک گڑھے میں گڑ پڑا۔ تو کفر اس پر صادق آ گیا۔ کہ حقیقت الامر وحدت حقیقی کو اس نے دوئی کے کذب سے چھپایا۔ اور اس طرح کافر ہوا۔ اور یہ مقام اس وجہ سے بہت نازک ہے۔ اور سمجھنا اس کا طالب پر بہت مشکل ہے۔ کہ ہر کلام کے مطلب کو وہ اپنی سمجھ ناقص کے موافق سمجھتا ہے۔ اور نہیں کرتا کہ قائل کی مراد کے موافق سمجھے۔ اسی وجہ سے وہ ایسی مار کھاتا ہے۔ جیسے کسی ہندوستانی نے مار کھائی۔ کہتے ہیں کس پنجابی کی مجلس میں کسی ہندوستانی بانکے ٹیڑھے خان کا گذر ہوا۔ اہل مجلس میں سے کسی نے اپنے ملازم سے کہا۔ کہ ٹوپی اتار دو۔ ہندوستانی سمجھا۔ کہ میری ٹوپی اتارنے کو کہتے ہیں۔ حالانکہ اہل مجلس کی مراد ٹوپی اتارنے سے چلم اتارنے یعنی حقہ بھرنے کی تھی۔ اس ہندوستانی نے اہل مجلس کو گالی دی۔ نوکروں نے اسے مارا۔ اگر وہ ہندوستانی سمجھدار ہوتا۔ اور یہ سوچ لیتا کہ شاید ٹوپی اتارنے کے یہاں کچھ اور معنی ہیں۔ اور ان کو پوچھ لیتا کہ ٹوپی اتارنا کس کو کہتے ہیں۔ تو کیوں مار کھاتا۔ پس اس کہانی کو نہ بھولنا چاہئے۔ اور اولیاء کا ملین کے کلام کو اپنی سمجھ ناقص کے موافق نہ سمجھنا چاہئے۔ بلکہ جب ان کے کسی قول کے معنی نہ سمجھ میں آئیں تو کسی واقف کار سے خصوصاً اپنے مرشد سے پوچھ لینے چاہئیں۔ یہاں ”ہر ہر دے وچہ سہائی“ سے مراد قائل کی یہ ہے۔ کہ ہر ایک اسی کا نور ہے۔ اور اس نور میں اس کے نور ہستی کا ظہور ہے۔ یعنی ہر ایک شے کی ماہیت حق سبحانہ کا وہ نور عالم ہے جس کو عین ثانیہ کہتے ہیں۔ اور جو تجلی دوم میں ظاہر ہوئی ہے۔ اور جو محض ایک قابلیت اور استعداد ہے۔ اور ایسی قابلیت

اور استعداد ہے۔ کہ دوسرے کل جہان کی چیزوں کی ماہیت سے مختلف ہے۔ اور جو وجود کی بہ نسبت عدم اضافی کہنے میں آتی ہے۔ اور نورِ علم سے جب حضرت حق چاہتا ہے۔ اپنے نور ہستی یعنی وجود اضافی کو منضم اور مقترن ایسا بنا کر جس کی حقیقت انضمام اور اقتران سے کوئی واقف نہیں ہے۔ اس نور عالم کے احکام اور آثار کا لباس اس کو پہنایا ہے۔ تب ہر شے عالم ظہور میں آتی ہے۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ ماہیت ہر شے کی جو صورت علمیہ الہیہ کے احکام اور آثار سے منبغ اور منکبس عالم ظہور میں ہوتا ہے۔ وہ بھی اس کا نور ہے۔ جو ہستی صرف وجود مطلق ہے جس کو دوسرے لفظوں میں اللہ اور خدا کہتے ہیں۔ پس ”ہر ہر دے وچہ“ یعنی ہر صورت علمیہ الہیہ میں اس کا نور وجود سمایا ہوا ہے جس سے وہ مست ہے۔ اور جو ماہیہ الوجودیت اس شے کا ہے۔ اور اسی کا نور وجود صورت علمیہ الہیہ کے احکام اور آثار کا یہ لباس اور پوشاک پہنے ہوئے ہے۔ جس کی نسبت یوں فرمایا کہ۔

پیارا پہن پوشاکاں آیا  
آدم اس دا نام دھرایا  
پس اے سیو اور اے رفیقو! ”اب سا جن میں پائیونی“ یعنی پہلے میں بھولی پھرتی تھی۔ اور جو اپنی ہستی کو اس کی ہستی کے درائے ایک ہستی مستقل سمجھتی تھی۔ معلوم ہوا کہ یہ خیال غلط تھا۔ اور یہ عقیدہ فاسد تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ وہی سا جن یعنی وجود مطلق ہر ہر میں سما رہا ہے۔ اور اسی نے ہر ایک شے کی ماہیت کے احکام اور آثار کا لباس پہنا ہوا ہے۔ اس کو مختصر طور پر ایک تمثیل سے سمجھا جاتا ہے۔ غور کر کے سنئے۔ یہ بات یقینی ہے۔ کہ جتنے آدمی کہ آئندہ پیدا ہوں گے۔ اور جن کی گنتی خدا ہی کو معلوم ہے۔ کہ کروڑوں ہونگے ارب ہوں گے یا پدم ہوں گے۔ یا سکھ یا آدمی کے شمار سے باہر ہوں گے۔ وہ سب علم حق سبحانہ تعالیٰ میں ہیں۔ اور ان میں جو جو



اختلاف ہوں گے۔ مثلاً کوئی رنگی ہوگا۔ کوئی فرنگی۔ کوئی بادشاہ ہوگا۔ کوئی امیر۔ کوئی ساہ ہوگا۔ کوئی چور۔ کوئی مومن ہوگا۔ کوئی کافر۔ وہ سب اس کے علم میں ہیں۔ یعنی آئندہ جو بادشاہ یا امیر پیدا ہوگا جو ساہ اور چور پیدا ہوگا۔ وہ اب محض علم الہی میں ہیں۔ اور وہ علم ایک نور اور ایک تجلی علمی ہے۔ اور کچھ نہیں۔ اور وہ تجلی علمی ہر ایک کی قابلیت اور استعداد خاص ہے۔ جس قابلیت اور استعداد میں اس کے احکام خاص اور آثار خاص کا لباس نور وجود پہن کر ظہور میں آئے گا۔ یعنی آئندہ جو بادشاہ ہوگا چور ہوگا۔ اور جب اس کے ظہور کا وقت آئے گا۔ تو اس کی عین ثابت یعنی قابلیت اور استعداد کے ساتھ نور وجود منظم اور مقترن ہوگا۔ یعنی اس پر نور وجود معہ کمالات تابعہ اپنی کے چمکے گا۔ اور اس کے احکام اور آثار کو قبول کر کے یعنی اگر وہ کالا ہونے والا ہے۔ تو گورے رنگ میں علیٰ ہذا۔ اور جو بہت سے اس کے احکام اور آثار ہیں۔ ان حکموں اور آثاروں میں ظاہر ہوگا۔ تب اس کی موجودیت کا حکم کیا جائے گا۔ یعنی اس کا موجود ہونا کہا جائے گا۔ پس ظاہر ہے کہ اس وقت بادشاہ یا امیر یا ساہ یا چور فی الحقیقت دونوں کا ایک معجون ہوگا۔ یعنی نور علم اور نور وجود کا مجموعہ ہوگا۔ اور اس میں شک نہیں ہے۔ کہ وہ دونوں یعنی نور علم اور نور وجود ہستی صرف وجود مطلق کا ضمیمہ ہیں۔ جیسے عاشق کا ضمیمہ عاشق اور معشوق ہیں۔ پس نور علم عاشق ہے۔ جس کو دوسرے لفظوں میں ممکن کہتے ہیں۔ اور نور وجود معشوق ہے۔ جس کو دوسرے لفظوں میں واجب کہتے ہیں۔ یا یوں سمجھو کہ نور وجود عاشق ہے اور نور علم معشوق کو نور وجود اس سے مقترن اور منظم ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ اسی کے احکام اور آثار کے لباس میں ظاہر ہوتا ہے۔ اور نور علیٰ نور کے معنی ظاہر کرتا ہے۔ اور باوجود اس کے پھر ان دونوں کی حقیقت وجود مطلق ہستی صرف ہے۔

سیوہن میں ساجن پائیونی ہر ہر دے وچہ سائیونی

یعنی ایک نور دوسرے نور علم سے کہتا ہے کہ:

اے سیوہن! اب میں نے ساجن کو یعنی نور وجود کو پایا ہے۔ جو حق اور معشوق حقیقی ہے۔ اور ہر نور علم یعنی ہر تجلّی علمی میں وہی سار ہا ہے۔ اور اس نے اس کے احکام اور آثار کا لباس پہن رکھا ہے۔ اور وہی ہے جس نے پردہ میں ایک میم کو مایا ہے۔ اور نام رسول دھرایا ہے۔ فَانْفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي سَنِيَا ہے۔ سیوہن میں ساجن پائیونی۔ ساجن! تیرے ناز اور ادائیں بھی نرالی ہیں۔ کہ پہلے تو ہی تھا۔ اور میں نہیں تھی۔ فَأَحْبَبْتُ أَنْ أُعْرَفَ كِي مَرَلِي بَجَائِي۔ اور کہا اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ کیا میں تمہارا معشوق نہیں ہوں۔ اور پھر آپ ہی سکھایا۔ کہ بلی کہ ہاں! تو ہمارا معشوق ہے۔ اے ساجن! تو نے ہی فرمایا ہے۔ کہ میں تمہاری جان سے نزدیک ہوں۔ اور یہ سبق پڑھایا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اور پتہ کی بات کہی۔ کہ تمہارا رخ حجلہ جان میں بیٹھا ہوں۔ پھر اپنے رخ پر نور پڑ گیا۔ گھونگھٹ ڈالا ہے۔ اور عالم کو یعنی احکام اور آثار ہمارے کو اپنا نقاب کیوں بنایا ہے۔

پوٹھی لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

اس کا مکھ جوت ہے گھونگھٹ ہے سنار	۱۳۳
گھونگھٹ میں وہ چھپ گیا مکھ پر آنچل ڈار	دوہڑا
ان کو مکھ دکھلائے ہے جن سے اس کی پیت	۱۳۴
ان کو ہی ملتا ہے وہ جو اس کے ہیں میت	
منہ دکھلا دے اور چھپے جھل مل ہے جگ دیس	۱۳۵
پاس رہے اور نہ ملے اس کے بسوئے بھیس	

اور واضح رہے کہ یہ ایک بول چال کا محاورہ ہے کہ اس کے منہ پر گھونگھٹ کہا جاتا ہے۔ وگرنہ بیت

کہاں ہے پردہ کدھر ہے مخفی کب اس کا مکھڑا نقاب میں ہے۔  
 تصور اپنی نگاہ کا ہے وگرنہ کب وہ حجاب میں ہے

یعنی وہ اپنے رخ پر نور جہان افروز سے بحکم کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِی شَانِ اپنے جلوے اور تجلیاں دکھارہا ہے۔ یہ جلوے اور تجلیاں اس کی جوہم کو نظر نہیں آتی ہیں۔ وجہ ان کی یہ ہے کہ ہمارے دل کی آنکھوں پر خواہشات نفسانی کے پردے پڑے ہوئے ہیں۔ اگر خواہشات نفسانی دور ہو جائیں۔ تو ظاہر ہو جائے۔ کہ کوئی شے ایسی نہیں۔ جس میں اس کا جلوہ نہیں۔ ہر شے اس کی جلوہ نمائی کا ایک آئینہ ہے۔

قد تجل العشق فی کل محالی فانظروا  
 از پس ہر ذرہ تاباں گشت مہر روئے او  
 من مبرایا کل عین قدر ایتا عینہ  
 فافتحوا عینا کم حتی ترو ما م تبتعوا

اے ساجن! تیرے قربان فتم وجہ اللہ مذکور تساڈا یعنی ان ذرات وجودات کے آئینوں میں جو مراد عیان ثانیہ عالم سے ہے۔ تیرا ہی منہ نظر آتا ہے۔ اس لئے تیرا ہی نور وجودان میں بھرا ہوا ہے۔ س ہر ہر میں تیرا ہی ظہور ہے۔ اور خصوص انسان کی تو کیا تعریف ہو۔ کہ اس میں تو انسان سری و انا سرہ تیرا ہی مذکور ہے۔ اور تو نے اپنے سر کو انسان میں چھپایا ہے۔ یعنی اگرچہ عالم کی اور چیزیں بھی تیرے جمال جہاں آراء کا آئینہ ہیں۔ مگر انسان کامل میں تو تو خود ہی جلوہ

نما ہے یعنی عالم کی اور چیزیں مجالی اور مظاہر تیری صفات کی ہیں اور انسان کامل تیری ذات اور صفات دونوں کا مظہر ہے۔ جس کو چاہتا ہے تو انسان کے آئینہ میں منہ دکھاتا ہے۔ یعنی عالم کی اور چیزوں میں تو اپنا منہ پردہ صفات سے دکھاتا ہے۔ اور انسان میں پردہ اٹھا کر جلوہ فرماتا ہے۔ اے ساجن جب تو نے گھونگھٹ اٹھا کر مجھ کو انسان نے جمال دکھایا۔ تو عین الیقین سے یہ ثابت ہو گیا۔ کہ شاہ عنایت تو ہی بن کر آیا ہے۔ اور بلہا تو نے اپنا نام دھرایا ہے۔ ”سیوہن میں ساجن پائیونی“ ہائے ہائے۔ اے ساجن! تیری لگاؤٹ انوٹ۔ تیرا غمزہ آپ ہی تو تو نے منصور کو جام شراب وحدت کا پلایا۔ اور اس کو اس سے مست کیا کہ انا الحق کہلایا۔ پھر آپ ہی تو نے اس کو سولی پر چڑھایا۔

بے حد رماں دسدانی ڈھولن ماہی

میم دی اوٹ وچہ وسدانی ڈھولن ماہی

اولیاء منصور ”کہاویے“ رماں الحق آپ سناویے

آپے آپ نوں سولی چڑھاویے تے کول کھلو کے ہسدانی میرا ڈھولن ماہی

بے حد رماں دسدانی میرا ڈھولن ماہی

میم دی اوٹ وچہ وسدانی میرا ڈھولن ماہی

میم کی اوٹ اور پردہ میں ہے۔ وسدا یعنی بستا ہے۔ اور میم میں ظاہر ہوا ہے۔

بقول صاحب گلشن راز:

احد در میم احمد گشتہ ظاہر

دریں دور راول آمد عین آخر

یعنی احد تو ذات حق کا نام اس وقت ہے۔ جب کہ اس میں تعداد اسماء اور

صفات نسبت اور تعینات کا اعتبار نہیں ہوتا۔ وہ میم احمد میں کہ تعین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے ظاہر ہوا ہے۔ اس لئے یہ ظاہر ہے کہ احمد کا امتیاز احد سے صرف میم سے ہے۔ اور میم وہ تعین ہے جو ظاہر ہوا ہے۔ پس اس احد کا مظہر حقیقی حقیقت احمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور باقی مراتب موجودات کے مظہر حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور نیز میم احمد صلی اللہ علیہ وسلم سے مراد دائرہ موجودات بھی ہے۔ جو مظہر حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ جیسا کہ مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ز احمد تا احد یک میم فرق است

جہانے اندر آں یک میم غرق است

اور نیز واضح ہو کہ حرف میم کے چالیس عدد ہیں اور مراتب موجودات بھی اگر چہ از روئے نزدیکی کے لا تعداد ولا شخصی ہیں۔ مگر از روئے کلیت کے چالیس ہی ہیں۔ اور مجموعہ ان چالیس مرتبوں کلی کا مجلی اور مظہر حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم من حیث الحقیقت ظاہر او متجلی سب پر ہے۔ اور میم احمد اس لئے کہتے ہیں۔ کہ جمیع مراتب کو نیہ اجزاء حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اور سب کی صورت میں معنی مرتب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہور پایا ہے۔ وہ چالیس مرتبے مراتب کوئی کے یہ ہیں۔

(۱) عقل جس کو روح اعظم تعین اول۔ ام الکتاب بھی کہتے ہیں۔

(۲) نفس کل جس کو لوح محفوظ اور کتاب مبین بھی کہتے ہیں۔

(۳) ہیوتی جس کو سیادت بیضا جوہری محمدی کتاب مسطور۔ رق منشور

بھی کہتے ہیں۔ (۴) طبیعت کلیہ جو مبداء آثار اسماء اور افعال

ہے۔ (۵) فلک اطلس جو عرش اعظم ہے۔ (۶) کرسی جو فلک ثوابت

ہے (۷) فلک ہفتم (۸) فلک ششم (۹) فلک پنجم (۱۰) فلک  
 چہارم (۱۱) فلک سوم (۱۲) فلک دوم (۱۳) فلک اول (۱۴) زحل جس  
 کو کیواں بھی کہتے ہیں (۱۵) مشتری جس کو برجیس بھی کہتے ہیں۔  
 (۱۶) مریخ جس کو بہرام بھی کہتے ہیں (۱۷) آفتاب جس کو نیر اعظم بھی  
 کہتے ہیں (۱۸) ناہید جس کو زہرہ بھی کہتے ہیں (۱۹) تیر جس کو عطارد  
 بھی کہتے ہیں (۲۰) قمر جس کو نیر اصغر بھی کہتے ہیں (۲۱) حمل  
 (۲۲) ثور (۲۳) جوزا (۲۴) سرطان (۲۵) اسد (۲۶) سنبلہ  
 (۲۷) میزان (۲۸) عقرب (۲۹) قوس (۳۰) جدی (۳۱) دلو  
 (۳۲) حوت (۳۳) کرہ نار (۳۴) کرہ آب (۳۵) کرہ ہوا  
 (۳۶) کرہ خاک (۳۷) جماد (۳۸) نبات (۳۹) حیوان  
 (۴۰) انسان راس دور یعنی دائرہ موجودات عقل مذکورہ میں اول جو  
 عقل کل ہے۔ وہ عین آخر کہ انسان ہونی یعنی حقیقت عقل جو بصورت  
 انسان کامل تمام ظاہر ہوئی۔ مظہر اور ظاہر ایک ہو گئے۔ نقطہ اول آخر  
 سے مل گیا۔ اور کمال و تمام نشانات انسان کامل واصل میں ظاہر  
 ہوا۔ (کذافی شرح گلشن راز)

پس:

بے حد رمزوں و سدائی ڈھولن ماہی  
 میم دی اوٹ وچہ و سدائی ڈھولن ماہی

## کافی نمبر ۶۰

ڈھولا آدمی بن آیا

آپے آہو آپے چیتا آپے مارن دھایا

آپے صاحب آپے بردا آپے مول وکایا

ڈھولا آدمی بن آیا

کہوں ہاتھی تے اسوار ہویا کہوں ٹھوٹھا ڈانگ پھڑایا

کہوں راول جوگی بھوگی ہے ہوں سوانگی سانگ بنایا

ڈھولا آدمی بن آیا

بازی گر نے بازی لائی مینوں پتلی کر کے نچایا

میں اس پر تالی نچنا ہاں جس گت مت یار لکھایا

ڈھولا آدمی بن آیا

ہابیل قابیل آدم دے جائے آدم کس دا جایا

بلھا انہاں تو بھی اگے آیا دادا گود کھلایا

ڈھولا آدمی بن آیا

ڈھولا یعنی معشوق حقیقی آدمی بن آیا۔ یعنی آدمی کیا چیز ہے۔ بحکم اللہ نُورُ

السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ اسی کا نور ہے۔ اور وہی آدمی بن کر آیا ہے۔

مغربی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

دلا گر دیدہ داری بیا بکشا بد یدارش

زر رخسار پری رویاں بہ ہیں خوبی رخسارش

ببازار آمد آں دلبر ز خلوت خانہ وحدت  
تماشا را ببازار آید ہیں بازی بازارش  
تو گر دیدہ بدست آرے توانی یار را دیدن  
گہے در گیسوت یارو گہے در سلک اغیارش

کہیں وہ نور ہرن بنا اور کہیں چیتا بنا۔ اور کہیں صیاد بن کر آپ ہی اس کو مارنے آیا۔ اور کہیں آپ ہی صاحب بنا۔ اور کہیں آپ ہی غلام بنا۔ اور آپ ہی مول بکا۔ وہ نور آپ ہی ہاتھی بنا۔ اور آپ ہی اس پر سوار ہوا۔ اور آپ ہی سونٹا اور لاشی بنا۔ اور آپ ہی اس کو پکڑ کر پھرایا اور وہ نور آپ ہی کہیں جوگی ہوا۔ اور آپ ہی بھوگی ہوا۔ کیا کھیل مچایا ہے۔ جہاں عقل اور فکر سب گم ہیں۔ اور کیا سانگ اس سوانگی نے بنایا ہے۔ جس کے سانگ ہم تم ہیں۔ حقیقت الامر یہ ہے کہ بازی کرنے کیا بازی کھیلی ہے کہ مجھ کو پتلا کر کے نچایا ہے۔ اور میں اس کی تالی پر ناچتا ہوں۔ جس نے مجھ کو وہ یار دکھایا ہے۔

اس کافی میں فنا فی الافعال اور فنا فی الصفات اور فنا فی الذات تینوں منزلوں کو بتایا ہے۔ مثل کاٹھ کی پتلی اپنے تئیں سمجھنا۔ اور فعل کی اضافت اپنی ذات کی طرف کرنا قطعاً بھول جانا۔ اور دل سے ایسا مٹ جانا کہ اگر پھر تکلیف بھی کرے، تو یاد نہ آئے۔ اور جو افعال ان سے صادر ہو رہے ہیں۔ یعنی جو ناچ پہ ناچ رہے ہیں۔ اس کو اس بازی گر پتلی والے کا فعل سمجھنا جو نچا رہا ہے۔ فنا فی الافعال ہے۔ اسی طرح صفات اور کل عالم کی جمیع اور صفات کو حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ کی صفات جانا اور اس حال میں ایسا مستغرق ہو جانا کہ یہ وہم جو ہو رہا ہے۔ کہ ہم میں اور عالم میں جو صفات ہیں۔ وہ ہمارے ہیں۔ فنا ہو جائے۔ فنا فی الصفات ہے۔ ایسی ہی اپنی



ذات اور عالم کی ذات کو حضرت حق سبحانہ کی ذات اس طرح جاننا، کہ حضرت حق نے ہی مرتبہ اطلاق سے نزول فرما کر ان صورتوں اور شکلوں میں ظہور کیا ہے۔ سب کچھ وہی ہے۔ غیر حقیقی اس کا موجود نہیں ہے۔ اور اس میں ایسا غرق ہونا۔ کہ یہ وہم جو ہو رہا ہے کہ ہماری ذات اور عالم کی ذات درائے ذات حضرت حق سبحانہ کی ہے۔ اور اس میں ایسا غرق ہونا۔ فنا ہو جائے۔ فنا فی الذات ہے۔ ہر ایک شخص کو یہ مقامات صرف ایسا ہی خیال کرنے سے کہ سب افعال اسی کے ہیں۔ اور سب صفات اسی کے ہیں۔ اور اسی کی ذات کا نور ہے۔ یہ حاصل نہیں ہوتا ہے۔ کیونکہ پہلے اس سے جو وہم دل میں راسخ ہوتا ہے۔ کہ جو کچھ کرتے ہیں وہ ہم کرتے ہیں۔ اور جو صفتیں ہمارے میں ہیں۔ وہ ہماری ہیں۔ اور جو ذات ہماری ہے۔ وہ درائے نور ذات حق کے ہے۔ صرف اس خیال سے وہ دور نہیں ہوتا۔ اور جڑ اس وہم کی دل سے نہیں کٹتی۔ اول تو ہم اس یقین کو کہ ہمارے فعل اور ہمارے صفات اور ہماری ذات اسی کے فعل اسی کے صفات اسی کی ذات میں ہیں۔ پاس نہیں آنے نہیں دیتا۔ احوال ظاہر جو برعکس اس کے ہو رہا ہے۔ وہ اسی طرح کے شبہات اس میں ڈالتا ہے۔ اور اگر کسی سعید ازلی کو اس کا یقین بھی آجاتا ہے۔ تو وہ صرف خیال سے جمتا نہیں۔ وہ خیال مثل بجلی کے آتا ہے۔ اور چلا جاتا ہے۔ قیام اس کو نہیں ہوتا۔ ان اعمال کو جن سے یہ خیال جمے اور قائم ہو۔ اور وہم کی جڑ دل سے ایسی کٹ جائے۔ کہ پھر اگر تکلیف بھی کریں تو وہم پیدا نہ ہو۔ سلوک کہتے ہیں۔ سلوک فنا فی الافعال اور فنا فی الصفات کا کسی قدر آسان ہے۔ کہ اس کو اکثر اشخاص رات دن کی توجہ خاص سے حاصل کر لیتے ہیں۔ مگر فنا فی الذات کا حاصل کرنا مشکل ہے۔ مرشدوں نے اس کا اس طرح راہ بتایا ہے۔ (دیکھو رسالہ حضرت سید محمد گانپوری قدس سرہ اور

اشعۃ اللمعات اور سلسلۃ الذہب مولانا جامی قدس سرہ) کہ تمام عالم کو ایک آئینہ فرض کرو۔ اور اس میں جمال حق کا ہمیشہ دیکھتے رہو۔ اور اس کسب میں ایسے مقید ہو کہ ایک لحظہ اور لمحہ دل اور دیدہ سے یہ دور نہ ہووے۔ اور ہمیشہ اسی خیال میں رہے۔

### بیت

اے خنک جانے کہ در ہر آئینہ

دید روئے یار خود در آئینہ

جب یہ خیال نہایت کو پہنچ جائے گا۔ تو کچھ چیزیں نمودار ہوں گی۔ اور لذتیں

پائی جائیں گی۔ پھر اس سے ترقی کرے اور آگے بڑھ کر تمام عالم کو حق جانے جو ان

شکلوں اور صورتوں میں ظاہر ہے۔ یہاں تک کہ آدمی کو یوں کہے:

ڈھولا آدمی بن آیا

آپے صاحب آپے بردا آپے مول وکایا

غرض غیریت حقیقی کا خیال نہ آنے دے اور کہے:

### رباعی جامیؒ

اے غیر ترا بسوئے تو سیرے نے

خالی از تو مسجدے نہ دیرے نے

دیدم ہمہ طالبان و مطلوبان را

آنجملہ توئی و درمیاں غیرے نے

اور اس خیال میں ایسی مداوت اور مواظبت کرنے کہ کوئی ساعت کوئی وقت

اس خیال اور تصور سے خالی نہ ہو۔ اور اس بات میں بڑی سعی ایسی چیز ہے۔ کہ آدمی کو مقصود تک پہنچاتی ہے۔ اس تصور کے انتہا میں کچھ دیکھے گا۔ اور طرح طرح کی لذتیں پائیگا مگر اس بات کا خیال رہے کہ اس تصور میں احکام شریعت کو نہ چھوڑے کہ وہ حفظ مراتب ہے۔

گر حفظ مراتب نہ کنی زندیقی

پھر اس سے بھی ترقی کرے اور آگے چلے۔ اور اپنے تئیں بیچ میں سے اٹھالے۔ اور اپنے وجود وہمی کی نفی کرنے میں اور وجود حق کے اثبات میں کوشش کرے۔ یعنی آنکھیں بند کر کے ایسا تصور کرے کہ جس کو میں جانتا تھا۔ وہ میں نہیں ہوں۔ حق ہے کہ اس صورت میں ظاہر ہوا ہے۔

## رباعی جامیؒ

از ہمہ عجز و نیستی مطلوب است  
ہستی و تو بعش زما مسلوب است  
ایں اوست پدید آمدہ در صورت ما  
ایں قدرت و فعل ازاں بما ملقوب است

## ایضاً

کنا شیون ذاتک فی وحدت البتون  
مرناسوال حیث فقلیت فی الشیون  
مارا از ذات و فعل و صفت بیچ بہرہ نیست  
جز آنکہ تو بصورت ما آدمی بروں

شاہ نیاز احمد بریلوی

ہمہ این صفات و ذاتم کہ بعالم مشہود است

بخدا کہ اوست پیدا بلباس ماسوائے

اس تصور کی مداومت اور مواظبت یہاں تک کرے کہ اپنے تئیں بھول

جائے۔ اور اپنے تئیں تمام عالم کو حق دیکھے اور حق جانے۔ جب یہ تصور غالب آئے

گا۔ یہاں تک کہ اپنے تئیں بھول جائے۔ دیکھنے والا جس کو دیکھا گیا۔ ایک

ہو جائے گا۔ حجاب اٹھ جائے گا۔ وصول حاصل ہو جائیگا۔

### بیت

کہ ہموں شاہد و ہموں مشہود

غیر اونیست در جہاں موجود

اے وہی! کہ تو اس بات کو کہ ڈھولا آدمی بن آیا۔ یقین نہیں کرتا۔ اور اس کو

خلاف ہدایت عقل اور خلاف قیاس بتاتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ کہ ایسا نہیں ہو سکتا۔

سوچ تو سہی کہ اگر اس کو مانا جائے۔ کہ ہابیل و قابیل آدم کے جائے ہیں۔

پھر بتا کہ آدم کس کا جایا ہے۔ یعنی اگر تو اپنے سے آدم تک سلسلہ قائم بھی کرے گا۔ تو

وہ سلسلہ آدم تک ختم ہو جائے گا۔ اور آگے نہ جائیگا۔ اس بات کے سننے سے کہ ڈھولا

آدمی بن کر آیا ہے۔ تجھ کو کیا تعجب ہوتا ہے۔ میں ایک بات اس سے بھی زیادہ تعجب

کی کہونگا کہ میں ہابیل اور قابیل اور آدم سے بھی پہلے ہوں۔ اور میں نے دادا گود

کھلایا ہے۔ یہ ایک بڑے اسرار کی بات ہے۔ ہر کندہ ناتراش غبی الذہن ناواقف

زبان خاص صوفیہ کرام اس کو سمجھ نہیں سکتا۔ کہ دادا کس طرح گود میں کھلایا ہے۔ اس

کو یوں کہ دادا یہاں اصطلاح خاص ہے۔ اور دادا تیسرے درجے مافوق پر ہے۔ جو بمنزلہ داد ہے۔ اور اعیانِ ثانیہ بمنزلہ پوتے کے ہے اور عالمِ ظہور میں حضرت وجود کا احکام اور آثار ہر عینِ ثانیہ کا لباس اور پوشاک پہن کر ظاہر ہوتا ہے۔ تو عینِ ثانیہ گویا دادا کو گود کھلاتی ہے۔ پس اس بات کو جان لو کہ الفاظِ باپ اور دادا اور ماں اور فرزند جو کہیں صوفیہ کے کلام میں آتے ہیں۔ ان سے مراد وہ باپ دادا اور ماں اور فرزند نہیں ہوتے ہیں۔ جو ہماری زبان میں باپ دادا اور ماں کہلاتے ہیں۔ بلکہ وہ ایک خاص اصطلاح ہے۔ اس لئے لازم ہے کہ ان الفاظ کے معنی اصطلاحِ صوفیہ کرام کے لئے جاویں اور اپنی اصطلاح کے معنی سمجھ کر حیرت میں نہ پڑیں۔ ورنہ وہی حال ہوگا۔ جو درمیانِ بانکے ٹیڑھے خاں کا ہوا۔ اور جس نے نوکروں سے مار کھائی۔ کسی صوفی بزرگ نے ان الفاظ کی اصطلاح کو ایک شعر میں اس طرح فرمایا ہے:

### بیت

(دیکھو شرح لمعات شیخ عبدالغنی شطاری رحمۃ اللہ علیہ)

وجود ہست پدر عینِ ثانیہ مادر

جہاں شناس چو فرزند و وانگاں اسماء

حضرت منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

ولدت امی اباہا و ان زامن اعجابات

و انا شیخ کبیر فی حجور المرضعات

یعنی میری ماں نے اپنے باپ کو جنا۔ اور یہ بڑی ایک اچنبھے کی بات ہے اور

میں ایک بوڑھا دائیوں کی گود میں ہوں۔ کسی نے یوں بھی اس کو کہا ہے کہ انا طفل  
صغیر فی حجور الرضعات کہ میں ایک چھوٹا سا بچہ دائیوں کی گود میں ہوں  
اس شعر میں باپ سے مراد وجود اور ماں سے مراد عین ثانیہ اور دائیوں سے مراد اسماء  
الہی ہے۔

مولانا روم قدس سرہ بھی اس میں فرماتے ہیں:

(دیکھو لطائف اشرفی جلد ثانی مطبوعہ صفحہ نمبر ۴۲)

ازاں مادر کہ من ز ادم و گر بارہ شدم جنتش

از انم گیرے خوانند با مادر زنا کردم

اس کی تشریح اگر زیادہ دیکھنی ہو۔ تو پوٹھی لا الہ الا اللہ کی دوہری نمبر ۱۳۰ کی

شرح کو پڑھئے۔ یہاں اسی پر اکتفاء کیا گیا ہے۔ جب اولیاء کرام صوفیائے عظام

عین ولایت سے دیکھ کر یہ فرماتے ہیں۔ کہ جو کچھ عالم شہادت اور غیب میں ہے۔

سب اسی کے نور کا ظہور ہے۔ تو یقیناً اس کو جانو۔ کہ الفاظ ڈھولا اور رانجھا۔ جو زبان

پنجابی میں اولیائے کرام کی کلام میں آتے ہیں۔ ان سے مراد معشوق حقیقی کی ہوتی

ہے۔ اور یہ فرمانا سچ ہے کہ:

## کافی نمبر ۶۱

رانجھا جو گیرا بن آیا

بازاں وانگوں لیندے ڈورے

ایس جوگی دے نین کٹورے

انہاں اکھیاں لعل ونجایا

مکھ ڈٹھیاں دکھ جاون جھورے

رانجھا جو گیرا بن آیا

ایس جوگی دی ایہ نشانی کن وچہ مندران گل وچہ گانی

صورت ایس دی ہے لاثانی ایہ الفوں احد بنایا

رانجھا جوگیرا بن آیا

رانجھا جوگی تے میں جوگیانی اس دی خاطر بھرساں پانی

ایوں پچھلی عمر وہائی اس ہن آن مینوں بھرمایا

رانجھا جوگیرا بن آیا

بلھا شوہ دی ایہ اگت پائی پیت پرانی شور مچائی

ایہ گل کیونکر چھے چھپائی نی تخت ہزاریوں آیا

رانجھا جوگیرا بن آیا

رانجھا یعنی معشوق حقیقی جوگیرا بن گیا۔ جیسے رانجھے نے اپنے آپ کو چھپایا

تھا۔ اور ہیر کے پاس جوگی کا بھیس بدل کر آیا تھا۔ ویسا ہی حضرت الوجود عالم

الاطلاق سے عالم تقلید میں بھیس بدل کر آیا ہے۔ جن کی آنکھوں پر پردہ ہے۔ وہ

اس بھیس میں ان کو نہیں پہچانتے۔ جوگی ہے۔ یعنی غیر اس کا جانتے ہیں۔ ہاں ہیر

ہی اس کو پہچانتی ہے، کہ یہ جوگی نہیں رانجھا ہے۔ ایسے ہی عاشقان خدا عارفان حق

پہچانتے ہیں۔ کہ ہر شے غیر حقیقی اس کی نہیں ہے۔ حضرت حق معشوق حقیقی ہے۔ جو

ان صورتوں میں ظاہر ہوا ہے۔ اور جیسے ہیر کو اس جوگی کی صورت سے محبت ہوتی

ہے۔ اور جیسے وہ جوگی اس کو پیارا لگتا ہے۔ ایسے یہ عارف کو ہر شے پیار لگتی ہے۔

یہاں تک کہ بالخصوص جوگی کی شان نہایت ہی پیاری معلوم ہوتی ہے۔ کہتا ہے کہ:

ایس جوگی دے نین کٹورے

بازاں دا نگر لیندے ڈورے

کھ ڈٹھیاں دکھ جاوَن جھورے  
 ایہناں اکھیاں لعل ونبایا  
 رانجھا جوگیرا بن آیا  
 ایس جوگی دی ایہ نشانی  
 کن وچہ مندریں گل وچہ گانی  
 صورت اس دی ہے لاثانی  
 اس الفوں احد بنایا  
 رانجھا جوگیرا بن آیا  
 ”رانجھا جوگی تے میں جوگیانی“

یہ رانجھا اگر جوگی ہے۔ تو میں جوگن ہوں۔ یہ میرا عاشق ہے۔ تو میں اس کی عاشق ہوں۔ آئندہ اس کے فرمان کی تابع رہوں گی۔ کہ اس کا پانی بھرا کر ونگی۔ کچھلی عمر تو ہجر کی گزری۔ مگر الحمد للہ کہ اب اس نے مجھ کو بھرمایا ہے۔ اور اپنا دیوانہ بنایا ہے۔ اور اس بات کو میں نے جانا ہے کہ یہ پرانی پیت نے شور مچایا ہے۔ اور یہ بات اب چھپانے سے نہیں چھپتی۔ وہ تو تخت ہزارے سے یعنی عالم اطلاق سے آیا ہے۔ اور جوگیرا بن آیا ہے۔

## کافی نمبر ۶۲

نک بوجھ کون چھپ آیا ہے  
 کس بھیکھی بھیکھ ڈرایا ہے  
 جس نہ درد دی بات پائی  
 اس پریم نگر وچہ جھات پائی



او بھال ہوئے اوہ ڈب موئے  
 او کیونکر چندری جایا ہے  
 ٹک بوجھ کون چھپ آیا ہے

مانند پلاس بنا یونی  
 میری صورت چا لکھایونی  
 مکھ کالا کر دکھلایونی  
 اس سیاہی رنگ لگایا ہے  
 ٹک بوجھ کون چھپ آیا ہے

اک رب داناں خزانہ ہے  
 ٹھگ چوراں یاراں دانہ ہے  
 اس رحمت دا خصمانہ ہے  
 سنگ خوف رقیب بنایا ہے

ٹک بوجھ کون چھپ آیا ہے  
 دوئی دور کرو کوئی شور نہیں  
 ایہ ترک ہندو کوئی ہور نہیں  
 سب سادھ لہو کوئی چور نہیں  
 ہر گھٹ وچہ آپ سما یا ہے

ٹک بوجھ کون چھپ آیا ہے  
 اینویں قصے کاہنوں کرنائیں  
 اینویں گلستان بوستاں پڑھانائیں

اینویں بے موجب کیوں لڑنا میں  
 کس الٹا بھید پڑھایا ہے  
 تک بوجھ کون چھپ آیا ہے  
 شریعت ساڈی دائی ہے  
 طریقت ساڈی مائی ہے  
 اگوں حق حقیقت پائی ہے  
 تے معرفتوں کجھ پایا ہے  
 تک بوجھ کون چھپ آیا ہے  
 کس بھیکھی بھیکھ وٹایا ہے  
 ہے ورلی بات بتاون دی  
 تسیں سمجھو دل تے لاون دی  
 کوئی گت وسواس پاون دی  
 ایہ کیوں بھیت بنایا ہے  
 تک بوجھ کون چھپ آیا ہے  
 کس بھیکھی بھیکھ وٹایا ہے  
 ایہ پڑھنا علم ضرور ہویا  
 پر دسناں نا منظور ہویا  
 جس دسیا سو منصور ہویا  
 ایس سولی پگڑ چڑھایا ہے  
 تک بوجھ کون چھپ آیا ہے

میںوں کسب نہ فکر تمیز کیا  
دکھ تن عارف بازید کیا  
کر زہد کتاب مجید کیا  
کے بے محنت نہیں پایا ہے

ٹک بوجھ کون چھپ آیا ہے  
اس دکھ تے کچر بھاگیں گا  
رہیں ستا کد توں جائیں گا  
پھر اٹھدا روون لاگیں گا  
کے غفلت مار سلایا ہے

ٹک بوجھ کون چھپ آیا ہے  
عین غین دی صورت اک ٹھرا  
اک نقطے دا ہے فرق بڑا  
جد نقطہ دل تھیں دور کرا  
پھر غین و عین بتایا ہے

ٹک بوجھ کون چھپ آیا ہے  
جیہڑا من وچہ لگا دوارے  
ایہ کون کہے من موارے  
عنایت سب تن ہوا رے  
پھر بلھا نام دھرایا ہے

ٹک بوجھ کون چھپ آیا ہے

یعنی ذرا سوچ اور غور کر کہ کون چھپ آیا ہے۔ اور کس بھیکھی یعنی بہرو پیہ نے بھیکھ وٹایا ہے۔ یعنی لباس بدلا ہے۔ اور روپ بنایا ہے۔ مگر عاشقوں اور درد مندوں کا سوچ اور فکر اس بات کو پہنچتا ہے۔ کہ اسی کا نور ہے جس کا یہ سب ظہور ہے۔ بے درد اور بے عشق کو یہ بات حاصل نہیں ہوتی۔ جس نادر کی بات پائی۔ یعنی جس نے درد کی لذت نہیں پائی۔ اس پریم نگر نہ جہات بات پائی۔ یعنی اس کا شہر عشق میں گزر نہیں۔ بے درد اور بے عشق حقیقی کے کتنا ہی اس بات کے حاصل کرنے کیلئے دوڑ دوڑ کر مرے۔ اور ڈوبے۔ کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ نہیں معلوم چندری نے ایسے کو کیونکر جتنا تھا۔ پس اے درد مندان درد حقیقی۔ اے عاشقان معشوق تحقیقی دوئی کو دور کر۔ اور دوئی کو ہرگز نہ مانو! پھر کوئی شور نہ رہے گا۔ اور جب دوئی کو دور کر دو گے۔ اور وجود کی وحدت کو مانو گے۔ تو پاؤ گے۔ کہ یہ ترک ہندو کوئی اور نہیں ہے۔ وہی اس کا نور ہے۔ جو ترک ہے۔ اور وہی اس کا نور ہے۔ جو ہندو ہے۔ پس از روئے حقیقت سب کو سادھ کہو۔ چور کسی کو نہ کہو۔ ہر گھٹ میں وہی ایک سار ہا ہے۔ اور اے عامی عقل اور وہم کے بہکانے سے اس امر میں طرح طرح کے قصے کس لئے بناتا ہے۔ اور ان قصہ ہائے بے معنی کی گلستان بوستان کو کیوں پڑھتا ہے۔ اور جو بات سمجھ میں نہ آوے اس پر ناحق لڑتا ہے۔ معلوم ہوا کہ اس نے الٹا وید پڑھا دیا ہے۔ ہست کونیست اور نیست کو ہست بنا دیا ہے۔ اس بات کو سوچ کہ عالم میں کون چھپ کر آیا ہے۔ یہ علم حقیقت اور سبق محبت پڑھنا تو ضرور ہوا مگر اس معشوق حقیقی کو یہ معلوم نہیں ہے۔ کہ اس کو ظاہر کیا جاوے۔ اور عوام کو اس کا پتہ دیا جاوے۔ جس نے زبان سے نکالا۔ وہی منصور ہوا۔ اور اس معشوق حقیقی نے اس کو سولی پر چڑھایا۔ وہ ایسا غیور ہے کہ یہ اس کو بالکل منظور نہیں ہے کہ اس راز کو کس

طرح عام میں فاش کرتا ہے۔ وہ مثال منصور کے سولی پاتا ہے۔ تجھ کو چاہئے کہ عین اور غین کی صورت ایک ٹھہرا۔ یعنی عالم اور حق کو از روئے حقیقت کے ایک ہی جان! ہاں ان میں ایک نقطہ کا پھیر پڑا ہے۔ اور وہ نقطہ کیا ہے۔ تعین۔ جب وہ نقطہ دل سے دور کرا۔ یعنی تعین سے قطع نظر ہو گئے۔ اور حقیقت میں محو ہونے سے تعین آنکھوں کے سامنے اٹھ گیا۔ تو غین یعنی الم سے عین کو یعنی حق پایا۔ اور اس بات کو یقیناً جان لو کہ جس کے دل میں مرض لا دوا لگ گیا یعنی دوئی غیرت حقیقی کی اس کے عقیدے میں ایسی راسخ ہو گئی کہ کسی طرح وحدت وجود کو نہیں مانتا اور یہی کہتا ہے کہ عالم کی ہستی مستقل اور ہے۔ اور حق کی ہستی اور۔ اور پھر کون کہہ سکتا ہے۔ کہ اس کا نفس مر گیا ہے۔ ہاں! ہم نے جو دوئی کو دور کرا۔ اور اس مرض سے صحت پائی۔ تو پایا کہ سر سے پاؤں تک شاہ عنایت قادری قدس سرہ معشوق حقیقی ہیں۔ اور اس معشوق حقیقی نے اپنا نام بٹھا رکھا یا ہے۔ اے رفیق! دیکھ تو سہی کہ کون چھپ کر آیا ہے۔

## کافی نمبر ۶۳

کون آیا پہن لباس کڑے

تسلیں پچھو نال اخلاص کڑے

ہتھ کھونڈی موہندے کمل کالا

اکھیاں دے دچہ دے اجالا

چاک نہیں کوئی ہے متوالا

پچھو بٹھا کے پاس کڑے

کون آیا پہن لباس کڑے

تسیں پچھو نال اخلاص کڑے  
 چاکر چاک نہ اس نوں آکھوں  
 ایہ نہ خالی گجھڑی گھاتوں  
 وچھڑیا ہو یا پہلی راتوں  
 آیا کرن تلاش کڑے  
 کون آیا پہن لباس کڑے

تسیں پچھو نال اخلاص کڑے  
 نہ ایہ چاکر چاک کہیں دا  
 نہ اس زرہ شوق نہیں دا  
 نہ مشتاق ہے دودھ دہیں دا  
 نہ اس بھکھ پیاس کڑے  
 کون آیا پہن لباس کڑے

تسیں پچھو نال اخلاص کڑے  
 بھھا شوہ لک بیٹھا اوہلے  
 دسے بھیت نہ مکھ سے بولے  
 بابل در کھیڑیاں توں ٹولے  
 بر مانڈا مانڈے پاس کڑے  
 کون آیا پہن لباس کڑے  
 تسیں پچھو نال اخلاص کڑے

## کافی نمبر ۶۴

میری بکل دیوچہ چور نی میری بکل دیوچہ چور نی  
 کہنوں کوک سناواں نی میری بکل دیوچہ چور نی  
 چوری چوری نکل گیا جگت وچہ پے گیا شور  
 میری بکل دیوچہ چور نی میری بکل دیوچہ چور نی  
 مسلمان سویاں تے ڈردے ہندو دوڑے گور  
 دونویں ایسے دے وچہ مردے ایہو دوہاندی کھور  
 میری بکل دیوچہ چور نی میری بکل دیوچہ چور نی  
 کتے رام داس کتے فتح محمد ایہو قدیمی شور  
 مٹ گیا دوہاں دا جھگڑا نکل پیا کجھ ہور  
 میری بکل دیوچہ چور نی میری بکل دیوچہ چور نی  
 عرش منور ملیاں بانگاں سنیاں تخت لہور  
 شاہ عنایت کنڈیاں پایاں لک چھپ کھچدا ڈور  
 میری بکل دیوچہ چور نی میری بکل دیوچہ چور نی

میری بکل میں چور ہے۔ میری بکل میں چور۔ اے رفیقو! کس کو پکار کر

سناؤں؟ کہ میری بکل میں یعنی میری احکام آثار کے پردے میں چور یعنی معشوق

حقیقی وجود اضافی ہے۔ چوری سے آیا اور چوری سے نکل گیا۔ اس چوری سے آنے

جانے کا عالم میں شور پڑ رہا ہے۔ کہ نہ کسی کو اس کے آنے کی خبر ہوتی ہے۔ نہ جانے

کی۔ کہیں اس کا نام رام داس ہے اور کہیں فتح محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے۔ مٹ گیا

دوہاں دا جھگڑا۔ یعنی جب وہ دونوں اسم امر اعتباری فرضی مٹ گئے۔ اور محو ہو گئے تو نکل پڑا کوئی اور۔ یعنی وہ حقیقت ظاہر ہوئی جس کی طرف نہ نسبت رام داس کی کر سکتے ہیں۔ اور نہ فتح محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی۔

## کافی نمبر ۶۵

اک نقطہ یار پڑھایا ہے

اک نقطہ یار پڑھایا ہے

اک نقطہ یار پڑھایا ہے

سسی دا دل لٹن کارن

اک نقطہ یار پڑھایا ہے

بلھا شوہ دی ذات نہ کائی

اک نقطہ یار نے یعنی مرشد نے پڑھایا ہے کہ:

بجز اونیسٹ درسرائے وجود

بہ حقیقت دگر کسے موجود

عین اور عین اور عالم کی آرزوئے حقیقت کے ایک ہی ہستی جان۔ ہاں! ایک

ہی نقطے یعنی تعین نے شور مچایا ہے۔ جو ایک کو دوسرے سے الگ اور متمیز کر دیا ہے۔

جب نقطہ دور کر دیا جائے۔ یعنی تعین سے قطع نظر کی جائے۔ تو پھر دونوں ایک ہیں۔

یعنی عالم ندارد ہوتا ہے۔ اور حق یعنی حضرت الوجود لا تعین ہی رہتا ہے۔ اس نقطہ کو

جو کہ اصلی نقطہ ہے کہ ایک نور سب کی اصل ہے۔ یار یعنی مرشد نے پڑھایا ہے۔

اور یہ بتایا ہے کہ جس طرح آدم کی اصل مٹی ہے۔ ایسے ہی ہر شے کی اصل نور ہستی

حق ہے۔ فرض کرو کہ زمین و آسمان عرش اور فرش سب مٹی کے بنے ہوئے ہیں۔ اور



وہ مٹی نور وجود حق ہے۔ تو کچھ شک نہیں ہے کہ:

## کافی نمبر ۶۶

مائی کدم کریندی یار مائی کدم کریندی یار

مائی جوڑ مائی گھوڑا مائی کا اسوار

مائی مائی نوں دوڑادے مائی کا کھٹکارا

مائی کدم کریندی یار

مائی مائی نوں مارن لگی مائی دے ہتھیار

جس مائی پر بہتی مائی تس مائی ہنکار

مائی کدم کریندی یار

مائی باغ باغچہ مائی دی گلزار

مائی مائی نوں دیکھن آئی مائی دی بہار

مائی کدم کریندی یار

ہس کھیڈ مڑ مائی ہوئی مائی پاؤں سپار

بلھا جاں ایہ بھارت بھئی لاه سروں بھونیں مار

مائی کدم کریندی یار

یعنی سب کچھ مٹی کا بنا ہوا ہے۔ اور چونکہ مٹی نور وجود اور نور ہستی ہے تو سب

کچھ اس کے نور کے بنے ہوئے ہیں۔ اور جب تو نے اس بھارت اور پہیلی کو بوجھ لیا

تو ہستی موہومی کو جو تیرے سر پر چڑھی ہوئی ہے۔ سر سے اتار کر زمین پر مارا اور یوں

یہ کہہ کھ اللہ ولا سواہ۔ ولا موجود الا اللہ دوسری مثال سن کہ:

## کافی نمبر ۶

بنسی اچرج کا ہن بجائی

بنسی والیا چا کا رانجھا تیرا سب نال ہے سانجھا  
تیریاں موجاں ساڈا مانجھا ساڈی سرتیں آپ ملائی

بنسی اچرج کا ہن بجائی

بنسی والیا کا ہن کہاویں سب دا نیک انوپ سناویں  
اکھیاں دیوچہ نظر نہ پاویں کیسی بکھڑی کھیل رچائی

بنسی اچرج کا ہن بجائی

بنسی سب کوئی نے سناوے ارتھ اس کا کوئی ویرلا پاوے  
جو کوئی انحد کی سر پاوے سو اس کا سودائی

بنسی اچرج کا ہن بجائی

سنیاں بنسی زیاں گھنگھوراں کوکاں تن من وانگوں موراں  
ڈٹھیاں اس دیاں توڑاں جوڑاں اک سردی سب کلا اٹھائی

بنسی اچرج کا ہن بجائی

اس بنسی دا لماں لیکھا جس نے ڈھونڈا تس نے دیکھا  
ساڈی اس بنسی دی ریکھا اس وجودوں صفت اٹھائی

بنسی اچرج کا ہن بجائی

بہا ج پنے تکرار بوہے آن کھلوتے یار  
رکھیں کلمہ نال بیوپار تیری حضرت بھرے گواہی

بنسی اچرج کا ہن بجائی

اس بنسی دے پنج ست تارے      آپ اپنی سر بھر دے سارے  
اک سر سب دیوچہ دم مارے      ساڈی اس نے ہوش بھلائی  
بنسی اچرج کا ہن بجائی

جیسے رانجھا اور ڈھولا پنجابی بولی میں معشوق حقیقی کو کہتے ہیں۔ ایسے ہی برج بولی میں کاہن معشوق حقیقی کا نام ہے۔ اور بنسی سے مراد یہاں نفس رحمانی کی پائی جاتی ہے۔ ایک راگ بجانے والے سے کہتا ہے کہ اے کاہن! تو نے عجب بنسی بجائی ہے۔ جس سے ہمارا ظہور ہے ہم جتنے راگ اور راگنیاں ہیں۔ تیرا سر سب کے ساتھ شامل ہے۔ پھر تو آنکھوں سے نظر نہیں آتا ہے۔ ایک ہی سر کی تو نے سب کلا اٹھائی ہے۔ اس بنسی کے جو پانچ سات تار ہیں۔ وہ سب اپنے اپنے سر آپ ابھرتے ہیں۔ اور باوجود اس کے پھر ایک سر سب میں دم مارتا ہے۔ اس ایک سر نے ہماری ہوش بھلا دی ہے۔ کہ اگر ظہور پر نظر کرتے ہیں۔ تو ہر ایک تار اپنا اپنا سر الگ الگ بھر رہی ہے۔ اور راگوں کو کہ یہ بھیروں ہے اور یہ مالکونس ہے اور یہ دیک و غیرہ۔ چھ راگ اور چھتیس راگنیاں اور ان کے پتر اور ان کی داسیاں ہیں۔ الگ الگ پتہ دے رہے ہیں۔ اور حقیقت پر نظر کریں تو وہی ایک سر سب میں دم مارتا ہے۔ اور اسی کا سب ظہور ہے۔ وہ سراز روئے حقیقت کے ان سروں اور راگوں اور راگنیوں اور ان کے پتر اور داسیوں کا جو بمنزلہ ایک عالم کے ہیں۔ عین ہے۔ اور از روئے اعتبار کے غیر اسی طرح نور ہستی حق باعتبار حقیقت کے سب کا عین ہے۔ اور باعتبار اس کے ہر عین ثابت کیلئے نئے نئے آثار اور نئے نئے احکام ہیں۔ ظاہر ہوتا ہے کہ غیر ہے۔ پس اگر کوئی اس کو غیر حقیقی نہ جانے تو وہ حرماں میں ہے۔ اور اگر غیر اعتباری نہ مانے تو گھانٹے میں ہے۔ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

دونوں خرابیوں سے نکالتا ہے۔ تیسری مثال نمونہ:

## کافی نمبر ۲۸

سب اکوروں کوائی دا اک آپ سروپ وٹائی دا

روڑی تے جو گدو چارے سو بھی واگی گائیں دا

سب اکوروں کوائی دا

اک آپ سروپ وٹائی دا

سب نگران وچہ آپے وے ادھا مہر گرائیں دا

سب اکوروں کوائی دا

اک آپ سروپ وٹائی دا

ہر جی میں ہر جی ہو کھیلے سدیا چائیں چائیں دا

سب اکوروں کوائی دا

اک آپ سروپ وٹائی دا

عشق مشک دی ساز کی جانے کتا سور سرائیں دا

سب اکوروں کوائی دا

اک آپ سروپ وٹائی دا

سارے تنوں ویکھ ہمیشہ ایہو ورشن سائیں دا

سب اکوروں کوائی دا

اک آپ سروپ وٹائی دا

باغ بہاراں جے توں لوڑیں چا کر تھیوی ارائیں دا

سب اکوروں کوائی دا  
 اک آپ سروپ وٹائی دا  
 بلھا شوہ وی ذات کی پچھیں شاکر ہو رضا میں دا  
 سب اکوروں کوائی دا  
 اک آپ سروپ وٹائی دا

یعنی جس قدر روئی کے کپڑے ہیں۔ جیسے گپڑی۔ انگرکھا۔ کرتہ۔ پاجامہ۔ یہ  
 سب روئی کے ہیں۔ اور کچھ نہیں۔ یعنی از روئے ظہور اور صورت کے وہ ایک  
 دوسرے کے غیر اعتباری ہیں۔ الا از روئے حقیقت کے ایک دوسرے کے عین ہیں  
 کہ سوائے روئی کے اور ان میں کچھ نہیں ہے۔ مگر انگرکھایوں کہے کہ میں روئی نہیں  
 ہوں۔ پاجامہ کہے کہ میں روئی نہیں ہوں۔ تو وہ جھوٹے ہیں۔ پس اے پیارے  
 معشوق حقیقی حضرت الوجود ہم نے تم کو پہچان لیا ہے۔

## کافی نمبر ۶۹

کینویں لا مکانے سدے ہو  
 تسیں ہو رنگ دیوچہ سدے ہو  
 کن فیکون میں آپ کہا یا میں باہجوں ہو کیرا آیا  
 عشقوں سب ظہور بنایا عاشق ہو کے سدے ہو  
 کینویں لا مکانے سدے ہو  
 تسیں ہو رنگ دیوچہ سدے ہو

پچھو آدم کس نے آندا ہے      کتھوں آیا ہے کتھے جاندا ہے

اوتھے کس داتنیوں لانبھا ہے      اوتھے کھادانہ اٹھ ندے ہو

کینویں لا مکانے سدے ہو

تسیں ہو رنگ دیوچہ سدے ہو

آپ ستاویں آپے گانویں      اپنی وحدت آپ بجاویں

ہتھوں قول سرو دسانویں      کتے جاہل ہو کے ندے ہو

کینویں لا مکانے سدے ہو

تسیں ہو رنگ دیوچہ سدے ہو

توہیں ستاویں توہیں گانویں      انا الحق کی تار ہلاویں

منصور سولی تے چا چڑھاویں      اتے کول کھلو کے سدے ہو

کینویں لا مکانے سدے ہو

تسیں ہو رنگ دیوچہ سدے ہو

کتے رومی ہو کتے زنگی ہو      کتے ٹوپی پوش فرنگی ہو

کتے مے خانے وچہ بھنگی ہو      کتے مہر مہرل سدے ہو

کینویں لا مکانے سدے ہو

تسیں ہو رنگ دیوچہ سدے ہو

کتے ہو سکندر طرف نوشاباں      ہور سول لیاویں کتاباں

یوسف ہو کے اندر خواہاں      زلیخا ول کھدے ہو

کینویں لا مکانے سدے ہو

تسیں ہو رنگ دیوچہ سدے ہو

بلھا شوہ عنایت عارف ہے      اوہا میرے دل دا وارث ہے  
میں لوہاتے اوہ پارس ہے      ملت اوسے دے سنگ گھسدتے ہو

کینویں لا مکانے وسدے ہو

تسیں ہو رنگ دیوچہ وسدے ہو

لامکانی تم کس کو بتاتے ہو۔ تم ہر رنگ میں بستے ہو۔ یہاں تک کہ رومی اور زنگی بھی تم ہی ہو۔ اور حبشی اور فرنگی بھی تم ہی ہو اور میخانہ میں بھنگی بھی تم ہی ہو۔ اور علاقہ کے توڑنے والے کو بھی بنظر حقیقت دیکھو تو سب کچھ وہی ہے۔ اور بھنگی کہنے سے کچھ بے ادبی اس کی ذات مقدس کی نہیں ہوتی۔ کہ یہ حقیقت کا بیان ہے۔ اور حقیقت نفس الامراسی طرح ہے۔ جس طرح بیان کی جاتی ہے۔ وہ ناواقف اور نادان ہیں۔ جو اس لفظ سے کچھ بے ادبی حضرت حق کی سمجھتے ہیں۔ ہر چند کہ ایسے اسرار حقیقت کا عوام سے مخفی رکھنا اچھا معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس کے ظاہر کرنے میں خوف لغزش فہم عوام ہے۔ مگر کیا کیا جائے۔

## کافی نمبر ۷

منہ آئی بات نہ رہندی اے

جھوٹھ آکھاں تے کجھ بچدا اے

سچ آکھاں بھانبر مچدا اے

جی دوہاں گلاں توں جچدا اے

سچ سچ کے جیہا کہندی اے

منہ آئی بات نہ رہندی اے

اک لازم بات ادب دی اے  
 سانوں بات معلوم سب دی اے  
 ہر ہر وچہ صورت رب دی اے  
 کہو ظاہر کہوں چھپ دی اے  
 منہ آئی بات نہ رہندی اے  
 جس پایا بھیت قلندر دا  
 راہ کھوجیا اپنے اندر دا  
 سکھ داسی ہے اس مندر دا  
 منہ آئی بات نہ رہندی اے  
 ایتھے دنیا وچہ اندھیرا اے  
 ایتھے تلکن بازی و ہڑا اے  
 اندر وڑ کے دیکھو کبیرا اے  
 باہر خفتن پئی ڈھونڈی اے  
 منہ آئی بات نہ رہندی اے  
 ایتھے لیکھاں پاؤ پھارا ہے  
 اس دا وکھرا بھیت نیارا ہے  
 اک صورت دا چکارا ہے  
 جیویں چنگ دارو وچہ پیندی اے  
 منہ آئی بات نہ رہندی اے  
 کتے نار ادا دکھلائی دا



کتے ہو رسولِ ملائی دا  
 کتے عاشق بن بن آئی دا  
 کتے جان جدائی سہندی اے  
 منہ آئی بات نہ رہندی اے  
 جدوں ظاہر ہوئے نور ہوریں  
 جل گئے پہاڑ کوہ طور ہوریں  
 تدوں وار چڑھے منصور ہوریں  
 اوتھے شیخی مینڈھی نہ تینڈھی اے  
 منہ آئی بات نہ رہندی اے  
 جے ظاہر کراں اسرار تائیں  
 سب بھل جاون تکرار تائیں  
 پھر مارن بلھے یار تائیں  
 اتھے مخفی گل سوہندی اے  
 منہ آئی بات نہ رہندی اے  
 اساں پڑھیا علم تحقیقی اے  
 اوتھے اک حرف حقیقی اے  
 ہو جھگڑ حب ودھکی اے  
 اینویں رولا پاپا بہندی اے  
 منہ آئی بات نہ رہندی اے  
 بلھا شوہ اسان تھیں دکھ نہیں

بن شوہ تمہیں دو جا لکھ نہیں  
پر دیکھن والی اکھ نہیں  
تائیں جان پئی دکھ سہندی اے  
منہ آئی بات نہ رہندی اے

یعنی بات منہ پر آئی ہوئی نہیں رہتی۔ اور نکل جاتی ہے اور علی الخصوص جب کہ عشق کا زور اور وحشت کا شور ہے۔ تو پھر زبان بے قابو ہو جاتی ہے۔ منہ پر آئی ہوئی بات نہیں رہتی اور کیسے رہے۔ کہ اس کو مرتبہ قرب فرائض کا تیرا ہی دیا ہوا ہوتا ہے۔ اور تو ہی اس وقت میں متکلم اصلی ہے۔ جس کی خبر مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح دی ہے۔ وهو ينطق على لسان عمر پھر اسے تو نے عجب کھیل بنایا کہ جھوٹھ آکھاں تے کجھ بچدائے۔ یعنی اگر عام نا فہموں رو برو یہ بات کہہ دوں۔ کہ میں اور ہوں اور وہ اور ہے۔ میں بھی ورائے ہستی حق کے ایک ہستی مستقل رکھتا ہوں۔ تو شور اور شرفتنہ عوام سے بچتا ہوں۔ ”بچ آکھاں تے بھانبر اچدائے۔“ یعنی اگر یہ بات کہہ دوں کہ جو کچھ ہے۔ اس کی ہستی کا ظہور ہے اور میں اپنی ذات سے عدم محض لائے مطلق ہوں۔ تو بھانبر اچدائے۔ وہ اس سے یہ سمجھتے ہیں۔ کہ اپنے تئیں خدا کہتا ہے نعوذ باللہ منها۔ اور اس سے شور و شر، فتنہ و فساد شریعت اور طریقت میں اٹھتا ہے۔ وہ اپنی نا فہمی سے اتنا نہیں سمجھتے۔ کہ جب میں اپنی ذات سے عدم محض اور لائے مطلق ہوں۔ تو پھر خدا کیسے ہو سکتا ہوں۔ اور عدم محض اور انقلاب کس طرح وجود سے ہو سکتا ہے۔ کہ انقلاب ماہیت محال ہے۔ بڑی مشکل درپیش ہے کہ ”جی دوہاں گلاں توں بچدائے۔“ یعنی یہ بھی نہیں جانتا۔ کہ میں جھوٹ بولوں اور اپنی ہستی مستقل و رائے ہستی حق کے بتاؤں۔ اور حقیقت الامر کہ جو یہ

ہے۔ ایک ہستی مطلق کا ظہور ہے۔ غیر اس کا عدم محض ہے۔ چھپاؤں اور یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ عوام میں شور و شر و فساد مچاؤں۔ مگر آخر بیچ بیچ کے جیسا کہندی ہے۔ منہ آئی بات نہ رہندی ہے۔ یعنی خواہ کچھ ہی ہو، سچ بولنا چاہئے۔ اور جو بات منہ پر آگئی ہے کہ:

### بیت

ہستی تو بہ ہستی کہ بجز ذات تو نیست

ما نیست بذات خود ولے ہست تو

کہنا ہی پڑتا ہے۔ مگر ہاں ایک لازم بات ادب دی ہے یعنی ازراہ ادب کے۔ گو کہ عشق کے ولولہ میں ادب مشکل ہے یہ بات ہے کہ کہو کہ ہر ہر وچہ صورت رب دی ہے۔ کس طرح صورت کہہ دینے سے پردہ رہ جاتا ہے۔ اور ایسے عینیت حقیقی اور غیریت اعتباری قائم رہتی ہے۔ جیسے مرآت یعنی مرآت آئینہ اور صورت رائے میں ہوتی ہے۔ کہ صورت عین بھی ہے۔ اور غیر آئینہ بھی۔ اور گو کہ ہو بہو تمثیل اس کی نہیں ہے۔ کس لئے کہ خلق میں آئینہ اور شے ہے۔ اور دیکھنے والا اور۔ اور اس ذات مقدس کا آئینہ اس کی ذات اقدس کا تجلی ہے۔ اور کچھ نہیں۔ اس لئے مولانا جامی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ:

گویند دل آئینہ و آئین عجب نیست

در روئے شاہدان خود بین عجب است

در آئینہ روئے شاہدان نیست عجب

خود شاہد و خود آئینہ این عجب است

مگر سمجھانے کیلئے کافی ہے کہ:

## قطعہ شاعر گلزار

آئینہ ساخت عالم و خود را بخود نمود  
عکس جمال اوست نہاں و عیاں کہ ہست  
چوں حسن او بنقشِ جہاں کردہ جلوہ  
ظاہر نمود ایں ہمہ کون و مکاں کہ ہست

## رباعی جامی علیہ الرحمۃ

معتوقہ یکے است لیکہ بنہا وہ بہ پیش  
از بہرہ نظارہ صد ہزار آئینہ پیش  
در ہریک ازاں آئینہ ہا نمود  
بر قدر صنفالت و صفا صورت خویش

اور وہ صورت کیسی ہے کہ کہوں ظاہر کہوں چھپیندی ہے یعنی وہ کہیں تو صورت  
ظاہر ہوتی ہے۔ اور کہیں چھپ جاتی ہے۔ یعنی جس کا آئینہ دل صیقل شدہ ہوتا ہے۔  
اور زنگ خواہشات طبیعت اس سے دور ہو جاتا ہے۔ اس آئینہ میں وہ ظاہر ہوتی  
ہے۔ اور جس کے دل کو زنگ خواہشات نفس کہا جاتا ہے۔ اس میں نظر نہیں آتی  
ہے۔ مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ:

ذات حق با ہمہ صفات بہم  
جز وجوب و وجود و نعمت قدم  
در حقائق باسرا ساویت  
در مجازی جسم و جان جاریت

لیکھ زر دئے خود نکشائید

بیچ جا جز بقدر استعداد

ہاں! ”جس پایا بھیت قلندر دا“ یعنی جس نے قلندر کی مستی کا بھید پایا اور صوفیائے کرام کی اصطلاح میں قلندر بندر نچانے والے کو نہیں کہتے ہیں۔ بلکہ اس کو کہتے ہیں۔ جو بعد اداۓ فرائض اور سنت مؤکدہ کے ہر دم توجہ الی اللہ اعراض و عن ماسوائے اللہ کا عامل ہو۔ یعنی جو ہر دم اللہ کی طرف توجہ رکھے اور ماسوائے سے منہ پھیرے رکھے۔ اور ایسا کون ہو سکتا ہے سوائے عاشق کے کہ وہ سوائے معشوق کے اور کسی طرف نظر نہیں کرتا۔

صنمارا قلندر سزا بمن نہائی

کہ دراز دور دیدم راہ و رسم پارسائی

اور جو قلندر کے معنی بندر نچانے والے کے بھی لئے جاویں جو نفس کے بندر کو نچاتا ہے۔ اور اس کو اپنے قابو میں کر رکھا ہو۔ نہ یہ کہ بندر کے قابو میں وہ ہو۔ پس جس نے یہ بھیت قلندر کا پایا۔ اور اپنے اندر کاراہ کھوجیا۔ یعنی اپنی حقیقت کو تلاش کیا اور وہم کو چھوڑا۔ ”وہ وہاں ہے سکھ مندر دا“ یعنی وہ سکھ مندر اور سرور مطلق کا باشی یعنی رہنے والا اور ساکن ہے۔ کے ساتھ مندرجہ حقیقت مطلقہ وحدت سازج ہے۔ جہاں چڑی ہے نہ ہندی ہے۔ یعنی نہ وہاں شرق ہے نہ غرب ہے۔ کس لئے کہ دائرہ حقیقت مطلقہ میں یہ نسبتیں معدوم ہیں۔ جب وہ ظاہر ہوا تو کوہ طور جل گیا۔ اور منصور سولی پر چڑھ گیا۔ وہاں میری اوز تیری کیا شیخی چلتی ہے۔ بروقت ظہور اس نور کے چپ رہیں۔ اس حال میں کچھ شک نہیں ہے۔ کہ ”منہ آئی بات نہ رہندی اے“ اگر میں ان اسرار کو جو مجھ پر ظاہر ہوئے ہیں۔ ظاہر کر دوں اور کشف و کرامات

سے ان کو جو اس کی استعداد رکھتے ہیں۔ اس معشوق حقیقی نور علی نور کو دکھا دوں۔ تو سب تکرار بھول جاویں۔ اور یوں ہی کہیں کہ بلھا سچ کہتا ہے۔ ہاں جو لوگ جنم کے اندھے ہو گئے ہیں۔ اور جن میں کبھی استعداد اس نور حقیقی کے دیکھنے کی نہ ہوگی وہ بلھے یار کو مارنے آئیں گے۔ پس تا وقتیکہ عقل ہے۔ سر تو حید کو مخفی طور سے اور پردے سے رکھنا ہی مناسب ہے۔ البتہ جب شور عشق ہوتا ہے۔ اور وحشت زور کرتی ہے تو ”منہ آئی بات نہ رہندی ہے“۔ ہم نے علم حقیقت اور معرفت کو علم الیقین سے پڑھتا ہے۔ اور اس میں حرف حقیقی اور لفظ تحقیقی وجود ہی تحقیق اور اصلی ہے۔ اور سب جھگڑا اور فضول ہے۔ کتنی ہی باتیں بتا دیں۔ اور کتنا ہی شور مچا دیں اور کسی کا وجود حقیقی ثابت نہیں رہتا۔

### رُبَاعِی جَامِی عَلِیہ الرَحْمَہ

تاچند حدیث جسم و ابعاد و جہات  
تا کے سخن معدن و حیوان و نبات  
یک ذات فقط بود محقق نہ ذوات  
ایں کثرت وہمی ز شیون است صفات

پس:

منہ آئی بات نہ رہندی اے  
بلھا شوہ تھیں دکھ نہیں  
بن شوہ تھیں دو جا لکھ نہیں  
پر دیکھن والی اکھ نہیں

تائیں جان پئی دکھ سہندی اے  
منہ آئی بات نہ رہندی اے

یعنی اے بٹھا! شوہ یعنی معشوق حقیقی ہمارا ہم سے جدا نہیں ہے۔ یعنی یہ نہیں کہ ہماری ہستی مستقل اور بلکہ یہ بات ہے کہ ہماری ذات عدم مطلق اور اس کی ذات وجود مطلق ہے۔ اور جو کچھ ظہور میں ہے۔ اسی کے نور علم اور نور وجود کا ظہور ہے۔ جو نور علی نور ہے۔ پس جو کچھ تیری نظر میں آئے۔ اس کو معشوق حقیقی کا جلوہ جان:

ہر چہ بنی یار ہست اغیار نیست  
غیر او جز وہم و جز پندار نیست  
مگر کیا کیا جاوے کہ اس کیلئے دیکھنے والی آنکھ نہیں ہے خواہشات نفسانی میں  
گرفتار ہونے کے باعث چشم بصیرت میں موتیا بند ہو گیا ہے۔  
بر جمال لیک ہو معکم جلوہ ہاست  
لیک سرکس لائق دیدار نیست  
اسی وجہ سے جان جدائی کا دکھ سہتی ہے۔ اور اس یار حقیقی سے جدا رہتی ہے۔  
نہیں نہیں۔ تو اس سے جدا نہیں ہے اندھے ہونے کی وجہ سے اس کے جمال جہاں  
افروز کے دیدار سے محرومی ہے۔

## طالب صادق کی ملاقات

عالم ظاہری سے اور اس کی کچھ گفتگو

ایک روز میاں طالب صادق عشق حقیقی میں متوالے ہوئے اور جھومتے ہوئے  
انارکلی بازار میں جاتے تھے۔ کہ سامنے سے ان کے ایک لنگوٹے یار۔ ہم مکتب جن

کا ظاہر کچھ اور باطن کچھ اور تھا۔ عالمانہ صورت بنائے ہوئے شملہ مقدار علم باندھے ہوئے عصاء ہاتھ میں لئے ہوئے آنکلیے۔ انہوں نے ان کو نہ پہچانا۔ پوچھا۔ تو کون ہے؟ طالب صادق نے جواب دیا:

## کافی نمبر ۱

میں چوڑیاں سچے صاحب دی سرکاروں  
 دھیان کی چھجلی گیان کا جھاڑو گیان کرو دھنت جھاڑوں  
 میں چوڑیاں سچے صاحب دی سرکاروں  
 میں چوڑیاں سچے صاحب دی سرکاروں  
 قاضی جانے حاکم جانے فارغ خطی بیگاراں  
 دنے رات میں ایہو منگدی دور نہ کر درباروں  
 میں چوڑیاں سچے صاحب دی سرکاروں  
 تده باہجوں میرا ہور نہ کوئی کینوں کہوں پکاروں  
 بلھا شوہ عنایت کر کے نجرالے سرکاروں

## ایضاً دیگر کافی نمبر ۷

میں چوڑیاں سچے صاحب دی سرکاروں  
 پیروں ننگی سروں جھنڈولی سنہیا آیا یاروں  
 تر مڑانت کجھ بنڈا نہیں کی لیساں سنساروں  
 میں پگڑاں چھجلی تے حرص اڈاواں چھٹاں مالگزاروں



میں چوڑیاں سچے صاحب دی سرکاروں  
 ہندو ترک نہ ہندے اسیں دو جرے ترے جرے  
 حلال حرام پچھانا نہیں اسیں دوہاں تے نہیں بھرے  
 گواپیر برکھ اسانوں سجاں جیہیاں سبھیاں توں سرداراں  
 میں چوڑیاں سچے صاحب دی سرکاروں  
 گھنڈی منڈی دا بوہل بہایا بخرا لیا دیداروں  
 جھنڈکھ پیا توں لیا شرم رہے درباروں  
 بلھا شوہ دے ہو کے رہے چھٹ گئے کار بیگاروں  
 میں چوڑیاں سچے صاحب دی سرکاروں

### کافی نمبر ۳۷

بندو ناں نہیں مسلمان      بے ترتجن تاج ابھان  
 سنی ناں نہیں ہم شیعہ      صلح کل کا مارگ لیا  
 بھکھے ناں نہیں ہم رجے  
 ننگے ناں نہیں ہم کچے

روندے ناں نہیں ہم ہسدے      اجڑے ناں نہیں ہم وسدے  
 پاپی ناں سدھرمی ناں      پاپا پن کی راہ نہ جاناں  
 بلھا شوہ جو ہر چیت لاگے  
 ہندو ترک دو جن تیاگے

کیونکہ ذات میری عدم مطلق ہے۔ وہ صلاحیت ہندو یا مسلمان ہونے کی نہیں  
 رکھتی۔ جیسے مولانا شمس تبریزی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے:

چہ تدبیرے مسلماناں کہ من خود را نمیدانم  
نہ ترساؤ یہودی ام نہ کبرم نے مسلمانم

مگر ہاں

## کافی نمبر ۷۴

میںوں عشق ہلارے دیندا

منہ چڑھیا یار بلیندا

کی کچھدا ہیں ذات صفات تیری اوہو آدم والی ذات میری  
نخن اقرب دا وچہ گھات میری وچہ رب دا سر جھلیندا

میںوں عشق ہلارے دیندا

منہ چڑھیا یار بلیندا

کتے شیعہ اے کتے سنی اے کتے جٹا دھاری کتے منی اے  
میری سب سے فارغ کنی اے جو کہاں سو یار مینیندا اے

میںوں عشق ہلارے دیندا

منہ چڑھیا یار بلیندا

بلھا دوروں چل کے آیا جی اوہدی صورت نے بھر مایا جی  
او سے پاک جمال دکھایا جی اوہ ہک دم نال بھلیندا

میںوں عشق ہلارے دیندا

منہ چڑھیا یار بلیندا

اس گرفتار ظاہر نے سن کر کہا۔ کہ آپ وہ ہیں جو مکتب میں پڑھتے تھے۔ اور

”الف“ سے آگے کچھ نہیں آتا تھا۔ اور کوٹھیچر نام تھا۔ کہا ہاں!

## کافی نمبر ۷۵

وے کوٹھیچر میرا ناں

وے کوٹھیچر میرا ناں

ملاں مینوں سبق پڑھایا      الفوں آگے کچھ نہ آیا

اس دی جتیاں کھاناں

وے کوٹھیچر میرا ناں

کویں کویں دو اکھیاں لایاں      رل کے سیاں مارن آیاں

نی چھڈ دے گا بابل ماں

وے کوٹھیچر میرا ناں

ساہورے سانوں وڑن نہ دیندے      ناک دادک گھروں کڈھیندے

میرا پیکے نہیوں تھاں

وے کوٹھیچر میرا ناں

پڑھن سیتی سب مارن آہیں      بن پڑھیاں ہن چھڈا ناہیں

نی میں مڑ کے کت ول جاں

وے کوٹھیچر میرا ناں

بلھا شوہ کی لایا مینوں      مت کچھ لگے اوہی تینوں

تد کریں گا توں نیاں

وے کوٹھیچر میرا ناں

یعنی میں وہی ہوں جس کا نام کوئی پھر ہے۔ اور الف سے آگے جس کو کچھ نہیں آیا۔ جب کچھ نہیں آیا۔ تو میں نے اور بہت مشقت اٹھا کر پیارے یار سے اکھیاں ملائیں۔ تو پھر ”سب سیاں“ میری یعنی سارے دوست اور سب رفیق مجھ کو مارنے آئے۔ اے یار! اس آنکھیں لگانے کا مزاجھ سے کیا پوچھتا ہے؟ مجھ سے بیچ ایسا نہ ہو۔ کہ یہ مرض تجھ کو بھی لگ جائے۔ اور خدا کرے کہ تجھ کو بھی یہ مرض لگ جائے۔ پھر تو انصاف کرے کہ اس اکھیاں لگانے کا اور یار کے عشق میں خراب اور خستہ حال پھرنے کا کیسا مزہ ہے؟ اور کیسی بہار ہے اے یار!

## کافی نمبر ۷۶

عشق دی نویں نویں بہار

جاں میں سبق عشق دا پڑھیا مسجد کولون جیوڑا ڈریا  
ڈیرے جا ٹھا کر دے وڑیا جتھے وجدے ناد ہزار

عشق دی نویں نویں بہار

جاں میں رمز عشق دی پائی مینا طوطا مار گوائی  
اندر باہر ہوئی صفائی جت ول دیکھاں یارو یار

عشق دی نویں نویں بہار

ہیر رانجھے دے میلے ٹھلی ہیر ڈھونڈیندی بیلے  
رانجھا یار بکل وچہ کھیلے سدھ نہ رہیا سرت سنبھال

عشق دی نویں نویں بہار

بید قرآناں پڑھ پڑھ تھکے سجدے کردیاں تھس گئے متھے

نہ رب تیرتھ نہ رب کے جس پایا تیس نور دیدار

عشق دی نویں نویں بہار

پھوک مصلیٰ تے بھن سٹ لوٹا نہ پھڑ تسبیح عاسا سوٹا

عاشق کہندے دے دے ہوکا ترک حلالوں کھا مردار

عشق دی نویں نویں بہار

عمر گوائی وچہ مسیتی اندر بھریا نال پلپتی

کدے نماز وحدت نہ نیٹی ہن کی کرنائیں شور پکار

عشق دی نویں نویں بہار

عشق بھلایا سجدہ تیرا ہن کیویں اینویں پاویں پھیرا

بلھا ہوندا چپ تیرا پر عشق کریندا مارو مار

عشق دی نویں نویں بہار

یعنی اے یار! جب میں نے سبق پڑھا۔ تو مسجد سے دل میرا ڈرا۔ مسجد سے مراد یہاں وہ مسجد نہیں ہے۔ جس کو عوام مسجد کہتے ہیں۔ بلکہ ہماری اصطلاح میں مسجد سے ہر شے مراد ہے۔ جو سجدہ گاہ دل ہے۔ مغربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

سوے وجود آدم خوش بسجود آدم

بود سجود گاہ من کائنات تو

پس سرجا مقصود ماسوائے جس کی طرف دل ہے۔ اور میں جس میں سجدے اس مقصود کو کرتا ہے۔ مسجد سے اور وہ مقصود قبلہ ہے۔ اس سے دل میرا ڈرا۔ اور اس ماسوائے کو عشق نے جلایا۔ العشق نار محرق ماسوی اللہ اور خانہ دل میں جو ہر مقصود ماسوائے ایک ٹھا کر بنا کر بیٹھا تھا۔ اور دل ٹھا کر دوارہ ہو رہا تھا۔ اور جس میں

ہزاروں ناد اور سنگھ مقصودات ماسوائے اللہ کے بچتے تھے۔ جاگھسا۔ اور اس کی صفائی میں مشغول ہوا۔ کسی کا شعر ہے:

بہ ہیں کرامت بت خانہ مرا اے شیخ

کہ چوں خراب شود خاتہ خدا گرود

اور جب میں نے عشق کی رمز پائی تو مینا اور طوطے کو مار ڈالا۔ مینا سے مراد یہاں نفس اور طوطے سے مراد شیطان ہے۔ یہ دونوں ملے رہتے ہیں۔ جیسے کسی مینا اور طوطے کی کہانی ہے۔ کہ کسی جا مینا اور طوطے ملے ہوئے تھے۔ اور سر راہ پنجرے ان کے لٹکے رہتے تھے۔ کوئی راہرو اس طرف نکلتا تھا۔ تو مینا کہتی تھی کہ میاں مسافر ادھر آنا جب وہ پاس آتا تو اس سے پیسہ مانگتی۔ طوطا کہتا تھا۔ کہ حرام زادی! تو پیسہ کیا کرے گی؟ پھر مسافر سے کہتا کہ میاں پیسہ دے کر دیکھو۔ یہ کیا کرے گی۔ جب وہ مسافر مینا کو پیسہ دیتا تو طوطا اس سے کہتا۔ دھر گولگ میں۔ اسی طرح نفس اور شیطان کا حال ہے۔ نفس کسی اپنے سے کام کی خواہش کرتا ہے۔ شیطان پاس سے اس کام کے کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ جس کو وسوسہ کہتے ہیں۔ جب ان دونوں کو مار دیا:

اندر باہر ہوئی صفائی جتول دیکھاں یارویار

پھر تو ہیر اور رانجھے کے میلے ہو گئے۔ اور معلوم ہوا کہ ہیر بھولی ہوئی رانجھے کو

ڈھونڈھتی پھرتی تھی۔ رانجھا تو بکل میں کھیلتا تھا۔ جب وہ ظاہر ہو گیا۔ تو اس کے

جمال باکمال کے جلوے سے کچھ سرت اور ہوش نہ رہی۔ اپنا آپ سب بھول گئی۔ اور

رانجھا رانجھا کردی نی میں آپے رانجھا ہوئی

سدونی مینوں دھیدو رانجا ہیر نہ آکھو کوئی

اے یار! وہ لوگ جو ظاہر میں اپنے آپ کو سنوارے رکھتے ہیں۔ وہ اپنی خرابی ہائے باطن کو دور نہیں کرتے۔ وہ طلب خدا میں دید اور قرآن شریف پڑھ پڑھ کر تھک گئے۔ اور سجدے کرتے کرتے ماتھے ان کے گھس گئے۔ مگر خدا نہ ملا کیونکہ سمت معین کی طرف ڈھونڈتے ہیں۔ اور یہ نہیں جانتے کہ رب نہ کسی تیرتھ میں ہے۔ اور نہ مکے میں۔ جس نے اس کو پایا ہے۔ مرشد کے نور سے پایا ہے۔ اے پیارے یار! اس ظاہری مصیٹی کو پھونک دے۔ اور عصاء توڑ ڈال۔ اور بناوٹ کی تسبیح کو ہاتھ میں نہ پکڑ۔ سن! جو عاشق ہیں۔ وہ پکار کر یہ کہتے ہیں۔ اور تصوف کی ساری کتابوں میں یہ بات بڑی تاکید سے لکھی ہے۔ کہا اگر تو باطن کی صفائی چاہتا ہے۔ تو حلال کو ترک کر۔ یعنی کھانے پینے وغیرہ کو حد ضرورت میں کام میں لا۔ یعنی عزیمت پر عمل کر۔ اور فضول اور ضرورت سے زیادہ جو حلال ہے۔ جسے ضرورت سے زیادہ کھانا۔ پینا۔ پہننا وغیرہ باقتضائے حظ نفس ہے۔ اس کو رک کر یعنی رخصت سے بچ۔ اور مردار یعنی غم اور غصہ کو کھا۔ پھر دیکھ کہ عشق کی کیا کیانی بہاریں ہیں۔ اے یار! ان بہاروں کا کیا بیان ہو۔ جب شورش عشق ہوتی ہے۔ تو ہم اپنے معشوق اپنے جانی سے کہتے ہیں:

عشق بھلایا سجدہ تیرا

ہن کیوں پاویں اینویں جھیرا

بلھا ہوندا چپ تیرا پر عشق کریندا مار و مار

عشق دی نویں نویں بہار

اے یار! میرا کیا حال پوچھتا ہے؟

## کافی نمبر ۷

الف اللہ نال رتا دل میرا ب دی خبر نہ کافی  
ب پڑھ دیاں مینوں سمجھ نہ آوے لذت اول دی پائی  
عین تے غین نوں سمجھ نہ جاناں گل الف سمجھائی  
بلھا شاہ قول الف دے پورے جیہڑے دل وچہ رکھن صفائی

اے یار! الف اور ب کے اصلی معنی وہ الف اور ب نہیں ہیں۔ جو مکتب  
میں ملاں لوگ پڑھاتے ہیں۔ یہی سبب تھا۔ جو مجھ کو ب نہیں آتی تھی۔ اور میں  
یوں کہتا تھا۔

ملاں مینوں مار دا ای

ملاں مینوں مار دا ای

ملاں مینوں سبق پڑھایا الفوں اگے کچھ نہ آیا

اوہ توب ہی ب پکار دائی

ملاں مینوں مار دا ای

اور مجھ کو افسوس یہ تھا۔ کہ کوئی میرا مطلب نہیں سمجھتا تھا۔ اے یار! اس بات کو  
جان۔ کہ عاشقان اللہ کی اصطلاح میں الف اللہ کو کہتے ہیں۔ اور ب عالم کو کیا اچھا  
فرمایا ہے۔ میر حسن حسینی قدس سرہ نے۔

در حساب ابجد یک ب دو

دور ابجد عشق اول و بے تو

یایوں سمجھو! کہ ”الف“ ذات حق کو کہتے ہیں۔ اور ”ب“ ذات عالم کو ذات حق



و مطلق موجود ہے۔ اور ذات علم عدم مطلق اس باب میں مولانا جامی کی تقریر میں۔  
(دیکھو شرح رباعیات)

## رباعی

در عیاں حرف در صورت مختلفند

لیکن ہمہ در ذات الف موتلفند

از روئے تعین ہمہ باہم غیر اند

در روئے حقیقت ہمہ عین افند

واضح ہو کہ الف دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک کو لفظی الف کہتے ہیں۔ دوسرے کو خطی الف۔ الف لفظی وہ صورت ممتد اور مطلق ہے جو کسی مخارج خاص سے صدور ہونے یا نہ ہونے کے مقید نہ ہو۔ اور لفظی خطی وہ امتداد خطی ہے۔ جو اشکال مختلفہ فیہ کے کسی شکل میں مقید ہونے یا نہ ہونے کے مقید نہ ہو۔ پس الف لفظی حقیقت حروف لفظیہ کے ہے۔ جو مخارج مخصوصہ پر گزرنے کی وجہ سے کیفیات مختلف سے مقید ہو گیا ہے۔ اور اسامی مختلفہ کثیرہ سے مستثنیٰ ہوا ہے۔ الف خطی حقیقت حروف رقمیہ کے ہے۔ جو اشکال مختلفہ میں متشکل اور نامہائے بسیار میں نامزد ہوا ہے۔ اور ان دونوں تقدیروں میں الف وجود مطلق کی مماثلت پر دال ہے۔ جو موجودات مقید کی اصل ہے۔ اور جس میں کوئی قید نہیں ہے۔ مگر ظہور اس کا بدوں ضمن وجود مقید کے نہیں ہو سکتا۔ اور حقیقت مقید بانصمام ایک قید کے ہے۔ اور مقیدات باعتبار خصوصیات قیود کے مفانز ایک دوسرے کے ہیں۔ اور اعتبار حقیقت مطلقہ کے عین ایک دوسرے کے ہیں۔ پس حقیقت جمیع اجزاء وجود کی ایک وجود احد ہے۔ جو

صورت تعینات موجودات میں چھپنے کی وجہ سے ایسا ظاہر ہوا ہے۔ اور ان کے تنوعات کے ملا۔ بس زمین میں ظہور کرنے کی وجہ ایسا محتجب ہو گیا ہے۔ جیسے کہ ظہور الف کا حروف میں اور چھپنا اس کا ان کی کیفیات اور اشکال میں ہے۔ انتہی کلام مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ۔

اس سے ظاہر ہو گیا ہے۔ کہ الف سیدھے خط کو نہیں کہتے ہیں۔ جو تختی پر سب سے پہلے لکھا جاتا ہے۔ اس لئے کہ وہ کو ایک متداد خطی ہے۔ الا ایک شکل میں مقید ہے۔ اور نیز الف اس آواز کو نہیں کہتے۔ جو الف زبر آ۔ بے زبر الف باتے زبر الف تا کی تختی میں آوار دیتا ہے۔ بلکہ وہ ایک ایسا ہے۔ جیسا کہ راگوں میں اصلی سراور لے ہوتی ہے۔ جس سے ہر راگ اور راگنی بنتے ہیں۔ جو ان راگ اور راگنیوں کی خاص سروں اور لہنیوں کی سے مطلق ہے۔ یعنی جو ان سب سروں اور لہنیوں کی جان ہے۔ کیا اچھا فرمایا ہے۔ حضرت عزیز الدین کاسی قدس سرہ نے فرمایا:

## رباعی

(دیکھو نجات صفحہ ۳۱۴)

دل گفت مرا علم لدنی ہوس است  
تعلیم کن گرت بدیں دسترس است  
گفتم لالف گفت دگر گفتم پیچ  
درخانہ اگر کس است یک حرف ز بس است

پس اے میرے یار!

## کافی نمبر ۷۸

اک الف پڑھو چھٹکارا اے!

اس الفوں دو تین چار ہوئے پھر لاکھ کروڑ ہزار ہوئے  
پھر اوتھوں بے شمار ہوئے ہک الف دانکتہ نیارا اے

اک الف پڑھو چھٹکارا اے!

کیوں پڑھنا اس گڈ کتاباں دی سر چائی آپنڈ عذاباں دی  
ہن ہو یا شکل جلا داں دی اگے پینڈا مشکل بھارا اے

اک الف پڑھو چھٹکارا اے!

ہن حافظ حفظ قرآن کریں پڑھ پڑھ کے صاف زبان کریں  
پھر نعمت وچہ دھیان کریں من پھر دا جیوں ہرکارا اے

اک الف پڑھو چھٹکارا اے!

بلھا بی بوہڑ دا بویا سی اوہ برچھ وڈا چا ہویا سی  
جد برچھ اوہ فانی ہویا سی پھر رہ گیا بی اکارہ اے

اک الف پڑھو چھٹکارا اے!

یعنی ایک الف کے پڑھنے سے چھٹکارا ہے۔ کون سا الف؟ جو وجود مطلق  
ہے۔ نہ وہ الف جو تختی پر سب حرفوں سے پہلے لکھا جاتا ہے، کہ وہ مقید ہوتا ہے۔ نیز  
الف کا ایک عدد ہے اس ایک سے دو۔ تین۔ چار بلکہ ہزاروں۔ لاکھوں۔ کروڑوں  
اور بے شمار ہو گئے ہیں۔ بلکہ دو اور تین اور چار اور ہزار اور لاکھ اور کروڑ میں وہی  
ایک ہے۔ دوسرا کوئی نہیں ہے۔ کس لئے کہ دو ایک کے چار بار ہونے کو اور تین

ایک کے تین بار ہونے اور چار ایک کے چار بار ہونے کو کہتے ہیں۔ یہ بیان اس طرح سمجھ میں آسکتا ہے۔ فرض کیجئے کہ ایک شخص ناخواندہ ہے۔ اس نے دو روپے کسی کو دیئے۔ دیوار پر اس نے دو لکیریں اس طرح کر لیں۔ (۱۱) پھر تین روپے دیئے تو تین لکیریں اس طرح کر لیں (۱۱۱) پھر چار روپے دیئے۔ تو چار لکیریں اس طرح کر لیں۔ (۱۱۱۱) دیکھو! ان سب میں ایک نئی عدد ہے۔ کسی نے اس کا اختصار اس کو بتایا۔ کہا دو کے عدد کو شکل ۲ میں اور تین کے عدد کو شکل ۳ میں اور چار کے عدد کو شکل ۴ میں بناؤ۔ دیکھو! یہ ہندسہ بھی اپنی شکل میں ایک ہی ہے۔

## رباعی

صاحب ترجمہ عوارف دیکھو نجات ۳۱۴  
کثرت چوں نیک درنگری وحدت است  
مار اشکے نماںد وریں گر تر اشکے است  
در ہر عدد و زروئے حقیقت بنگری  
در صورتش نہ بنی دور مادہ یکے است

## رباعی

(دیکھو تذکرہ غویہ صفحہ ۳۱ مطبوعہ اول)  
آثار تعینات چوں یافت یکے  
کثرت ہمہ وحدت است بے شبہ شکے  
چوں نکتہ عصف شد نہاں از رقت  
بگر کہ وہ و صد و ہزار است یکے

## رباعی جامی

در مذہب اہل کشف و اربابِ خرد  
ساریست احد در ہمہ افراد عدد  
زیرا کہ عدد گرچہ برون است ز حد  
ہم صورتش و ہم مادہ است احد

## رباعی ایضاً

تخصیل وجود ہر عدد از احد است  
تفصیل مراتب احد از عدد است  
عارف کہ ز فیض روح قدش مدد است  
ربط حق و خلش این چنین معتقد است

اور باوجود اس بات کے کہ احد سے یعنی الف سے یہ سب ظہور کرتے اعداد کا  
ہوا ہے۔ پھر الف کا نکتہ نیارا ہے یعنی اس کا مرتبہ ذات اور کنہ لا تعین ہے اور سب  
خیالات اور وہم اور فکر سے باہر ہے۔

## کافی نمبر ۷۹

اک نکتے دی گل مکی اے

پھڑ نکتہ چھوڑ حساباں نوں      کر دور کفر دیاں باتاں نوں

لا دوزخ گور عذاباں نوں      کر صاف دے دیاں خواباں نوں

گل ایسے گھر وچہ ڈھکدی اے

اک نکتے وچہ گل مکدی اے

ایویں متھا زمین گھسائی دا      لما پا محراب دکھائی دا

پڑھ کلمہ لوک ہسائی دا      دل اندر سمجھ نہ لیائی دا

کدی بات سچی بھی لکدی اے

اک نکتے وچہ گل مکدی اے

کئی حاجی بن بن آئے جی      گل نیلے جاے پائے جی

حج و بیچ ٹکے لے کھائے جی      بھلا ایہہ گل کیویں بھائے جی

کوئی بات سچی بھی لکدی اے

اک نکتے وچہ گل مکدی اے

اک جنگل بحریں جانڈے نی      اک دانہ روزی کھانڈے نی

بے سمجھ وجود تھکانڈے نی      گھر آون ہوکے ماندے نی

ایویں چلیاں وچہ جندسکدی اے

اک نکتے وچہ گل مکدی اے

پھر مرشد عبد خدائی ہو      وچہ مستی بے پروائی ہو

بے خواہش بے نوائی ہو      وچہ دل دے خوب صفائی ہو

بلھا بات سچی کدوں رکدی اے

اک نکتے دی گل مکدی اے

ایک نقطے میں بات ختم ہو جاتی ہے یعنی ایک نکتہ میں عارض خیال جہاں آراء

معتوق حقیقی سے حجاب اٹھ جاتا ہے۔ اور تجلیات اس کے ہونے لگتے ہیں۔ وہ نکتہ

کون سا ہے یہ ہے بیت:

کہ جزوِ او نیست در سرائے وجود  
 بہ حقیقت وگر کے موجود  
 اور وہ یہ نکتہ ہے جس کی خبر خواجہ حافظ علیہ الرحمۃ نے دی ہے۔ کہ مصرعہ:  
 تو خود حجاب خودی حافظ از میاں بر خیز

### دوہڑا

مک گیاں گل مکدی ناہیں چجر دلوں نہ آ مکایے  
 گنگا گیاں گل مکدی ناہیں بھانویں سوسو غوطے کھایے  
 گیا گیاں گل مکدی ناہیں بھانویں کتنے پنڈ پھر آئیے  
 بلہا شاہ گل مکدی تاہیں جد میں نوں کھڑیاں لوٹائیے  
 حضرت جاتی علیہ الرحمۃ لواح میں فرماتے ہیں۔ الہی عشنا وہ غفلت کا ہماری  
 بصیرت کے بصر سے اٹھا دے۔ اور ہر چیز کو جیسی کہ وہ ہے۔ ہم جو دکھا دے۔ نیستی کو  
 صورت ہستی میں ہم پر جلوہ گرنہ کر اور جمال ہستی پر نیستی کا پردہ نہ رکھ۔ ان صور خیالی  
 کو آئینہ اپنی تجلیات کے جمال کا کرنا۔ علت حجاب اور دوری کا۔ اور ان حجاب وہمی کو  
 سرمایہ دانائی اور بینائی ہماری کا بنانا آکہ جہالت کوری کا مخروطی و مہجوری ہماری لفظ ہم  
 ہی سے ہے۔ ہم کو ہمارے ساتھ نہ چھوڑ۔ اور ہم کو وہم سے رہائی عطاء کر کے اپنے  
 ساتھ آشنائی مرحمت فرما۔ انتہی واضح ہو کہ تلفظ اس کو کہتے ہیں جو قابل اشارہ حسی تو  
 ہو مگر کسی طرح قسمت پذیر نہ ہو۔ یعنی وجود نہ رکھتا ہو۔ پس قابل ایک وجود وہمی رکھتا  
 ہے۔ وجود حقیقی نہیں رکھتا۔

## بیت

نکتہ پر جب منکشف ہو خط کا حال

جانے اپنے جسم کو وہم و خیال

جیسے نکتہ کی ہستی موہمی ہے۔ ایسے ہی ہر شے کی ہستی موہومی ہے۔ ہستی حقیقی

حضرت معشوق حقیقی کی ہے۔ اور بس پس اس کو ظہور تجلیات حضرت الوجود سے یہ

بات ظاہر ہو جاتی ہے۔ کہ ہماری ہستی مثل نقطہ کے موہومی ہے۔ اور حضرت

المعشوق حقیقی کی ہستی حقیقی ہے۔ ہستی حقیقی کی اضافت اپنی طرف کرنا بڑا جھوٹ بڑا

ظلم ہے۔ ”تو اک نقطے و چہ گل مکی اے“ یعنی بات ختم ہو جاتی ہے۔ یا یوں کہو کہ

اسی ایک نقطے پر سلوک ختم ہو جاتا ہے:

یعلم اللہ دو قدم راہ راست و بیروں از دو نیست

یک قدم بر خود زدو مگر قدم در کوئے دوست

یا یوں سمجھو کہ حساب میں نقطہ کو صفر کہتے ہیں۔ جو عدم کے معنی رکھتا ہے۔ ایسے

ہی ہم اپنی ذات سے صفر یعنی عدم ہیں۔ اس نقطہ عدم کو اچھی طرح پکڑ لینا چاہئے۔

اور اپنا وجود شمار کر کے حساب کو چھوڑ دینا چاہئے۔ کہ طریقت میں ایک باب کفر کہلاتا

ہے۔ اور دوزخ اور گور مجوری کو سر سے اتار اور دل کے خوابوں کو صاف کر۔ یعنی دل

کی خوابیں جو اب حکم اضغاث احلام کا رکھتی ہیں۔ ان کو رو دیاے صادق بنا۔ اور اس

بات کو خوب جان لے۔ کہ اپنے تئیں نقطہ نہ جان کر اور کوئی ہندسہ حساب وجود کا سمجھ

کر سجدے کرنا اور زمین پر ماتھا گھسانا یا محرابوں میں سر کے بل پڑنا۔ کسی کام کا نہیں

ہے۔ کس لئے کہ عقیدہ اور افعال شرک فی الوجود گواہی دے رہے ہیں۔ شرک خفی کو



ظاہر کر رہے ہیں۔ چنانچہ خود اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں اس کی خبر دیتا ہے۔ کہ و ما یومن اکثرہم الا وہم مشرکون۔ (دیکھو تمہیدات عین القصات ہمدانی) پھر ان سجدوں اور محرابوں میں لمبے پڑنے کو کون پوچھتا ہے جب تک شرک فی الوجود قائم ہے۔ مسرت کی کوئی عبادت قابل قبول نہیں۔ ایسے لوگوں کا کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ بھی منہ سے پڑھنا اور دل میں اس کے معنی لا موجود الا اللہ کے سمجھ نہ رکھنا لوگوں کو ہنسانا۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے جو یہ فرمایا ہے۔ نوبۃ الناس من الذنوب و نوبتی من القول لا الہ الا اللہ وہ ایسے ہی لوگوں کے کلمہ پڑھنے کے باب میں فرمایا ہے۔ جو اپنی ہستی کو درائے ہستی پر حق کے ایک ہستی مستقل سمجھتے ہیں۔ اور شرک فی الوجود میں غرق ہیں اور پھر کلمہ طیبہ پڑھتے ہیں۔ جس کے اصلی معنی یہ ہیں۔ کہ لا موجود الا اللہ چونکہ مشرک ہو کر کلمہ طیبہ زبان سے پڑھنا گودائزہ اسلام میں لے آتا ہے۔ مگر نور ایمان پیدا نہیں کرتا۔ اور یہ بات سچی ہے کہ بدوں شرک فی الوجود کئے دل میں نور پیدا نہیں ہوتا نہ حقیقت چھپتی ہے۔ کیونکہ وہ نقل کلمہ ہوگا اور اصلی کلمہ سے نور اس کے دل میں پیدا ہوگا۔ اور اس سے زمین سے آسمان تک سب کچھ نظر آئے گا۔ اور ہر شخص اپنے حال کو دیکھ لے۔ ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے۔ پس جب تک شرک فی الوجود قائم ہے۔ کلمہ اور نماز اور روزہ اور حج کچھ نور پیدا نہیں کرتے۔

## دوہڑا

بلھے نون لوک متیں دیندے بلھا توں جا بہہ مسیتی  
وچہ مسیجاں دے کی کجھ ہوندا جو دلوں نماز نہ نیٹی

باہروں پاک کیتے کی ہوندا جے اندروں نہ گئی پلیتی  
بن مرشد کامل بلھیا تیری اینویں گئی عبادت کیتی  
اس لئے ایسی نماز اور کلمہ کے باب میں کہتے ہیں۔

بھٹھ نمازاں تے چلڑ روزے کلمہ تے پھر گئی سیاہی

بلھا شوہ اندروں ملیا بھلی پھرے لوکائی

اور کچھ میں ہی یہ بات نہیں کہتا۔ بلکہ پہلے سب لوگ بھی یہی بات کہتے گئے

ہیں۔

### قطعہ

(دیکھو لطائف اشرفی مطبوعہ جلد ثانی صفحہ ۱۸۶)

تو درون نماز دل بیرون  
گشت ہائے مے کند بہ مہمانی  
ایں چنین حالت پریشاں را  
شرم ناید نماز مے خوانی

### رباعی

(دیکھو اخبار الاخبار صفحہ ۱۲۰)

فسق است و فجور کار ہر روزہ ما  
پر شد ز حرام کاسہ و کوزہ ما  
مے خند روز گار میگر ید عمر  
بر طاعت و بر نماز و بر روزہ ما

حضرت ابوسعید ابوالخیر رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ حدیث تفسیر  
ساعة خیر من عبادۃ منۃ کے کیا معنی ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ اپنی نیستی میں  
ایک ساعت اندیشہ اور فکر کرنا اس ایک برس کی عبادت سے بہتر ہے۔ جس میں اپنی  
ہستی کا خیال رہا ہو۔ بعد اس کے یہ پڑھا۔ (دیکھو صفحہ ۱۹۴ نجات الانس)

## رباعی

تاروئے ترا بدیدم اے شمع طراز  
نے کار کنم نہ روزہ دارم نہ نماز  
چوں با تو بوم مجاز من جملہ نماز  
چوں بے تو بوم نماز من جملہ مجاز

یعنی اے شمع افروز جہاں! جب سے تیرا رخ پر نور دیکھا ہے۔ کوئی کام روزہ اور نماز کا مجھ سے نہیں ہو سکتا۔

انحد دا جا وجے سوہانہ      مطرب سگھڑا تاں ترانہ  
نماز روزہ بھل گیا دوگانہ      مدھ پیالہ دین کلال نی  
گھڑیالی دیہو نکال نی  
ہن پی گھر آیا لال نی

یعنی جب تیرے ساتھ ہوتا ہوں خیال ہستی موہومی قطع ہو جاتا ہے۔ ہستی حقیقی تیری جلوہ گر ہوتی ہے۔ تو مجاز کے سب کام میرے نماز ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ نماز کہتے ہیں۔ التوجه الی اللہ کو اس حال میں التوجه الی اللہ میں غرق ہوتا ہے۔ اور اپنی اصطلاح میں اس کو طریقت کی نماز کہتا ہوں۔ اور جب بغیر تیرے ہوتا ہوں یعنی میں اپنی ایک ہستی مستقل و رائے ہستی کے تیرے سمجھتا ہوں تو اس حال میں میری نماز ایک مجاز ہے۔ ایسے ہی حال میں کلمہ طیبہ پڑھنا بھی ایک مجاز ہے۔ جب خیال ہستی موہومی دل سے کلیۃً قطع ہو جاتا ہے۔ تب آدمی مسلمان اصلی ہوتا ہے۔ اس سے پہلے مسلمان مجازی ہے۔ اور مجاز کے سب کام کرتا ہے۔ مگر چونکہ وہ گرفتار مجاز ہے۔ مجاز کے سب کام کرنے اس کو ضرور ہیں۔ ان کو چھوڑنا خرابی ہے۔

مگر ہاں اپنے حال پر کرتے رہنا چاہئے۔ اور حقیقی مسلمان ہونے کی کوشش کرتے رہنا چاہئے۔ اس افسوس میں حضرت خواجہ حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

گر مسلمانی است کہ واعظ وازد

آہ گرز پے امروز شود فردائے

یہ بات سن کر وہ عالم ظاہری مکتبی یار بہت چونکا۔ اور کہا کہ میں نے چودہ علم پڑھے۔ بہت سے عالموں کی صحبت میں رہا۔ یہ باتیں جو تو کہتا ہے۔ کہیں نہیں سنیں۔ طالب صادق نے کہا۔ کہ اے یار! العلم الحجاب الاکبر۔

## کافی نمبر ۸۰

علموں بس کریں او یار

علموں بس کریں او یار

علم نہ آوے وچہ شمار

اکو الف تیرے درکار

جانندی عمر نہیں اعتبار

علموں بس کریں او یار

علموں بس کریں او یار

پڑھ پڑھ علم لگاویں ڈھیر

قرآن کتاباں چار چوہیر

گھر دے چانن وچہ انھیر

باہجوں رہبر خبر نہ سار

علموں بس کریں او یار

علموں بس کریں او یار

پڑھ شیخ مشائخ ہویا

بھر بھر پیٹ نیندر بھر سویا

جانندی وار نین بھر رویا

ڈبا وچہ اورار نہ پار

علموں بس کریں او یار

علموں بس کریں او یار

پڑھ پڑھ علم ہو یا بوراناں بے علماں نوں لٹ لٹ کھانا

ایہ کی کیتا یار بہانہ کریں ناہیں کدے انکار

علموں بس کریں او یار

علموں بس کریں او یار

پڑھ پڑھ نفل نماز گزاریں اچیاں بانگاں چانگاں ماریں

منبر چڑھ کے وعظ پکاریں تینوں کیتا حرص خوار

علموں بس کریں او یار

علموں بس کریں او یار

پڑھ پڑھ ملاں ہوئے قاضی اللہ علموں باہجوں راضی

ہو دے حرص دتوں دن تازی نفع نیت وچہ گزار

علموں بس کریں او یار

علموں بس کریں او یار

پڑھ پڑھ مسکے روز سناویں کھانا شک شبہ دا کھاویں

دیں ہور تے ہور کماویں اندر کھوٹ باہر سچیاں

علموں بس کریں او یار

علموں بس کریں او یار

پڑھ پڑھ کے علم نجوم پیارے گندا رہیا سیں برج ستارے

پڑھے عزیزیتاں منتر جھاڑے اجد گنے تعویذ شمار

علموں بس کریں او یار  
 علموں بس کریں او یار  
 علموں پئے قضیے ہور اکھیں والے اتھے کور  
 پھڑے سعدتے چھڈے چور دوہیں جہانیں ہو یا خوار  
 علموں بس کریں او یار  
 علموں بس کریں او یار  
 علموں پئے ہزاراں پھستے راہی اٹک رہے وچہ رستے  
 ماریا ہجر ہو یا دل نھستے پیا وچھوڑے دا سر بھار  
 علموں بس کریں او یار  
 علموں بس کریں او یار  
 علموں میاں جی کہاویں تنبا چک چک منڈی جاویں  
 دھیلا لے کے چھری چلاویں نال قصاباں بہت پیار  
 علموں بس کریں او یار  
 علموں بس کریں او یار  
 بہتا علم عزرائیل نے پڑھیا جھگا جھاہا اس داسٹریا  
 گل وچہ طوق لعنت دا پڑیا آخر گیا اوہ بازی ہار  
 علموں بس کریں او یار  
 علموں بس کریں او یار  
 جد میں سبق عشق دا پڑھیا دریا وکھ وحدت دا وڈیا  
 گھسن گھیرے دے وچہ اڑیا شاہ عنایت کیتا پار

علموں بس کریں او یار

علموں بس کریں او یار

اے یار! اپنے حال کو دیکھ کہ اس علم ظاہری سے تجھ کو کیا حاصل ہوا۔ ہر دم تو

استغفار پڑھتا ہے۔ اور توبہ کرتا ہے۔ اور پھر وہی کام کرتا ہے جس سے توبہ کی تھی۔

## کافی نمبر ۸۱

نت پڑھنا کیں استغفار

کیسی توبہ ہے او یار

ودھیاں دی توں بازی لائی

ایہہ تیرے کردار

ساویں دے کے لئی سوائی

ایہ مسلمان کتھوں آئی

نت پڑھنا کیں استغفار

کیسی توبہ ہے او یار

مال پرایا منہ دھر کھائیں

ایہہ تیرا اعتبار

جتنے نہ جانا اوتھے جائیں

کوڑ کتاباں سرتے چائیں

نت پڑھنا کیں استغفار

کیسی توبہ ہے او یار

اپنی عملیں آپے مردے

اتھے اوتھے ہون خوار

ظالم ظلموں ناہیں ڈردے

مونہوں توبہ دلوں نہ کردے

نت پڑھنا کیں استغفار

کیسی توبہ ہے او یار

بلحا شوہ دی سنو حکایت      ہادی پھڑیاں ہوئی ہدایت  
میرا سائیں شاہ عنایت      اوہو لنگھاوے پار

نت پڑھنا میں استغفار  
کیسی توبہ ہے او یار

یہ سن کر علم ظاہر نے کہا۔ کہ اے عالم مستان! تو نے علم کی ایسی مذمت کی ہے۔  
حالانکہ اخبار میں وارد ہوا ہے۔ ”اطلب العلم و لو کان بالصحین“ نیز شیخ  
سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

کہ بے علم نتواں خدا را شناخت

پھر علم سے بس کیونکر کی جائے۔ اس کے جواب میں طالب صادق نے کہا۔  
یہ سچ ہے کہ اطلبو العلم و لو کان بالصحین۔ اور ”بے علم نتواں خدا را شناخت“  
مگر سوال یہ ہے۔ کہ علم کس کو کہتے ہیں؟ یہ نہایت نازک مسئلہ ہے۔ میں اس کو بتانا  
چاہتا ہوں۔ مگر

## کافی نمبر ۸۲

میں پا پڑھیاں توں نساں ہاں  
میں پا پڑھیاں توں نساں ہاں  
کوئی منصف ہو زوارے      تاں میں دساں ہاں  
میں پا پڑھیاں توں نساں ہاں  
عالم فاضل میرے بھائی      پا پڑھیاں میری عقل گنوائی  
عشق دے ہلارے      تاں میں دساں ہاں  
میں پا پڑھیاں توں نساں ہاں



”پاڑھے ہوئے یعنی جو عامی ہیں۔ اور کتاب عالم کا صرف ایک حواس اور عقل عزیز کا انہوں نے پڑھا ہے۔ کشف اور الہام اور عشق کے تین پاؤں سے ان کو حصہ نہیں پہنچا۔ اور یہ تین پاؤں کتاب عالم کا انہوں نے نہیں پڑھا۔ ان سے بھاگتا ہوں اور اس نازک اور حقیقی بات کو ان کو سنانا نہیں چاہتا۔ کہ شاید انکی موٹی سمجھ میں یہ بات حقیقی نہ آئے۔ اور مضحکہ اڑائیں۔ ان سے ایسی نازک باتیں کہنا لا حاصل اور دور بھاگنا ہی بہتر ہے۔ مگر ہاں! ان میں جو منصف مزاج ہو۔ اور عشق کو ہلارے یعنی ابھارے۔ جس سے ہر بات کے حقیقی اور اصلی معنی سمجھ میں آویں۔ اس کو یہ بتاتا ہوں کہ محققوں کی تحقیق سے ثابت ہوا ہے کہ یہاں سے مراد علم توحید ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔ (دیکھو سلسلۃ الذہب صفحہ ۲۹۱)

کہ جز او نیست در سرائے وجود

بحقیقت دگر کے موجود

اس کو ہم اپنی اصطلاح میں علم الف کہتے ہیں۔ کہ اس علم کو جو حواس ظاہر اور تجربہ اور قیاس سے تو نہیں معلوم ہوتا۔ اگر چین میں ملے تو چین میں جا کر حاصل کرنا چاہئے۔ کیونکہ بدوں علم توحید کے خدا کو نہیں پہچان سکتے۔ یہاں علم کے معنی جاننے کے نہیں ہیں۔ نہ گلستان نہ بوستان۔ انوار سہیلی۔ بدر چاچ کے پڑھنے کے ہیں۔ جس کو عوام پڑھے سمجھ رہے ہوں۔ کیونکہ یہ تو اکثر اشخاص کو حواس اور تجربہ اور قیاس سے بلا طلب بھی حاصل ہو جاتے ہیں۔ پھر جاننا چاہئے کہ علم یا تو متعلق بجهان ہے۔ یا متعلق بخدا ہے۔ جہاں کا علم ہونے کو جہاندانی کہتے ہیں۔ اور خدا کا علم ہونے کو خدا دانی کہتے ہیں۔ جہان دانی میں کسی شے کی کیفیت یا حال جاننا ضرور علم ہے اور خدا دانی میں وہ علم علم نہیں ہو سکتا۔ کس لئے کہ علم کی حقیقت احاطہ کرنا کس

شے کا ہے۔ اور وہ احاطہ سے باہر ہے۔ اس کی کوئی کیفیت اور کوئی ایسا حال ایسا نہیں ہے۔ جس کا احاطہ حواس یا تجربہ اور قیاس کر سکیں۔ پس خدادانی میں علم نہ جاننے کو کہتے ہیں۔ جیسے مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

(دیکھو سلسلۃ الذہب مطبوعہ صفحہ ۱۴۹)

زآں کہ در عالم خدادانی

چہل علم است و علم نادانی

اور چونکہ اس وقت گفتگو خدادانی میں ہے۔ نہ جہان دانی میں اس لئے علم کے معنی جہل کے جاننے چاہئیں۔ نہ وہ جو جہاندانی میں ہیں۔ اگر وہ معنی علم کیلئے جائیں۔ تو العلم حجاب الاکبر ہوگا۔ اور چونکہ بندہ کو حق کی معرفت کا ہونا اور اس کا پہچانا ضرور ہے۔ تو اس منزل خدادانی میں مقصد اعلیٰ اور مراد اقصیٰ ہے۔ اپنا اور جہاں کا جہل ہونا ایک علم ہے۔ جیسے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے۔ العجز عن درک عن ادراک یعنی درک اور اک کا عجز دراک ہے۔ پس

علموں بس کریں او یار

ہو الف تیرے درکار

پس اس عالم ظاہر نے کہا۔ کہ اچھا! یہ تو مانا کہ درک اور اک کا عجز ایک اور اک ہے۔ مگر یہ جو وجود کی وحدت بیان کی جاتی ہے۔ یہ بالکل خلاف ہدایت عقل اور خلاف شرح محمدی ہے۔ ہاں اس عقل کے خلاف ہے۔ جس کو آپ شرع محمدی سمجھ رہے ہیں اور اس شرع کے خلاف ہے۔ جس کو آپ شرع محمدی سمجھ رہے ہیں۔ اور فی الحقیقت نہ وہ عقل ہے۔ نہ وہ شرع محمدی ہے۔ عالم ظاہر نے کہا۔ کہ یہ کیا کہا۔ کیا

ہماری عقل کوئی اور ہے۔ اور شرع کوئی اور؟ طالب صادق نے کہا۔ ہاں! جس کو آپ عقل سمجھ رہے ہیں۔ اور جس کا سارا دار و مدار استدلال پر ہے۔ بدوں استدلال کے وہ نہیں مانتی۔ اور طرح طرح کی تاویلیں کرتی ہے۔ اور واہمہ اور متخیلہ ہے عقل نہیں کیونکہ:

پائے استدلالیاں چوبین بود

پائے چوبین سخت بے نمین بود

یعنی عقل استدلال ایسی ہے۔ جیسے لکڑی کا پاؤں۔ اور عقل کلی ایسی ہے۔ جیسے اصلی پاؤں۔ اگر کسی کا اصل پاؤں کٹ گیا ہو۔ اور اس کی جگہ وہ لکڑی کا پاؤں بنوالے۔ تو یہ ضرور ہے کہ لکڑی کے پاؤں سے وہ آہستہ آہستہ چل سکتا ہے۔ الا دوڑنا کو دنا۔ زور کرنا اس سے نہیں ہو سکتا۔ جیسے اصلی پاؤں سے ہوتا ہے۔ پس لکڑی کا پاؤں وہ قدر و قیمت نہیں رکھتا۔ جو اصلی پاؤں رکھتا ہے۔ بلکہ بمقابلہ اصلی پاؤں کے کچھ بھی نہیں۔ اور اصلی پاؤں کے سامنے اسے پاؤں کہنا ہی خطا ہے۔ ہاں! ظاہر بین جب اس پر جراب چڑھے دیکھتا ہے تو اس کو پاؤں کہتا ہے۔ ورنہ حقیقت میں وہ لکڑی ہے۔ اور اس سے جو کوئی حرکت ظاہری بھی ہوتی ہے۔ وہ اس کی اپنی ذاتی نہیں ہے قوت جسمانی کی حرکت ہے۔

پس عقل تمام وہ ہے۔ جو اپنی اور عالم کی ذات کو عدم محض اور حق کی ذات کو وجود مطلق ہستی صرف سمجھے۔ عقل ناقص جو اشیاء کو ظاہر میں متعدد دیکھ کر محکم ان کے غیر حقیقی ہونے کا کرتی ہے۔ اور ان کی حقیقت کی وحدت کو تسلیم نہیں کرتی۔ اور واحد کا کثیر میں ظہور کرنا محال جانتی ہے۔ یہ سراسر اس کی خطا ہے۔ حالانکہ زید اور بکر۔ خالد اور عمرو کو بھی ظاہر میں متعدد دیکھتی ہے۔ اور ان کی حقیقت انسانیہ کی وحدت کا

علم کرتی ہے۔ جو ماہیت واحدہ ہے۔ اور جس کو کلی طبعی کہتے ہیں۔ یعنی زید کو بھی انسان کہتی ہے۔ بکر کو بھی انسان کہتی ہے۔ خالد کو بھی انسان کہتی ہے۔ اور عمرو کو بھی انسان کہتی ہے۔ جب ان کی وحدت کو مانتی ہے۔ تو حضرت الوجود کی وحدت کو کیوں نہیں مانتی۔ پھر دوسرا سوال یہ ہے۔ کہ شرح محمدی کس کو کہتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ جو اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ وہ شرح محمدی ہے۔ اور کسی کو کتاب اور سنت کہتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ اس کے معنی ہم تک کیونکر آئے ہیں جواب یہ ہے کہ دو گروہ گواہوں کے اس کو بیان کر رہے ہیں۔ ایک ایسا گروہ ہے کہ ان سے کچھ کرامات انسانی ظاہر نہیں ہوتی ہیں۔ اور جو صرف علم ظاہر جانتے ہیں۔ اور ایک ایسا گروہ ہے۔ جس سے کرامت انسانی ظاہر ہوتی ہے۔ اور جو علم ظاہر اور باطن دونوں جانتے ہیں۔ اور ایک جہان نے ان کی بزرگی اور صادق القول ہونے کا یہاں تک اقرار کیا ہے کہ ان کو ولی اللہ کہا جاتا ہے۔ بس کچھ شک نہیں کہ جو معنی اللہ کی کلام کے اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ ہیں۔ وہ اولیاء اللہ بیان کرے گا۔ وہ شرح محمدی ہوگی۔ جو نہ صرف علم ظاہر جانتے والا اپنی سمجھ کے موافق بتائے۔ اب سب سے پہلا کلمہ لا الہ الا اللہ کے معنی سنیے پہلا گروہ اولیائے کرام کا یہ فرماتا ہے کہ اس کے معنی وہی ہیں۔ جو متبادر ہیں۔ یعنی فوراً ذہن میں بلا تاویل کے آتے ہیں۔ اور وہ یہ ہیں جو مولانا جامی قدس سرہ فرماتے ہیں:

(دیکھو سلسلۃ الذہب صفحہ ۴۴ مطبوعہ نول کشور طبع اول)

قال بعض کبراء العارفين قدس سرہ معنی لا الہ الا اللہ لیس شیء مما يدعی الہا غیر اللہ (یعنی جس کسی شے کو الہ کہتے ہیں۔ وہ غیر حقیقی اللہ کا نہیں ہے)

معنی لا الہ الا اللہ  
 آں بود پیش عارف گاہ  
 کانچہ خوانند مشرکانِ خدا  
 گرچہ باشد ز فرطِ چہل و عمی  
 ہر دو ہستند فی الحقیقت یکی  
 نیست قطعاً دریں دقیقہ شکے  
 درمیاں نیست از کمال وفاق  
 فارتے جز تقید و اطلاق

یعنی معنی لا الہ الا اللہ کے عارف آگاہ کے نزدیک یہ ہیں کہ مشرکان جس کو خدا سمجھتے ہیں۔ ماورئی اگرچہ وہ فرطِ چہل اور عمی سے اس کو ایسا کہتے ہیں۔ مگر درحقیقت وہ حق ہی ہیں۔ جو عین ہستی مطلق ہے۔ اور دونوں فی الحقیقت ایک ہی ہیں۔ اور اس بات کے صحیح اور درست ہونے میں کچھ شک نہیں ہے۔ کہ ان دونوں کے درمیان فرق صرف اور اطلاق کا ہے۔ اور کچھ نہیں ہے۔

دوسرا گروہ علماء ظاہری کا یہ کہتا ہے۔ کہ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ تین لفظ ہیں۔ اللہ کے معنی حق ہیں۔ جس کی عبادت کی شرع نے اجازت دی ہو۔ پس کلمہ طیبہ کے یہ معنی ہیں۔ کہ کوئی اللہ حق سوائے اللہ کے نہیں ہے۔ ان معنی کو پہلا گروہ گواہان کا یعنی اولیاء اللہ کا کئی وجہ سے غلط بتاتا ہے۔ ایک تو یہ کہ یہ تاویل بعید محض ہے۔ عبارت اس پر دلالت نہیں کرتی اور چونکہ یہ کلمہ خطاب ماؤل میں کفار سے کہا گیا۔ تو نہیں ہو سکتا کہ بنی بدعہ خطاب میں کلام اول فرمائے۔ دوسری اس کلمہ طیبہ کو سن کر کفار نے جو کہا۔ اس سے یقیناً یہ نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ اس کے وہی معنی ہیں۔ جو عرفاً

کاملین اولیاء اللہ فرماتے ہیں۔ چنانچہ حضرت سرور کائنات دو عالم فخر بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلمہ ابو جہل وغیرہ کفار کو بتایا اور سنایا تو اس کے وہ معنی سمجھ کر جو گروہ اول گواہان کا کہتا ہے۔ انہوں نے تعجب کیا اور کہا۔ اجعل الہا واحدا ان هذا بشیء عجاب۔ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے الہ کثیرہ یعنی بہت سے خداؤں کو الہ واحد یعنی ایک اللہ بنا دیا۔ اور یہ بڑے تعجب کی بات ہے۔ اور بعضے کافروں نے نہایت تعجب سے کہا۔ ما سمعنا بهذا الملة الاخرة کہ جو بات ہم نے اور ملتوں میں کبھی نہیں سنی۔ اب غور کیجئے کہ تعجب جو پیدا ہوتا ہے۔ وہ ان معنوں سے پیدا ہوتا ہے۔ جو اس کے متبادر یعنی فوراً ذہن میں آنے والے بلا تاویل ہیں۔ جس کو اولیاء اللہ عرفاً وکلاماً فرما رہے ہیں۔ نہ ان میں ماؤل سے جو گروہ دوئم گواہان کا کر رہا ہے۔ کیونکہ اگر اس کے معنی وہ یہ سمجھے۔ کہ الٰہی حق اللہ ہے۔ نہ الہ باطل تو یہ تعجب کی بات نہ تھی۔ کس لئے اس سے الہ کثیرہ کا الہ واحد ہونا لازم نہیں آتا ہے۔ اور وہ یوں فرماتے ہیں کہ:

اجل الہة الہ واحدأ۔ تیسرے مخاطبان اہل زبان تھے۔ جو کچھ انہوں نے اس کے معنی سمجھے۔ وہ صحیح ہیں۔ کیونکہ حضرت سید عالم فخر بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے اس فہم سے انکار نہیں کیا۔ اور نہیں فرمایا کہ مراد اس کلمہ کی الہ حق سے ہے۔ چوتھے الہ معبود کو سمجھتے ہیں۔ اور معبود لغت میں اس کو کہتے ہیں۔ جس کے سامنے دوسرا موجود متذلل نہ ہو۔ اس سے لازم آتا ہے۔ کہ ہر وجود بحسب حقیقت عین اللہ ہے۔ پس ہر الہ میں معبود در حقیقت اللہ ہی ہے۔ جو اس میں ظاہر ہے۔ گو کہ عابد ازراہ حماقت اس کو نہ جانے۔ پانچویں قیامت کے دن کفار اپنے بتوں اور دوسرے معبودوں کی نسبت کہیں گے کہ ہم ان کو پوجتے تھے۔ وہ کہیں گے کہ یہ

جھوٹے ہیں۔ یہ ہمیں نہیں پوجتے تھے۔ پس بتوں کا یہ قول کہ ہم کو نہیں پوجتے تھے۔ اسی وقت ثابت آسکتا ہے جبکہ اللہ کے وہ معنی لئے جائیں۔ جو اوپر بیان ہوئے ہیں۔ کہ ہر موجود بحسب حقیقت عین اللہ ہے۔ اور لفظ ہم سے مراد بتوں کی حقیقت مطلقہ اپنی سی ہے۔ جو سب میں ساری ہے۔ اور جس ایک حقیقت کا سب کچھ ظہور ہے۔ نہ اپنے تعین خاص سے کس لئے کہ اگر تعین خاص سے مراد ہو۔ تو پھر قول بتوں کا ثابت نہیں رہتا۔ کیونکہ اس میں کچھ نہیں کہ کفار ان بتوں کی عبادت تعینات خاص کے لحاظ سے کرتے تھے۔

چھٹے حضرت نوح اور شعیب اور صالح اور ہود علیہم السلام بھی یہی فرماتے تھے۔ کہ اے لوگو! اس کی عبادت کرو۔ جو ہر مظہر میں ظاہر ہے۔ چنانچہ خود اللہ تعالیٰ اپنے کلام مجید میں یہ خبر دیتا ہے۔ کہ یہ رسل اپنی قوموں کو اسی طرح فرماتے تھے کہ:

اعبد الله مالکم من الہ غیرہ۔ یعنی اللہ کی عبادت کرو۔ اور کوئی الہ تمہارا غیر اس کا نہیں ہے۔ یعنی ہر الہ جس کی الوہیت کا تم گمان کرتے ہو۔ وہ عین اللہ ہے۔ اور ہر مجلی اور تعین میں فی الحقیقت وہی معبود ہے۔ پس ان تعینات کو چھوڑو! اور خاص مظہر کی عبادت کو ترک کر کے اس کی عبادت کرو۔ جو ان تعینات اور مظاہر میں ظاہر ہے۔ اور وہ کون ہے۔ اللہ ہے۔ یہ آیت شریف دلالت قطعاً اس بات کی کرتی ہے۔ کہ کوئی الہ اللہ کا غیر نہیں ہے۔ اور اس عبارت صریح میں تاویل کی گنجائش نہیں ہے۔ پس یقیناً ثابت ہو گیا کہ ظہور حق واحد کا تعینات ہے اور مظاہر کثیرہ میں عین شریعت ہے۔ اور ہرگز مخالف شریعت نہیں ہے۔ مگر ہاں بعض علماء ظواہر کی تاویلات اور ایوں (جمع رائے) کا مخالف ہے۔ جو وہ کتاب اور سنت میں کرتے ہیں۔ اور اس کی کچھ پروا نہیں کہ وہ شریعت نہیں ہے۔ حضرت جنید بغدادی

قدس سرہ نے فرمایا:

علمنا هذا مقید بالکتاب السنۃ۔ کہ علم میں ہمارا یعنی قوم صوفیاء کرام  
 قدس اسرار ہم کا جو کشف سے حاصل ہوتا ہے۔ مقید بہ کتاب اور سنت ہے۔ اور  
 کتاب اور سنت موید اس کی ہے۔ (دیکھو رسالہ ملا عبد العلی بن نظام الدین)  
 دوسرا کلمہ وحدہ لا شریک لہ اس کلمہ شریف کے معنی بھی ہر دو گروہوں کے  
 صاحبان کے الگ الگ بتا رہے ہیں۔ پہلا گروہ اولیاء اللہ عرفا کا ملین کا یہ فرماتا  
 ہے۔ کہ جس کو اللہ اور خدا اور حق کہتے ہیں۔ وہ وجود اور ہستی ہے۔ جو خود بخود قائم  
 ہے۔ پس اس کلمہ کے یہ معنی ہیں۔ کہ وجود اور ہستی میں کسی کی شراکت اس کے  
 ساتھ نہیں ہے۔ پس وہ وحدہ لا شریک لہ فی الوجود ہے۔ (دیکھو رسالہ  
 اخبار حقائق حضرت سید محمد کالپوری قدس سرہ مکتوبات حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہی  
 قدس سرہ صفحہ ۱۴۲)

دوسرا گروہ علماء ظہور کا بیان کرتا ہے۔ کہ شرکت اس کی صفات میں جیسے  
 قدرت وغیرہ میں نہیں ہے۔ اور ہستی اور وجود مستقل جیسا خدا رکھتا ہے۔ یعنی عالم  
 خدا کا غیر حقیقی ہے۔ اس کے معنی کو بھی پہلا گروہ عرفا کا ملین کا کئی وجہ سے ہے۔ بتاتا  
 ہے اول اس کی وجہ سے کلمہ لا سے لا شریک لہ میں ہے۔ صریحاً ظاہر ہوتا ہے کہ غیر  
 اس کا موجود نہیں ہے۔ اس وجہ سے کلمہ لا کا واسطے جنس کے نفی جنس کی اس طرح ہوگی  
 کہ نہیں جنس موجود شریک خاص اس سے کی۔ اور اگر ہم یہ کہیں گے کہ غیر اس کا بھی  
 موجود ہے۔ تو وجود میں شریک پیدا کر دیں گے۔ اور یہ محض کفر ہے۔ تعالیٰ اللہ  
 عن ذلک۔

حق تعالیٰ غیر محدود اور غیر متناہی ہے۔ پس اگر غیر اس کا عرصہ کائنات میں



موجود اور مشہود ہوگا۔ تو انتہاء حق لازم لائے گا۔ یہ بھی محض کفر ہے۔ کس لئے کہ وجود شے ثانی کا مستلزم انقطاع شے اول ہے۔

یعنی تا آنکہ شے اول انتہاء پذیر نہ ہو۔ شے ثانی وجود میں نہیں آتی دوسری کیسی ناقص رائے گروہ دوم کی ہے۔ کہ صفات کی شرکت کی نفی تو کرتے ہیں۔ اور ذات اور وجود کی شرکت کلمہ اثبات کرتے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ اثر نتیجہ فعل کا ہے۔ اور فعل نتیجہ صفت کا۔ اور صفت ذات سے قائم ہوتی ہے۔ جس کی ذات مستقل ہوگئی۔ اس کی صفت اور فعل بھی مستقل ہوں گے۔ ذات مستقل کی صفت غیر مستقل کسی طرح نہیں ہو سکتی۔ ہاں! جب ذات کی نفی کریں گے اور اس کی عدم محض مانیں گے۔ تب صفات اور افعال کی بھی نفی ہوگی پس کچھ شک نہیں ہے کہ عالم اپنی ذات سے عدم محض ہے اور حق اپنی ذات سے وجود مطلق اور وجدان صحیح اور کشف صریح سے جو یہ معلوم اور مکشوف ہوا ہے کہ حقیقت واجب عین حقیقت وجود ہے۔ اور ساتھ تمام موجودات کے ظاہر اور مشہود ہے۔ سچ ہے اور صحیح ہے۔

قل هو اللہ احد کے معنی بھی گروہ اول عرفا کا ملین اولیاء اللہ کا بھی یہی بتاتا ہے۔ جو اوپر بیان ہوئے۔ (دیکھو تفسیر شیخ اکبر قدس سرہ و لطائف اشرفی ۱۳۱ جلد ثانی)

اور بہت سی آیات اور احادیث ہیں۔ جن کے یہ معنی ہیں۔ کتب تصوف میں ان کو دیکھو۔ پس کتاب اور سنت یعنی شریعت وہی ہے۔ جس کی گواہی گروہ اہل کشف اولیاء اللہ کا دیتا ہے۔ اور وہ شریعت نہیں ہے۔ جو گروہ دوم اہل الرائے کا بتاتا ہے۔ مگر ان سے یہ گمان نہ کرنا کہ آئمہ مجتہدین کی وہ رائے بھی شریعت نہیں ہے۔ جس سے گروہ اول اہل کشف کی شہادت کا اتفاق ہے۔ یہاں بیان اس کا ہے۔ جس میں اتفاق نہیں ہے۔ وہ یہ تین باتیں ہیں۔ ایک یہ جو ذات پر زائد نہیں

ہے۔ دوسری یہ کہ صفات ذات پر زائد نہیں ہیں۔ تیسری یہ کہ ہستی موجودات کی عین ہستی حق ہے۔ جو وجود مطلق ہستی صرف ہے۔ اور موجودات اور عالم کی ہستی و رائے ہستی حق کے نہیں ہے کس لئے غیر حقیقی اس کا عدم مطلق ہے۔ یعنی گروہ اول اولیاء اللہ کا اہل کشف اس کی گواہی دیتا ہے۔ کہ وجود حق سبحانہ تعالیٰ کا عین ذات ہے۔ ایسے ہی صفات اس کی عین ذات ہے۔ اور عالم اس کا غیر حقیقی نہیں ہے۔ غیر اعتباری ہے۔ اور گروہ دوم اہل الرائے کا اپنی رائے سے کہتا ہے۔ کہ وجود حق سبحانہ و تعالیٰ اس کا اس کی ذات پر زائد ہے۔ اور صفات بھی ذات زائد ہیں اور عالم اس کا غیر حقیقی ہے۔ گروہ اول اہل کشف فرماتا ہے۔ کہ یہ رائے مطابق واقع کے نہیں ہے۔ کشف اس کے برخلاف ہے۔ اور بہت سی وجوہات عقلی سے یہ رائے غلط ثابت ہوئی ہے۔ (دیکھو سواہ السبیل حضرت کلیم اللہ جہان آبادی اور نجم ثاقب شاہ نجم الحقؒ فہمی اور تصانیف مولانا جامیؒ وغیرہ اولیاء اللہ اور عرفا کا ملین قدس اللہ اسرار ہم)

ہادی مینوں سبق پڑھایا  
او تھے غیر نہ آیا جایا  
مطلق ذات جمال دکھایا  
وحدت پایا نی شور  
ہن میں ہو گیا نی کچھ ہور  
ہن مینوں کون پچھانے

مگر:

ہن کوئی اس نوں لکھیا چاہوے  
ہن کوئی اس نوں لکھیا چاہوے  
شاہ عنایت بھیت بتاوے  
تاں سب کھلے اسرار  
ہن میں لکھیا سوہنا یار

یہ سن کر اس علم ظاہری نے کہا۔ آپ کی تقریر سے ظاہر ہوا کہ بت کی طرف سجدہ کرنا یا اس کو قبلہ عبادت بنانا درست ہے۔ طالب صادق نے کہا۔ واہ خوب سمجھے۔ سلام ہے۔ اس سمجھ پر:

پڑیں پتھر سمجھ پر ایسی تم سمجھے تو کیا سمجھے

میاں! اس کو بھول گئے؟

### بیت

ہر مرتبہ از وجود حکمے دارو  
گر حفظ مراتب نکنی زندیقی

اگرچہ حقیقت سب کی ایک ہے۔ الا اس حقیقت نے مرتبہ بمرتبہ ظہور کیا ہے۔ ہر نئے ظہور کو ایک مرتبہ کہتا ہے اور نیا ہونا اس ظہور کا کسی حکم یا اثر سے ہوتا ہے۔ پس ہر اثر کوئی حکم یا اثر رکھتا ہے۔ پس بت معین کی طرف یا کسی اور چیز معین کی طرف سجدہ کرنا کفر اور جہالت ہے۔ کس لئے کہ وہ حقیقت مطلقہ لا تعین ہے تعین کرنے میں اس کا حکم ٹوٹتا ہے۔ اور رہا قبلہ عبادت ہر شے کو بنانا۔ یعنی سجدہ تو اس شے کی طرف کرنا اونیت اس سے خدا کو سجدہ کرنا۔ اس لئے درست نہیں ہے کہ اوپر بیان ہوا ہے۔ کہ ہر شے میں ایک خاصہ ہے۔ ظاہری خاصہ شے کا حواس ظاہری سے معلوم ہو سکتا ہے۔ الا باطنی خاصہ سوائے نور نبوت کے معلوم نہیں ہو سکتا۔ اور قبلہ عبادت ہونا یا نہ ہونا ایک باطنی خاصہ ہے۔ اس کو نور نبوت نے بتا دیا۔ کہ فلاں شے قبلہ عبادت کا ہونے کا خاصہ رکھتی ہے۔ اور فلاں شے نہیں رکھتی۔

شریعت محمدی نے بتا دیا ہے کہ صرف کعبہ مقدس یعنی وہ کوٹھا جو مکہ معظمہ میں

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بنایا تھا۔ قبلہ اول ہونے کا خاصہ رکھتا ہے۔ اور کوئی شے یہ خاصہ نہیں رکھتی۔ اور اگر رکھتی ہے۔ جیسے بیت المقدس، تو وہ سلب کر لیا گیا ہے۔

پس جو کوئی سوائے کعبہ مقدس کے اور کسی چیز کو قبلہ عبادت بنائے گا۔ تو وہ ظالم ہوگا۔ اور کافر ہوگا۔ کہ اس میں جس کی طرف سجدہ کرتا ہے۔ قبلہ عبادت ہونے کا خاصہ نہیں ہے۔ اور یہ اس کو وہ مرتبہ دیتا ہے جو اس کے لائق نہیں ہے۔ وہ ظالم ہے۔ اور نیز حق کو یعنی اس کو جو قبلہ عبادت ہونے کا خاصہ رکھتا تھا۔ باطل سے یعنی جو قبلہ عبادت ہونے کا خاصہ نہیں رکھتا چھپاتا ہے۔ اور یہی کفر ہے۔ پھر عالم ظاہری نے کہا کہ اچھا! یہ بات تو مانی۔ مگر یہ تو فرمائیے کہ تکلیف اعمال کس لئے ہے۔ اور عذاب اور ثواب کیا چیز ہے؟ طالب صادق نے پھر جواب دیا۔ واہ پھر بھولے میاں:

ہر مرتبہ از وجود حکمے دارد

گر حفظ مراتب نہ کنی زندیقی

یعنی جیسے ہر امر ایک خاصہ رکھتا ہے۔ ایسے ہی اعمال مکلف بھی ایک خاصہ رکھتے ہیں۔ یعنی اگرچہ اعمال مکلف شیونات حق ہیں۔ الا بعض اعمال اور ان کے تعین کا خاصہ یہ رکھا گیا ہے۔ کہ ان اعمال کا عامل مستحق ثواب اور رضا حق اور قرب الی اللہ کا ہو۔ اور بعضے اعمال اور ان کے تعین کا خاصہ یہ رکھا گیا ہے۔ کہ ان اعمال کا مستحق عذاب اور غضب حق اور بعد عن اللہ کا ہو۔ چونکہ یہ خاصے ہر عمل کے جو اس ظاہر اور عقل ظاہر سے معلوم نہیں ہوتے ہیں۔ اس لئے نور نبوت نے اس کو بالتفصیل بیان فرما دیا ہے۔ پس شریعت ہمارے لئے عین راحت ہے۔ اس پر عالم

ظاہر نے سوال کیا کہ کیا دیکھنے میں آتا ہے کہ بعض قائلان وحدت الوجود خلاف شرع ہوتے ہیں۔ یعنی نماز نہیں پڑھتے۔ روزہ نہیں رکھتے۔ حرام اور حلال میں تمیز نہیں کرتے اور لوگ ان کو کامل بتاتے ہیں۔ اس کا جواب طالب صادق نے یہ دیا کہ بے شک:

## مصرع

خلاف شرع کے مار جوتیاں چاہے اڑتا کیوں نہ جاوے  
 اے یار! خدا کی قسم اور موئے مشک بار محمد مصطفیٰ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم!  
 جب تک کوہ تو سن شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اور رخش طریقت احمدی صلی اللہ علیہ  
 وسلم پر سوار نہ ہوگا۔ ہرگز ہرگز میدان طریقت اور حقیقت میں نہ پہنچے گا۔ اور کبھی  
 مقام معرفت نہ پائے گا۔ کسی کا سنگ دل گوہر نہیں بنا۔ جب تک اس پر آفتاب  
 شریعت محمدی نہیں چمکا۔ اور کسی عوارض نے قیمتی موتی نہیں پایا۔ جب تک اس بحر  
 محیط میں غوطہ نہیں مارا۔ کسی شہباز صحرا سے صلاح نے اور کسی شاہ بیدار فلاح نے  
 وحدت کا شکار نہیں پایا۔ جب تک اس مرغ شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا لقمہ نہیں  
 چکھا۔ اور جو کوئی اس راہ پر نہیں چلا۔ اے یار وہ شخص مغرور۔ بداندیش اور مفتون بہ  
 بینش فی المعنی نابینا ہے۔ شیخ بوعلی سینا نے چاہا تھا کہ میں بے متابعت سرور جہان  
 کے اور بے وسیلہ منخر جن و بشر کے خدا تک پہنچ جاؤں۔ ناگہاں غیریت نبوی نے  
 سلوک کے وقت اس کے منہ پر طمانچہ مارا۔ کہ مہلوک اور مردود ہو گیا۔ (دیکھو نفحات  
 الانس صفحہ ۲۷۶) صاحب نزہت الارواح فرماتے ہیں:

ہر کہ در راہ محمد رہ نیافت

تا بد گردے ازیں در گہ نیافت

در دولت آنجا جو دین آں جا طلب  
 مرجع اہل یقین آن جا طلب  
 سوئے حق بے رکاب مصطفوی  
 نرود پائت ار بے بدوی  
 خاک او باش بادشاہی کن  
 آں او باش ہر کہ خواہی کن

اے دوست! مغز بے پوست جلد خراب ہو جاتا ہے۔ اور پوست بے مغز جلد خشک ہو جاتا ہے۔ پس مغز کیلئے پوست ضرور چاہئے۔ اور پوست کیلئے مغز تمام جزء نوش اسی شراب کے ہیں۔ اور سارے خوشہ چین اسی کے خرمن کے ہیں۔ جس نے اس کے دروازے سے سر پھیرا۔ سر اس کا کاٹا گیا۔ اور جو کوئی اس کے حکموں کا مطیع نہیں ہوتا۔ خراب اور برباد ہو جاتا ہے۔ پس وہ کامل ہی نہیں۔ جو خلاف شرع ہے۔ مگر یہاں ایک نازک بات ہے۔ جس کی سمجھ ہر ایک کو نہیں ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ بعض اوقات سالکان طریق الی اللہ پر ایک حال بے خودی کا وارد ہوتا ہے۔ اور اس کا باعث غلبہ عشق حقیقی اور جذب الہی ہوتا ہے۔ اس حال بے خودی میں معذوری ہوتی ہے۔ شرع اس پر تکلیف تجویز نہیں کرتی ہے۔ یا یوں سمجھو! کہ مجذوب دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک مجذوب امراض جسمی اور دماغی سے۔ دوسرا غلبہ عشق اور جذبہ حقیقی سے مجذوب امراض جسمانی ظاہری حواس سے ظاہر ہوتا ہے اور اس پر حکم معذوری کر دیا جاتا ہے۔ مگر مجذوب بے جذب باطنی کی شناخت مشکل ہے۔ کیونکہ وہ دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک ایسے جن کے باطن اور ظاہر دونوں مجذوب ہوں۔ ان کی شناخت مشکل نہیں۔ اور یہ تقییل احکام شرع سے معذور ہیں۔ اور دوسرے یہ کہ باطن

ان کا مجذوب ہے۔ اور ظاہر ہوشیار کرتا ہے۔ مگر فی الواقع وہ ہوش ان کو جذب باطنی کی وجہ سے نہیں ہوتا۔ جس پر احکامِ شرع ہے۔ ایسے مجذوب کی شناخت نظر باطنی سے ہوتی ہے۔ نظر ظاہر سے نہیں ہوتی۔ کیونکہ نظر ظاہر حالات ظاہر کے لحاظ سے حکم ہوشیار کا کر دیتی ہے۔ حالانکہ یہ اس کی بڑی غلطی ہے۔ کہ قسم اس ہوش کی نہیں جانتے۔ جس پر شرع شریف ہے۔ ثبوت اس امر کا کہ جذب باطن ایسا ہی ہوتا ہے۔ ہر اس کا مثل عام کی ہوشیار ہے۔ اور باطن اس کا جذب باطنی سے ایسا مجذوب رہے۔ کہ کچھ ہوش اس کو اپنے افعال کی نہ ہو۔ حکایت ہائے ذیل سے حاصل ہوتا ہے۔

## حکایت اول

کہتے ہیں کہ قدوة الکاملین زبدة العارفين حضرت شیخ اکبر رضی اللہ عنہ چند ماہ تک نماز روزہ اور ہوش کی باتیں ایسی کرتے رہے۔ جیسے عام سب کرتے ہیں۔ مگر فی الواقع وہ اپنی خودی سے بے خود تھے۔ جب وہ حال اترا ان کو ہوش نہ آیا تھا۔ (دیکھو نجات صفحہ ۱۳۵۹)

## حکایت دوم

ملا عبد الغفور لاہوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ مولانا و مرشدنا جاتی رحمۃ اللہ علیہ جب نجات الانس لکھتے تھے۔ فرماتے تھے۔ کہ بعض اوقات ایسا ہو جاتا ہے۔ کہ ایک یا دو صفحہ لکھا جاتا ہے۔ اور لکھنے کا شعور نہیں رہتا قلم بطریق عادت جاری رہتا ہے۔ (دیکھو مکملہ نجات)

## حکایت سوم

کہتے ہیں کہ شیخ الاسلام شیخ فتح اللہ اودھی قدس سرہ تین روز سماع میں رہے۔ اور پانچویں وقت نماز ادا کرتے رہے بعد تین روز کے جب حال فرد ہو تو خادموں نے عرض کیا کہ آپ تین روز تک سماع میں رہے۔ آپ نے پوچھا۔ مجھ سے نماز ادا ہوئی یا نہیں؟ عرض کیا گیا۔ کہ آپ برابر نماز پنج وقتی ادا کرتے رہے ہیں۔ فرمایا۔ مجھ کو اس کا کوئی ہوش نہ تھا۔ تب اس مسئلہ کی بحث شروع ہوئی۔ کہ یہ نماز جس میں ہوش نہ ہو۔ ہوئی یا نہ ہوئی۔ آخر اس کا فتویٰ شیخ محمد عیسیٰ سے جو خلیفہ حضرت ممدوح کے تھے۔ پوچھا گیا۔ شیخ محمد عیسیٰ نے لکھا کہ نماز اصلی تو یہی تھی۔ جو حالت بے خودی میں آپ سے ظہور میں آئی۔ مگر رعایت شرع کیلئے پھر پڑھنی چاہئے۔

(دیکھو صفحہ ۲۱۹ مکتوبات قدسیہ مطبوعہ)

ان حکایات سے ثابت ہے۔ کہ جذب باطنی ایسا بھی ہوتا ہے۔ کہ حالات ظاہری ایسے قائم رہیں۔ جن پر اطلاق ہوش کا ہو سکے۔ اور جذب باطنی سے باطن ایسا مغلوب ہو کہ مجذوب اور بے خبر ہو جاوے۔ اور احکام شرع اس ہوش پر رہیں۔ جس کے ساتھ ہوش باطنی بھی ہو۔ ایسے ہوش میں کہ باطن مجذوب ہو۔ دو حالتیں ہوتی ہیں۔ ایک تو یہ اعمال ظاہر نماز روزہ وغیرہ اس سے صادر ہوتے ہیں۔ اور ظاہر بین ان کو ہوشیار سمجھتے ہیں۔ حالانکہ اس حال میں وہ مجذوب ہوتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ ان سے اعمال شرعی نماز روزہ وغیرہ صادر نہیں ہوتے۔ جسے قطب البان موصلی رحمۃ اللہ علیہ کا حال تھا۔ ظاہر میں ہوشیار معلوم ہوتے تھے۔ اور باطن میں مجذوب تھے۔ نماز روزہ وغیرہ اعمال شرعی ان سے صادر نہیں ہوتے تھے۔ کسی نے حضرت



غوث الاعظم رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ نماز نہیں پڑھتے؟ حضرت مدوح نے فرمایا: خبردار! ان کی نسبت ایسا نہ کہو۔ ہمیشہ وہ خانہ کعبہ میں سجدہ کرتے ہیں۔

(دیکھو نجات صفحہ ۳۲۳)

غور کا مقام ہے کہ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ نے جو بڑے اولیاء کاملین اور شریعت پر قائم تھے۔ حضرت قطب البان موصیٰ کے ظاہری ہوش پر بے نماز ہونے کا حکم نہیں کیا۔ بلکہ اس کے شکر باطنی کے لحاظ سے معترض کو جھڑکا۔ ایسے ہی ادب بہت سی حکایات کتب تصوف میں موجود ہیں۔ پس ظاہر بین کا ادب اس میں یہ ہے۔ کہ ظاہری حالات سے کسی طالب حق سالک راہ خدا کے بے شرع ہونے کا حکم نہ کرے۔

## طالب صادق پر قبض وارد ہونے کا بیان

یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ طالب صادق پر قبض وارد ہوا۔ جو انوار اور تجلیات ہو رہے تھے۔ وہ مخفی ہو گئے۔ جو کیفیتیں کہ باطن میں وارد تھیں۔ وہ بند ہو گئیں۔ بولتا ہوا طوطا ہاتھ سے اڑ گیا۔ یعنی خرابی ہائے باطن عالم ظاہری کا عکس ان کے آئینہ قلب پر پڑ گیا۔ اس کی سیاہیاں دور ہو گئیں۔ پھر تو میاں طالب صادق چیختے وہاں سے بھاگے۔ اور جنگل میں جا کر بہت کچھ روئے۔ اپنے منہ پر تھپڑ مارے۔ ناک رگڑی مگر حال تبدیل نہ ہوا۔ جب یہ حال اپنا دیکھا تو کہا:

## کافی نمبر ۸۳

اس میہوں دی الٹی چال

اس میہوں دی الٹی چال

صائب نے جد میہوں لگایا دیکھ پیا نے کی دکھایا

رگ رگ اندر کرم چلایا زورا در دی گل محال

اس میہوں دی الٹی چال

زکریا نے جد پایا قہارا جدوں وجیا عشق نقارا

دھریا سرتے تکھا آراء کینا ایڈ زوال

اس میہوں دی الٹی چال

جدوں یحییٰ نے پائی جھاتی رمز عشق دی لائی کاتی

جلوہ دتا اپنی ذاتی تن حجر کینا لال

اس میہوں دی الٹی چال

آپ اشارہ اکھ دا کینا تاں مدھوا منصور نے پیتا

سولی چڑھ سکے درشن لیتا ہویا عشق کمال

اس میہوں دی الٹی چال

سلیمان نوں عشق جو آیا مندرا ہتھوں چا گویا

تخت نہ پریاں دا پھر آیا بھٹھ جھوکے ہو بے حال

اس میہوں دی الٹی چال

بٹھا شاہ ہن چپ چنگیری      نہ کراتھے ایڈ دلیری  
گل نہ بن دی میری تیری      چھڈ دے سارے وہم خیال

اس نیہوں دی اٹی چال

## کافی نمبر ۸۴

اٹے ہور زمانے آئے

کاؤں لگڑنوں مارن لگے      چڑیاں جرے کھائے

اٹے ہور زمانے آئے

عراقیاں نوں چابک پوندی      گدوں خود پوائے

اٹے ہور زمانے آئے

بٹھا حکم حضوروں آیا      تس نوں کون مٹائے

اٹے ہور زمانے آئے

اور جب جی بہت گھبرایا۔ اور بے چین اور بے قرار ہوئے تو فرمایا:

## کافی نمبر ۸۵

کی کردا نی کی کردا

کوئی پچھو کھاں دلبر کی کردا

اک سے گھر وچہ دسدیاں رسدیاں      نہیں ہندا وچہ پردا

کی کردا نی کی کردا

کوئی پچھو کھاں دلبر کی کردا

وچہ مسیت نماز گزارے بت خانے جا وڑدا

کی کردا نی کی کردا

کوئی پچھو کھاں دلبر کی کردا

آپ اِکو کئی لکھ گھراں دے مالک سب گھر گھر دا

کی کردا نی کی کردا

کوئی پچھو کھاں دلبر کی کردا

میں جہول ویکھاں اتول اوہو ہر اک دی سنگت کردا

کی کردا نی کی کردا

کوئی پچھو کھاں دلبر کی کردا

موسیٰ اتے فرعون بنا کے دو ہو کے کیوں لڑدا

کی کردا نی کی کردا

کوئی پچھو کھاں دلبر کی کردا

حاضر ناظر اوہو ہر تھاں چو چک کس نوں کھڑدا

کی کردا نی کی کردا

کوئی پچھو کھاں دلبر کی کردا

ایسی نازک بات میں کیوں کہندا نہ کہہ سکدا نہ جردا

کی کردا نی کی کردا

کوئی پچھو کھاں دلبر کی کردا

بٹھا شوہ دا عشق بھھیلا رات پیندی تے گوشت چردا

کی کردا نی کی کردا

کوئی پچھو کھاں دلبر کی کردا

## کافی نمبر ۸۶

کی کردا بے پرواہی ہے  
 کی کردا بے پرواہی ہے  
 کن کہا فیکون کہایا  
 بے چونی دا چون بنایا  
 باطن ظاہر دے ول دھایا  
 بکھڑی کھیل مچائی ہے  
 کی کردا بے پرواہی ہے  
 کی کردا بے پرواہی ہے  
 سر مخفی واجد بولا  
 ہن کیوں کردا ساتھوں اوہلا  
 گھنگھٹ اپنے منہ سے کھولا  
 حقیقت سب وچہ آئی ہے  
 کی کردا بے پرواہی ہے  
 کی کردا بے پرواہی ہے  
 گر مننا بینی ادم کہیا  
 شان بزرگی دے سنگ ایہا  
 کوئی نہ کیتا تیرے جہیا  
 وچھڑی خوب وجائی ہے  
 کی کردا بے پرواہی ہے  
 کی کردا بے پرواہی ہے  
 آپے بے پرواہیاں کردے  
 سارہیا وچہ ہر ہر گھردے  
 آپے آپ سے آپ ہی ڈردے  
 بھلی پھرے لوکائی ہے  
 کی کردا بے پرواہی ہے  
 کی کردا بے پرواہی ہے

چٹک لا دیوانہ ہویا      لیلیٰ بن کے مجنوں موہیا  
 آپے رویا آپے دھویا      کی کیتی آشنائی ہے  
 کی کردا بے پرواہی ہے  
 کی کردا بے پرواہی ہے  
 آپے میں توں سا جن ستیاں      عقل دلیلاں سب اٹھ گئیاں  
 بلھا شاہ نے خوشیاں لیاں      ہن کردا کیوں جدائی ہے  
 کی کردا بے پرواہی ہے  
 کی کردا بے پرواہی ہے

### کافی نمبر ۸

لن ترانی دس کے جانی کیوں مکھ چھپایائی  
 میں ڈھولن وچہ فراق نہ کوئی ایسا فرمایائی  
 آؤ جن گل لگ سواں میں ہن کی گھونگھٹ پایائی  
 لن ترانی دس کے جانی ہن کیوں مکھ چھپایائی  
 تن صابر کیرے پائے جو چڑھیا سو پایائی  
 منصور کولوں کچھ ہویا ظاہر سولی پر چڑھایائی  
 لن ترانی دس کے جانی ہن کیوں مکھ چھپایائی  
 دسو نکتہ ذابت الہی سجدہ کس کرایائی  
 بلھا شو دا حکم نہ متیاں شیطان خوار کرایائی  
 لن ترانی دس کے سانوں ہن کیوں مکھ چھپایائی

یہ کہہ کر طالب صادق نے کہا۔ کہ اے معشوق حقیقی تیرا حکم ہمارے سر آنکھوں پر۔ تیرا منہ چھپانا پردے میں ہو جانا۔ تیرا ناز ادا سہی مگر جب کہ غیر تیرا وجود نہیں رکھتا اور عدم مطلق ہے۔

## کافی نمبر ۸۸

پردہ کس تون راہی دا  
کیوں اوہلے بہہ بہہ جھاکا دا  
پہلاں آپے سا جن سا جی دا  
ہن آیا آپ نظارے نوں  
سن دساہیں سبق نما جی دا  
وچہ لیلیٰ بن بن جھاکا دا  
پردہ کس تون راہی دا  
کیوں اوہلے بہہ بہہ جھاکا دا  
شاہ شمس دی کھل لہائیو  
ذکرینے سرکلوت دھرائیو  
منصور نوں سولی چا دوائیو  
کی لیکھا رہیلہ باقی دا  
پردہ کس تون راہی دا  
کیوں اوہلے بہہ بہہ جھاکا دا  
کن کہیا فیکون کہایا  
خاطر تیری جگت بنایا  
بے چونی دا چون بنایا  
سرپر چھتر لولاکی دا  
پردہ کس تون راہی دا  
کیوں اوہلے بہہ بہہ جھاکا دا  
ہن ساڈے ول دھایا اے  
کتے بٹھا نام دھرایا اے  
نہ رہندا چھپا چھپایا اے  
وچہ اوہلا رکھیا خاکی دا

پردہ کس توں راکھی دا

کیوں اوہلے بہہ بہہ جھاکھی دا

## کافی نمبر ۸۹

کیوں اوہلے بہہ بہہ جھاکھی دا

ایہہ پردہ کس توں راکھی دا

کارن پیت میت بن آیا میم دا گھونگھٹ مکھ پر لایا

احد تے احمد نام دھرایا سر چھتر جھلے لولاکی دا

کیوں اوہلے بہہ بہہ جھاکھی دا

ایہہ پردہ کس توں راکھی دا

تسیں آپے آپ ہی سارے ہو کیوں کہندے اسیں نیارے ہو

آئے آپ آپ نظارے ہو وچہ برزخ رکھیا خاکی دا

کیوں اوہلے بہہ بہہ جھاکھی دا

ایہہ پردہ کس توں راکھی دا

تدھ باہجوں دوسرا کیہڑا ہے کیوں پایا الٹا جھیرا ہے

ایہہ ڈٹھا بڑا اندھیرا ہے ہن آپ نوں آپے آکھی دا

کیوں اوہلے بہہ بہہ جھاکھی دا

ایہہ پردہ کس توں راکھی دا

کتے رومی ہو کتے شامی ہو کتے صاحب کتے غلامی ہو

تسیں آپے آپ تمامی ہو کہوں کھوٹا کھرا سولاکھی دا



کیوں اوہلے بہہ بہہ جھاکے دا  
 ایہہ پردہ کس توں راکھی دا  
 جس تن عشق دا جوش ہویا      اوہ بیخود تے بیہوش ہویا  
 اوہ کیونکر رہے خاموش ہویا      جس پیالہ پیتا ساقی دا  
 کیوں اوہلے بہہ بہہ جھاکے دا  
 ایہہ پردہ کس توں راکھی دا  
 تسمیں آپ اسانوں ڈھائے جی      کدر ہندے چھپ چھپائے جی  
 شاہ عنایت بن آئے جی      ہن لا لا نین جھاکے دا  
 کیوں اوہلے بہہ بہہ جھاکے دا  
 ایہہ پردہ کس توں راکھی دا  
 بٹھا شاہ تن بھاہ بھٹھی کر      اگ بال بڈاں تن مائی دا  
 ایہہ شوق محبت بائی کر      ایہہ بدھو دا اس بدھ جھاکے دا  
 کیوں اوہلے بہہ بہہ جھاکے دا  
 ایہہ پردہ کس توں راکھی دا  
 خیر تو ہم سے پردہ کر اور نقاب میں منہ چھپا۔ مگر ہم خوب جانتے ہیں کہ تیرا  
 چھپنا عین ظہور تیرا ہے۔ اور تم کتنا ہی اپنے تئیں چھپاؤ۔ مگر چھپ نہیں سکتے۔ کہ تم ہی  
 تم ہون۔ پھر

## کافی نمبر ۹۰

ہن کی تھیں آپ چھپائی دا

ہن کی تھیں آپ چھپائی دا

کتے ملاں ہو بلیندے ہو کتے سنت فرض دیندے ہو

کتے رام دوہائی دیندے ہو کتے ماتھے تلک لگائی دا

ہن کی تھیں آپ چھپائی دا

ہن کی تھیں آپ چھپائی دا

میں میری ہے کہ تیری ہے پر انت بھسم کی ڈھیری ہے

ڈھیری توں ہن کیری ہے ڈھیری توں ناچ نچائی دا

ہن کی تھیں آپ چھپائی دا

ہن کی تھیں آپ چھپائی دا

کتے بیس چوڑا پاؤ گے کتے جوڑا شان ہنداؤ گے

کتے آدم چا بن آؤ گے کدی تیتھوں بھی بھل جانی دا

ہن کی تھیں آپ چھپائی دا

ہن کی تھیں آپ چھپائی دا

باہر ظاہر ڈیرا پائیو آپے ڈھوں ڈھوں ڈھول بجائیو

جگ تے اپنا آپ لکھائیو پھر عبداللہ دے گھر ڈھائی دا

ہن کی تھیں آپ چھپائی دا

ہن کی تھیں آپ چھپائی دا

جو یاد تساؤی کردا ہے اوہ مویاں توں اگوں مردا ہے

اوہ مویاں بھی تیتھوں ڈردا ہے مت مویاں نوں مار کٹائی دا

ہن کی تھیں آپ چھپائی دا

ہن کی تھیں آپ چھپائی دا

بندرا بن گنو چرادے لنگا چڑھ کے ناد بجاوے

مکے دا بن حاجی آوے واہ وا رنگ وٹائی دا

ہن کی تھیں آپ چھپائی دا

ہن کی تھیں آپ چھپائی دا

منصورؒ تاں تے آیا ہے تسیں سولی پکڑ دوایا ہے

میرا بیر نہ باہل جایا ہے تسیں خون دیو میرے بھائی دا

ہن کی تھیں آپ چھپائی دا

ہن کی تھیں آپ چھپائی دا

بٹھا شوہ سن صلح سمجھاندے ہو ہر صوت نال پچھاندے ہو

کتے آندے ہو کتے جاندے ہو ہن میتھوں بھل نہ جانی دا

ہن کی تھیں آپ چھپائی دا

ہن کی تھیں آپ چھپائی دا

اس شکایت اور حکایت سے بھی کچھ حاصل نہ ہوا۔ تو پھر عجز و نیاز کے مقام

میں آئے اور کہا:

## کافی نمبر ۹۱

مینوں درد اوڑے دی پیڑ  
 مینوں درد اوڑے دی پیڑ  
 آؤ میاں رانجھا دے دے نظارہ معاف کریں **تقصیر**  
 مینوں درد اوڑے دی پیڑ  
 مینوں درد اوڑے دی پیڑ  
 تخت ہزار یوں رانجھا ٹریا ہیر نمائی دا **پیر**  
 مینوں درد اوڑے دی پیڑ  
 مینوں درد اوڑے دی پیڑ  
 ہور ناں دے نوشوہ آوے جاوے بلھے وچہ کی **تقصیر**  
 مینوں درد اوڑے دی پیڑ  
 مینوں درد اوڑے دی پیڑ

## کافی نمبر ۹۲

لاگی رے لاگی ہوں بل جاؤں  
 اس لاگی نوں کون بچھاوے  
 الف اللہ جس دلبر ہووے  
 جسے اپنے توں ہتھ دھووے  
 منہ ردی لبو اکھیاں رووے  
 جس نوں برہوں اگ لگاوے  
 لاگی رے لاگی ہوں بل جاؤں  
 اس لاگی نوں کون بچھاوے

ب بالن میں تیرا ہوئی      عشقِ نظارے آن و گوئی  
روندے نمین نہ لیون ڈھوئی      لون پھٹاں کے کیونکر پاوے

لاگی رے لاگی ہوں بل جاؤں  
اس لاگی نوں کون بچھاوے

ت تڈھ سنگ پریت لگائی      جامے دی میں دینی ہاں سائی  
میں بکری تڈھ کولوں قصائی      کٹ ٹک اس نوں کیوں نہ کھاوے

لاگی رے لاگی ہوں بل جاؤں  
اس لاگی نوں کون بچھاوے

ت ثابت میہوں لا کے جینوں      دو جا کوک سناوے کینوں  
خفتیاں وی طرح آنسو بندے نینوں      کونجا وانگ کرلاوے

لاگی رے لاگی ہوں بل جاؤں  
اس لاگی نوں کون بچھاوے

ج جہانوں ہوئی نیاری      نال سروں دے بنے پیاری  
لگائیوں تاں ہو یا بیکاری      دو جا دے مہنے جگ تاوے

لاگی رے لاگی ہوں بل جاؤں  
اس لاگی نوں کون بچھاوے

ح حیرت وچہ شانتی ناہیں      اک ظاہر اک نارن ڈھائیں  
اک جات پاؤن نوں لاون واہیں      کہہ بٹھا شوہ کدھر پاوے

لاگی رے لاگی ہوں بل جاؤں  
اس لاگی نوں کون بچھاوے

اس عجز و نیاز سے بھی کچھ نہ ہوا۔ حالت قبض وارد رہی پھر تو طالبِ صادق نے

جل کر کہا:

## کافی نمبر ۹۳

رہ رہ کے عشقا ماریائی

کہہ کس نوں پار اتاریائی

آدم کنکوں منع کرایا آپے مگر شیطان دوڑایا

کڈھ بہشتوں زمین رلایا کیڈ پار پار ماریائی

رہ رہ کے عشقا ماریائی

کہہ کس نوں پار اتاریائی

عیسیٰ نوں بن باپ جمایا نوٹے پر طوفان منگایا

نال پیو دے پتر لڑایا ڈوب انہانوں ماریائی

رہ رہ کے عشقا ماریائی

کہہ کس نوں پار اتاریائی

سوئی نوں کوہ طور چڑھایو اسمعیل نوں ذبح کرایو

یونس مچھی نوں نگلایو پھر سختے پر چا چاہڑیائی

رہ رہ کے عشقا ماریائی

کہہ کس نوں پار اتاریائی

خواب زلیخا نوں دکھلایو      یوسف کھوہ د وچہ پوایو  
بھایاں نوں الزام دیوایو      تاں مراتب چاہڑیائی

رہ رہ دے عشقا ماریائی  
کہہ کس نوں پار اتاریائی

بھٹھہ سلیمان توں جھوکایو      ابراہیم پٹھہ وچہ پوایو  
صابڑ دے تن کیرے پوایو      حسن زہر دے ماریائی

رہ رہ دے عشقا ماریائی  
کہہ کس نوں پار اتاریائی

منصور نوں چا سولی دتا      رہبر دا کڈھوایا پتا  
زکریا سر کلوتر دتا      اس دا کی کم ساریائی

رہ رہ دے عشقا ماریائی  
کہہ کس نوں پار اتاریائی

شاہ سرمہ دا گلا کٹایو      شمس تے جاں سخن الایو  
تم باذنی آپ کہاویو      سر پیروں کھل اتاریائی

رہ رہ دے عشقا ماریائی  
کہہ کس نوں پار اتاریائی

ایس عشق دے بڑے اڈنبر      عشق نہ چھپ دا باہر اندر  
عشق کیجا شاہ شرف قلندر      باراں ورہے دریا وچہ ٹھاریائی

رہ رہ دے عشقا ماریائی  
کہہ کس نوں پار اتاریائی

تیں لیلیٰ دیاں دھماں پایاں      تاں مجنوں نے اکھیاں لایاں  
 اوہنوں دھاراں عشق چنگھایاں      کھوہے برس گزاریاں  
 رہ رہ وے عشقا ماریاں  
 کہہ کس نوں پار اتاریاں

عشق تیرا ہیرے ول دھایا      تاں رانجھے نے کن پڑایا  
 صاحبان نوں دیا ہون آیا      سر مرزے دا واریاں  
 رہ رہ وے عشقا ماریاں  
 کہہ کس نوں پار اتاریاں

کسی تھلاں دے وچہ رلائی      سوہنی کچے گھڑے رڑھائی  
 روڈے پچھے گل گوائی      ٹکڑے کر کر ماریاں  
 رہ رہ وے عشقا ماریاں  
 کہہ کس نوں پار اتاریاں

فوجاں قتل کرایاں بھایاں      مشکاں چوہیاں توں کٹوایاں  
 ڈٹھی تیری قدرت ساماں      سر تیتھوں بلہاریاں  
 رہ رہ وے عشقا ماریاں  
 کہہ کس نوں پار اتاریاں

کورو پاٹو کرن لڑایاں      اٹھاراں جوناں تدوں چھپایاں  
 اوتھے بھائی مارن بھایاں      کیہڑا نیاؤں نرواریاں  
 رہ رہ وے عشقا ماریاں  
 کہہ کس نوں پار اتاریاں



نمروں سے آپ خدا کہا یو اس نے رب نون تیر چلا یو

مچھر توں نمروں مروا یو قاروں زمیں نگھاریائی

رہ رہ دے عشقا ماریائی

کہہ کس نون پار اتاریائی

مغلاں زہر پیالے پیتے بھوریاں والے راجے کیتے

سب اشرف پھرں چپ کیتے بھلا انہاں نون چھاڑیائی

رہ رہ دے عشقا ماریائی

کہہ کس نون پار اتاریائی

تہا شاہ فقیر بے چا را روشن جگ وچہ نام تمہارا

چلیا دے کے کوچ نقارا جھوٹھوں سچ نتاریائی

رہ رہ دے عشقا ماریائی

کہہ کس نون پار اتاریائی

واضح ہو کہ معشوق حقیقی کو اس طرح کہنا:

”رہ رہ دے عشقا ماریائی“

”کہوں کس نون پار اتاریائی“

منزل عشق میں بے ادبی کی بات نہیں ہے۔ اس کو ستم محبت کہتے ہیں۔ جو عین

پیار اور چوچلے اور دل لگی کی بات ہے۔ (دیکھو مکتوبات قدسیہ صفحہ ۱۷۳)

اس ستم محبت اور چوچلے کی باتوں سے اور بھی آگ لگی تو کہا:

## کافی نمبر ۹۴

جند کڑکی دے منہ آئی جند کڑکی دے منہ آئی  
 آپے رہا ہے توں تمک لکھی آپے ہیں توں نیارا  
 گلاں سن سن تیریاں میرا عقل گیا اٹھ سارا  
 شریعت توں بے شریعت کر کے بھلی کھین وچہ پائی  
 جند کڑکی دے منہ آئی جند کڑکی دے منہ آئی  
 ذرا عشق ساڈا دسا پر بت کولوں بھارا  
 اک گھڑی دے دیکھ کارن چک لیا جگ سارا  
 کیتی ملدی محنت ناہیں ہن کی کرے لوکائی  
 جند کڑکی دے منہ آئی جند کڑکی دے منہ آئی  
 واویلا کی کرنا نہیں جند ساڑے جو ساڑے  
 سکھاں دا اک پولا ناہیں دکھاں دے کھلوڑے  
 ہونی سو سو اس دن ہوئی ہن کی کرے بھائی  
 جند کڑکی دے منہ آئی جند کڑکی دے منہ آئی  
 صلاح نہ مندا بات نہ پچھدا آکھ دیکھاں کی کردا  
 کل میں کملی اوہ کلا آہا ہن کیوں بیٹھوں ڈردا  
 اولے بہہ کے تیر چلائیو دل نوں چوٹ لگائی  
 جند کڑکی دے منہ آئی جند کڑکی دے منہ آئی  
 سینے بان دھندال گلے وچہ اس حالت وچہ چالاں  
 چا چا سر بھونیں تے ماراں رو رو یار سمجھالاں

اگے بھی ہو رسیاں نہیوں لایا کہ میں ہاں پریت لگائی  
 جند کڑکی دے منہ آئی جند کڑکی دے منہ آئی  
 جگ وچہ روشن نام تسا ڈاعاشق توں کیوں نہ دے ہو  
 ورتو وچہ بگل دے اپنا بھیت نہ دسدے ہو  
 وچکڑی وچکاروں پھڑکے میں الٹی کر لٹکائی  
 جند کڑکی دے منہ آئی جند کڑکی دے منہ آئی  
 اندر والیا باہر آویں باہواں پگڑ کھلوواں میں  
 ظاہر اساتھوں لکدے چھپدے پر باطن بنے ہوواں میں  
 اس باطن زلیخا پھٹیاں میں باطن بر لائی  
 جند کڑکی دے منہ آئی جند کڑکی دے منہ آئی  
 اکھنیاں سو آکھ سناواں مچلا سندا ناہیں  
 ہتھ مروڑاں تلیاں پھوڑاں رواں ڈھائیں ڈھائیں  
 لہنا سی سو دینا آیا ایہہ تیری آشنائی  
 جند کڑکی دے منہ آئی جند کڑکی دے منہ آئی  
 اک اک لہر ایسی آوے نا دسیاں سو دساں  
 سچ کہاں تاں سولی پھاہا جھوٹھ کہاں دساں  
 لسی نڈک بت کیوں آکھاں منہوں کہندیں ہووے پرانی  
 جند کڑکی دے منہ آئی جند کڑکی دے منہ آئی  
 وحی وسیلہ پاکاں داتسیں آپے ساڈے سوو  
 جاگدیاں سنگ تساڈے جاگوسواں تاں نالے سوو

جس نے تیں نال پریت لگائی کیہڑے سکھ سوائی  
 جند کڑکی دے منہ آئی جند کڑکی دے منہ آئی  
 ایساں لیکاں لایاں مینوں ہور کیتی گھر کائی  
 لیکن چھین تے چھل جاؤں ایہہ تیری وڈیائی  
 نیڑے وس متراں دی پیندی اوہ بیٹھا ذات لگائی  
 جند کڑکی دے منہ آئی جند کڑکی دے منہ آئی  
 بلھا شوہ توں کیہیا جیہا ہن توں کیہیا میں کیہی  
 تینوں میں جے ڈھونڈن لگی میں بھی آپ نہ رہی  
 جو جو دکھ اساں ہن ڈٹھے کہنوں پھول سنائی  
 جند کڑکی دے منہ آئی جند کڑکی دے منہ آئی

## کافی نمبر ۹۵

کی بے درداں دے سنگ یاری

روون اکھیاں زاروزاری

سانوں گئے بیدردی چھڈ کے ہجر دے سانگہ سینے وچہ گڈ کے

جسموں جندنوں لے گئے کڈھ کے ایہہ گل کر کے ہیدیاری

کی بے درداں دے سنگ یاری

بے درداں کی بھرواسا خوف نہیں دل اندر ماسا

چڑیاں موت گواراں ہاسا مگروں ہس ہس مارن تاڑی

کی بے درداں دے سنگ یاری

آوں کہہ گئے پھیر نہ آئے آوں دے سب قول بھلائے  
میں بھلی بھل نین لگائے کہے ملے سانوں ٹھگ بیوپاری  
کی بے درداں دے سنگ یاری

بتھا شاہ اک سودا کیتا کیتا زہر پیالہ پیتا  
نہ کجھ نفع نہ لوٹا لیتا درد دکھاں دی گٹھڑی بھاری  
کی بے درداں دے سنگ یاری

اس حال میں ان سے کوئی پوچھتا ہے۔ کہ تو کہاں کی باتیں کرتا ہے۔ اور کیا  
باتیں کرتا ہے؟ تو کہتے ہیں کہ:

## کافی نمبر ۹۶

میں گل اوتھے دی کردا ہاں  
پر گل کردا بھی ڈردا ہاں  
نال روجاں دے لارا لایا تسین چلو میں نالے آیا  
اتھے پردہ چا بنایا میں بھرم بھولایا پھردا ہاں  
میں گل اوتھے دی کردا ہاں  
پر گل کردا بھی ڈردا ہاں  
نال حاکم دے کھیل اساڈی جے میں میری تاں بھی پھاڈی  
دھرا دھرائی پونجی ہاڈی میں اگلا لیکھا بھردا ہاں  
میں گل اوتھے دی کردا ہاں  
پر گل کردا بھی ڈردا ہاں

وے پونجی مورکھ جھنجھلایا مگر چوراں دے پیڑا لایا

چوراں دی میں پیڑ لایا ہر شب دھاڑے دھڑدا ہاں

میں گل اوتھے دی کردا ہاں

پر گل کردا بھی ڈردا ہاں

نہ نال میرے اوہ رجدا ہے نہ منت کیتی سجدا ہے

جاں مڑ بیٹھا تاں بجھدا ہے مڑ منت زاری کردا ہاں

میں گل اوتھے دی کردا ہاں

پر گل کردا بھی ڈردا ہاں

کی سکھ آن پایا میں اتھے نہ منزل نہ دیرے جتھے

گھنڈہ کوچ سناواں کتھے اوٹھ نت کچاوے کڑدا ہاں

میں گل اوتھے دی کردا ہاں

پر گل کردا بھی ڈردا ہاں

بلھے شاہ بے انت ڈونگہائی دو دگ پنج نہ لگدی کائی

اور ار قار دی خبر نہ کائی میں بے سر پیریں تردا ہاں

## کافی نمبر ۹

عشق حقیقی نے مٹھی کڑے

میںوں دسو جن دا دیس

مایاں دے گھر بال ایانی پیت لگا کے لٹی کڑے

میںوں دسو پیا دا دیس

میںوں دسو سخن دا دیس  
منطق معنی کنز قدوری  
میں پڑھ پڑھ علم کیچی کڑے

میںوں دسو پیا دا دیس

میںوں دسو سخن دا دیس

نماز روزہ انہاں کی کرناں  
جہاں پریم صراحی لٹی کڑے

میںوں دسو پیا دا دیس

میںوں دسو سخن دا دیس

بتھا شوہ دی مجلس بہ کے  
سب کرنی میری چھٹی کڑے

میںوں دسو پیا دا دیس

میںوں دسو سخن دا دیس

جب اس سے بھی میاں طالب صادق کا قبض نہ گیا۔ تو پھر حضرت مرشد شاہ  
عنایت قدس سرہ کی خدمت میں آئے۔ اور اپنے اظہار خیال میں رمزاً اس طرح  
بیان پر لائے:

## کافی نمبر ۹۸

ہتھی ڈھلک گئی میرے چرچیدی ہن میتھوں کتیا نہ جاوے

ہن دن چڑھیا کد ہووے میںوں پیارا منہ دکھاوے

تکڑے دل پے پے جاندے ہن کون لوہار سدھاوے

ہتھی ڈھلک گئی میرے چرچیدی ہن میتھوں کتیا نہ جاوے

تکلیوں ول لاه لوہارا تند چلیندا ناہیں  
گھڑی گھڑی ایہہ جھولے کھاندا چھلی کت بدھ لاہیں  
ہتھی ڈھلک گئی میرے چرچیدی ہن میتھوں کتیا نہ جاوے  
دو نہیں جو بیڑی بنھاں مینوں باڑ ہتھ نہ آوے  
چڑیاں نوں چوڑناہیں میری ماہل پئی بھرڑاوے  
ہتھی ڈھلک گئی میرے چرچیدی ہن میتھوں کتیا نہ جاوے  
ترنجن کتاں جو سدہ و سیاں برہوں ڈھول بجاوے  
تلی نہیں جو پونیاں وٹاں گدوں وچھا پونیاں کھاوے  
ہتھی ڈھلک گئی میرے چرچیدی ہن میتھوں کتیا نہ جاوے  
ماہی چھڑ گیا نال مہیں دے اڑیو کتن کتھوں بھاوے  
جت ول اوتے ول اکھیاں میرا دل میلے نوں دھاوے  
ہتھی ڈھلک گئی میرے چرچیدی ہن میتھوں کتیا نہ جاوے  
عرض ایہو مینوں آن ملے ہن کون ویلے پاوے  
سے مناں دا کت لیا بلھا شوہ نوں جے جنگل لاوے  
ہتھی ڈھلک گئی میرے چرچیدی ہن میتھوں کتیا نہ جاوے

## کافی نمبر ۹۹

میاں میں کتدی کت دی مٹھی

داج جواہر اسماں کی کرناں جس پریم کٹوری مٹھی

میرا اوہو چور پکڑ لیاؤ جس میری جند کٹھی



میاں میں کتدی کت دی مٹھی

سیاں ورہیاں وچہ چھلی لاہی کانگ مریندا جھٹی

میرے پیڑے کچھے پچھواڑے رہ گئی پونی کتی

میاں میں کتدی کت دی مٹھی

بھلا ہو یا میرا چرخہ ٹٹا میری جند عذابوں چھٹی

بتھا شوہ نے ناچ نچائے اوتھے وہم پئی کرکٹی

میاں میں کتدی کت دی مٹھی

حضرت مرشد نے یہ حال سن کر فرمایا کہ بتاؤ! یہ قبض کس وجہ سے وارد ہوا؟

عرض کیا۔ حضرت! اور تو کچھ معلوم نہیں۔ اتنی بات ضرور ہے۔ کہ ایک عالم ظاہری

مکتبی پارل گیا تھا۔ وہ منکر وحدت وجود ہے۔ اس کے روبرو میں نے کچھ بیان

وحدت وجود شریعت کیا تھا۔ ابھی پورا بیان کرنے نہیں پایا تھا۔ کہ قبض وارد ہوا۔ یہ

سن کر حضرت قدس سرہ نے فرمایا۔ کہ اگرچہ تو حق پر تھا۔ مگر کیا تو نے یہ نہیں سنا۔ کہ

وہ شان بے نیازی بھی رکھتا ہے۔ پھر:

## کافی نمبر ۱۰۰

بھر واسا کی آشنائی دا

ڈر لگدا بے پرواہی دا

بھٹھہ سلیمان توں جھکایو

ابراہیمؑ پٹھہ وچہ پائیو

پھر یوسفؑ مصر وکائی دا

یونسؑ مچھی توں نگلایو

بھر واسا کی آشنائی دا

ڈر لگدا بے پرواہی دا

زکریا سرکلوت چلایو  
صابر دے تن کیڑے پایو  
صنعان گل زنار پوایو  
کتے الٹا پوش کہائی دا

بھر واسا کی آشنائی دا

ڈر لگدا بے پرواہی دا

پیغمبرؐ نے نور اپایو  
نام امام حسینؑ دھرایو  
جھولا جبرائیل جھولایو  
پھر پیاسا گلا کٹائی دا

بھر واسا کی آشنائی دا

ڈر لگدا بے پرواہی دا

جاں زکریا رکھ چھپایا  
چھپنا اس دا برا منایا  
آرہ سرتے چا وگایا  
سنے رکھ چرائی دا

بھر واسا کی آشنائی دا

ڈر لگدا بے پرواہی دا

یچی اس دایار کہایا  
نال او سے دے نہیوں لگایا  
راہ شرع دا ان بتلایا  
سر اس دا تھال کٹائی دا

بھر واسا کی آشنائی دا

ڈر لگدا بے پرواہی دا

بنھا شوہ ہن صحیح بنھاتے ہیں  
ہر صوت نال پچھاتے ہیں  
کتے آتے ہیں کتے جاتے ہیں  
ہن میتھوں بھل نہ جانی دا

بھر واسا کی آشنائی دا

ڈر لگدا بے پرواہی دا

جب انبیاء اور اولیاء کا یہ حال ہے۔ کہ اس کی شان بے نیازی سے تھر تھر کانپتے ہیں۔ تو تو کس گنتی میں ہے؟ اور تجھ سے کئی بڑی بڑی غلطیاں اور گناہ ہوئے۔ اول یہ کہ اسرار کا حال نا اہل کے روبرو بیان کیا۔ تو نے سنا نہیں جاتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

### بیت

سروحدت منطق الطیر است جامی لب بہ بند  
جز سلیمانے نشاید فہم ایں گفتار را  
اور میرے سید حسینی قدس سرہ فرماتے ہیں:

### قطعہ

حرف معنی گراں بہا گریت  
چوں بنا داں رسی مگو و خموش  
قیمت بعل جوہری داند  
چہ نہی در دکان وردہ فروش  
دوسری یہ ہے کہ قبل از صاحب ارشاد ہونے کے یعنی قبل از تکمیل اور فنا کے دوسرے کو وعظ و نصیحت یک اور یہ طریقت میں گناہ عظیم ہے۔ اس لئے کہ سب سے پہلے مستحق کو وعظ و نصیحت کا اپنا نفس ہے۔ اپنے نفس کو چھوڑ کر دوسروں کو وعظ و نصیحت کرنا یعنی مستحق کو چھوڑ کر غیر مستحق کو دینا دفع شے علی غیر مجلبہ ہے۔ جس کو ظلم کہتے ہیں۔

تیسری یہ صحبت نا جنس کی اختیار کی جو طالب حق کیلئے سم قاتل ہے۔ اس لئے

کہ جیسے نفوس احد تا ثیر میں حکم برق کار رکھتے ہیں۔ ایسے ہی نفوس اشرار بھی حکم برق کار رکھتے ہیں۔ اختیار کے نفوس اگر برق موجب ہیں۔ تو اشرار کے نفوس برق سالبہ ہیں۔ ان کا عکس فوراً پڑ جاتا ہے۔ اس لیے ان کی صحبت سے بچنا چاہیے۔ چنانچہ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

ز جاہل گریزندہ چوں تیر باش

نیا مینختہ چوں شکر شیر باش

تجھ سے یہ گناہ وقوع میں آئے۔ اس وجہ سے قبض وارد ہوا۔ اس کا علاج توبہ استغفار اور شرمساری اور گریہ و زاری اور تجدید بیعت اور محبوب العالمین شفیع المذنبین کا واسطہ پکڑنا ہے۔ جتنی خطائیں ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب اور محبوب کے محبوبوں کے صدقے سے معاف کر دیتا ہے۔ طالب صادق نے یہ سن کر توبہ استغفار کی تجدید بیعت کر کے تضرع اور زاری سے جناب باری میں عرض کیا:

الہی بطفیل حضرت شاہ عنایت قادری رحمۃ اللہ علیہ

الہی بطفیل حضرت شاہ رضا قادری لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

الہی بطفیل حضرت شیخ محمد فاضل لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

الہی بطفیل حضرت شیخ اللہ داتا قادری اکبر آبادی رحمۃ اللہ علیہ

الہی بطفیل حضرت شیخ جلال رحمۃ اللہ علیہ

الہی بطفیل حضرت سید نور رحمۃ اللہ علیہ

الہی بطفیل حضرت شیخ زین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ

الہی بطفیل حضرت شیخ عبدالغفور رحمۃ اللہ علیہ

الہی بطفیل حضرت شیخ وحید الدین گجراتی رحمۃ اللہ علیہ

- الہی بطفیل حضرت محمد غوث گوالیاری رحمۃ اللہ علیہ  
الہی بطفیل حضرت حاجی حمید الدین رحمۃ اللہ علیہ  
الہی بطفیل حضرت شاہ قادن رحمۃ اللہ علیہ  
الہی بطفیل حضرت شیخ عبداللہ شطاری رحمۃ اللہ علیہ  
الہی بطفیل حضرت شیخ محمد طیفوریہ رحمۃ اللہ علیہ  
الہی بطفیل حضرت شیخ محمد عاشق رحمۃ اللہ علیہ  
الہی بطفیل حضرت شیخ خداقلی رحمۃ اللہ علیہ  
الہی بطفیل حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ  
الہی بطفیل حضرت خواجہ ابوالمظفر مغربی ترک طوسی رحمۃ اللہ علیہ  
الہی بطفیل حضرت خواجہ یزید العسقی رحمۃ اللہ علیہ  
الہی بطفیل حضرت خواجہ محمد مغربی رحمۃ اللہ علیہ  
الہی بطفیل حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ  
الہی بطفیل حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ  
الہی بطفیل حضرت امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
الہی بطفیل حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
الہی بطفیل حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
الہی بطفیل حضرت علی کرم اللہ وجہہ، شیر خدا

### حاشیہ

حضرت شیخ عبداللہ شطاری رحمۃ اللہ علیہ امام طریقت اور پیر حقیقت سلسلہ

شطاریہ کے تھے۔ بارشاد مرشد ہندوستان تشریف لائے۔ اور جا بجا سیر فرماتے ہوئے شہر مندو ملک مالوہ میں سکونت پذیر ہوئے۔ ۸۳۲ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ مزار پر انوار شہر مندو میں ہے۔

حضرت محمد غوث گوالیاری رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ مشہور اولیاء اللہ میں سے ہیں۔ ۹۷۰ھ میں آپ کا انتقال ہوا مزار شریف گوالیار میں ہے۔

حضرت شیخ وحید الدین گجراتی رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ بڑے عالم اور کامل علوم ظاہری اور باطنی کے تھے۔ استعداد کمال رکھتے تھے۔ مشہور اولیاء اللہ میں سے ہیں۔ وفات آپ کی ۹۹۸ھ میں ہوئی۔ مزار پر انوار احمد آباد میں ہے۔

حضرت شاہ رضا قادری رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ اعظم علماء دین اور کبریٰ مشائخ اہل یقین سے تھے۔ کرامات اور خوارق آپ سے بہت صادر ہوئے تھے۔ وفات آپ کی ۱۱۱۸ھ میں ہوئی۔ مزار شریف لاہور میں ہے۔

حضرت شاہ عنایت قادری رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ بھی کامل اور مکمل اولیاء اللہ میں سے ہیں۔ پہلے قصور میں ہدایت خلق میں مشغول تھے۔ پھر لاہور تشریف لا کر خلق کو ہدایت کرتے رہے۔ آپ کی وفات ۱۱۴۱ھ میں ہوئی۔ مزار پر انوار لاہور میں واقع ہے۔

اور خاص الخاص بتصدیق اپنے محبوب اور اپنے مطلوب اپنے مقصود جان جہاں سردار انبیاء احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے میری دعاء قبول فرما۔ اور میری خطا معاف فرما۔ یہ کہنا تھا کہ طالب صادق کا قبض رفع ہوا۔ اور بسط وارد ہوا پھر تو طالب صادق نے خوشی میں کہا:

## کافی نمبر ۱۰۱

مرلی باج اٹھی اج گھاتاں

سن کے بھل گئی سب باتاں

لگ گئے انحد بان نیارے

سب دنیا کوڑ پیارے

سائیں ویکھن مکھ ونجارے

مینو بھل گئیاں سب باتاں

مرلی باج اٹھی اج گھاتاں

سن کے بھل گئی سب باتاں

ہن میں چنچل مرگ پھہایا

اوسے مینوں بنھ بہایا

صرف دوگانہ عشق پڑھایا

رہ گیاں دو ترے چار رکعتاں

مرلی باج اٹھی اج گھاتاں

سن کے بھل گئی سب باتاں

بٹھا شوہ میں ہن برلائی

جد کی مرلی کا ہن بجائی

باوری ہوتاں ول دھائی

کھوجی کت ول دست براتاں

مرلی باج اٹھی اج گھاتاں

سن کے بھل گئی سب باتاں

## کافی نمبر ۱۰۲

ماہی دے تین ملیاں سب دکھ ہوں دور

لوکاں دے تھانے چاک چکٹا

ساڈا رب

غفور

ماہی دے تین ملیاں سب دکھ ہوں دور

جیندے ملن دی خاطر چشماں بہندیاں سی بت جھور

ماہی دے تین ملیاں سب دکھ ہوون دور

اٹھ گئی ہجر جانی جگروں دس دا ظاہر ہور

ماہی دے تین ملیاں سب دکھ ہوون دور

بتھا رمز سمجھ دی پایا ناں نیڑے ناں دور

ماہی دے تین ملیاں سب دکھ ہوون دور

## کافی نمبر ۱۰۳

واہ سوہنیاں تیری چال عجائب لٹکاں نال چلیندے ہو

آپے ظاہر آپے باطن آپے لک لک بہندے ہو

آپے ملاں آپے قاضی آپے علم پڑھیندے ہو

واہ سوہنیاں تیری چال عجائب لٹکاں نال چلیندے ہو

گھت زنا رکفر دا گل وچہ بت خانے ڈر بہندے ہو

لو لاک لما افلاک وچار و آپے دھوم مچیندے ہو

واہ سوہنیاں تیری چال عجائب لٹکاں نال چلیندے ہو

ذات توہیں اشرف رنجھیا لایا ندی لاج رکھیندے ہو

بتھا شوہ عنایت مینوں پل پل درشن دیندے ہو

واہ سوہنیاں تیری چال عجائب لٹکاں نال چلیندے ہو

بعد اس کے حال وحدت نے پھر زور کیا تو طالب صادق نے یوں شور مچایا۔



## کافی نمبر ۱۰۴

توں نہیوں ہیں میں نا میں دے سجناں توں نہیوں ہیں میں نا ہیں  
 کھولے دے پرچھاویں وانگوں گھوم رہا من ماہیں  
 توں نہیوں ہیں میں نا میں دے سجناں توں نہیوں ہیں میں نا ہیں  
 جاں بولاں توں نالے بولیں چپ کراں من نا ہیں  
 توں نہیوں ہیں میں نا میں دے سجناں توں نہیوں ہیں میں نا ہیں  
 جاں سوواں تاں نالے سوویں جاں ٹراں توں راہیں  
 توں نہیوں ہیں میں نا میں دے سجناں توں نہیوں ہیں میں نا ہیں  
 بٹھا شوہ گھر آیا ساڈے جندڑی گھول گھمائیں  
 توں نہیوں ہیں میں نا میں دے سجناں توں نہیوں ہیں میں نا ہیں  
 یعنی تو ہی باوجود مطلق پاہستی صرف جس کو کہیں۔ اور جس کے عام ظہور میں  
 صفات افعال اور آثار ہیں۔ وہ تو ہی ہے۔ میں نہیں ہوں۔ کیونکہ:

چیزے کہ نیست او بخود نیست

ہستیش نہادن ز خرد نیست

ہستی کہ بحق قیام وارد

اونیست ولیک نام وارد

یعنی میری ہستی فی الواقع نہیں ہے۔ ہستی جس کو کہیں وہ تیری ہی ہے۔ اور  
 افعال اور اقوال ایک ہستی رکھتے ہیں۔ اور ان کا تعلق بھی تیرے ہی سے ہے۔ میری  
 طرف ان کی برائے نام اضافت ہے۔

## رباعی عماد

ہر فعل و صفت کہ گردد از ما پیدا  
راجع بوجود است ز ما جلوہ نما  
اطلاق وجود فعل برمانہ ز ماست  
زانست کہ عین او بود ہستی ما

## رباعی جای رحمتہ اللہ علیہ

گویم سخن مشکل و سر مغلط  
ہر فعل و صفت کہ شد با عیاں ملحق  
از یک جہت آن جملہ مضاف است بما  
وزوجیہ و گر جملہ مضاف است بحق

## رباعی

از دعویٰ حول و قوت نفس تباہ  
تا چند کنم نامہ اعمال سیاہ  
چوں فعل من از ہستی و ہستی حق است  
لا حول ولا قوۃ الا باللہ

پس:

جاں سواں تاں نالے سویں جاں ٹراں تاں راہیں  
توں نہیوں ہیں میں ناہیں وے بجاں توں نہیوں ہیں میں ناہیں

جیسے کہ شیخ الاسلام عبداللہ انصاری فرماتے ہیں:

### مصرعہ

آنکھ سے خورد وے نسید چیزے دگر است

(دیکھو نفحات صفحہ ۲۱۵)

میں جو عدم مطلق ہوں۔ اور ہستی برائے نام میری طرف اضافت ہے۔ تو ان

باتوں سے یعنی چلنے سونے جاگنے کو کیا جانوں؟

### کافی نمبر ۱۰۵

کی جاناں میں کوئی وے اڑیا کی جاناں میں کوئی

جو کوئی اندر بولے چالے ذات ساڈی ہوئی

جس دے نال میں نیوں لگایا اوہو جیہی ہوئی

کی جاناں میں کوئی وے اڑیا کی جاناں میں کوئی

چٹی چادر لاسٹ کڑیے پہن فقیری دی لوئی

چٹی چادر نوں دا لگے گا لوئی نوں داغ نہ کوئی

کی جاناں میں کوئی وے اڑیا کی جاناں میں کوئی

بتھا شوہ عنایت کر کے شوق شراب دتوئی

بھلا ہو یا اسیں دوروں چھٹے نیڑیوں ای لہوئی

کی جاناں میں کوئی وے اڑیا کی جاناں میں کوئی

اس فقرہ سے کہ جس دے نال میں نیوں لگایا اوہو جیہی ہوئی۔ یہ نہ سمجھ

لیتا۔ کہ بندہ خدا ہو گیا کیونکہ کتنا ہی کوئی کامل ہو۔ الْعَبْدُ عَبْدٌ وَالرَّبُّ رَبٌّ ہي

رہتا ہے۔ جب بندہ کسی کی ذات عدم مطلق اور رب کی ذات وجود مطلق ہے۔ اور انقلاب ماہیت محال ہے۔ تو عدم مطلق وجود مطلق کیسے ہو سکتا ہے یعنی بندہ بندہ ہی رہتا ہے۔ ہاں! کیا بات ہوتی ہے۔ کہ بندہ کیلئے جو ایک وہم ہستی مستقل کا واسطے دوری کے پیدا کیا گیا ہے۔ اور جس وہم پر تمام خرابیاں اور مجبوریاں ہیں۔ وہ اس عشق الہی سے دور ہو جاتا ہے۔ اور وہ ہیں۔ جن کو از روئے وہم ہستی مستقل کے یہ اپنی کہتا ہے۔ وہ اس سے جاتی رہتی ہے۔ جیسے کہ کسی کا قول ہے۔ (دیکھو رسالہ قدسیہ خواجہ محمد پارسا علیہ الرحمۃ)

چند آنکہ بردا میں راہ کہ دوئی بر خیزد در ہست دوئی براہ روی بر خیزد  
تو او نشوی دے اگر جہد کنی جائے برسی کز تو توئی بر خیزد  
اور جب یہ میں جاتی رہتی ہے۔ تو حیرت محمود میں جو انتہاء مقام معرفت ہے۔  
طالب صادق پر جا پڑتا ہے۔ اور کہتا ہے:

## کافی نمبر ۱۰۶

مینوں کی ہو یا ہن میتھوں گئی گواتی میں

مینوں کی ہو یا کیوں میں نوں کھلی کہندی میں

مینوں کی ہو یا ہن میتھوں گئی گواتی میں

تیں وچو بکھاں تاں میں نہیں ہوندی میں وچو سنائیں میں

مینوں کی ہو یا ہن میتھوں گئی گواتی میں

سرتے پیر تیکر بھی تو ہیں اندر باہر ہیں تیں

مینوں کی ہو یا ہن میتھوں گئی گواتی میں

چھٹ پئی اور اروں پاروں نہ بیڑی نہ میں  
میںوں کی ہو یا ہن میتھوں گئی گواتی میں

منصورؒ پیارے کہیا کہو انا الحق کہایا میں  
میںوں کی ہو یا ہن میتھوں گئی گواتی میں

بلکھا شوہ او سے دا عاشق اپنا آپ و نجایا جیس  
میںوں کی ہو یا ہن میتھوں گئی گواتی میں

یعنی اے معشوق حقیقی! ظاہر بین لوگوں کی نظروں میں مجھ کو کیا ہوگا ہے؟ جو مجھ  
سے میں چلی گئی۔ اور میں اس میں کو اپنی نہیں کہتا ہوں۔ تیری میں کہتا ہوں۔ بات  
یہ پائی جاتی ہے۔ کہ میری نظر حقیقت اور باطن پر ہے۔ اور ان کی نظر اعتبار اور ظاہر  
پر بہ نظر حقیقت اور باطن میرے نزدیک وہ کملے اور پاگل ہیں۔ جو تیری میں کو اپنی  
میں کہتے ہیں۔ اور بہ نظر اعتبار اور ظاہر ان کے نزدیک میں کملا اور پاگل ہوں۔ جو  
اس میں کو تیری میں بتاتا ہوں۔ اور ہر دم بقول مولانا جامی قدس سرہ یہ گاتا ہوں:

## رباعی

ہر بے سرو پا نہ رسد دست تو خوش آنکہ ز خود برست پیوست تو  
ہستی تو بہ ہستی کہ بجز ذات تو نیست مانیت بذات خود و لے ہست تو

میں وچ ویکھاں تاں میں نہیں ہوندی میں وچہ دسنا میں تیں

سرتے پیر تیکر بھی تو ہیں اندر باہر تیں

اور اس امر واقعہ کے ظاہر ہونے سے دریائے وہم کے اور ار اور پار سے چھٹ

گئے۔ اور بدوں کشتی اور جہاز کے پار اتر گئے۔ دریائے وحدت میں فنا ہو گئے۔ اور

یہ بات سچے کے صدقے پائی کہ:

## کافی نمبر ۱۰

میں وچہ میں نہ رہ گئی رانی

جب کی پیارے سنگ پیت لگائی

جد وصل وصال بنائے گا      تد گنگے دا گڑ کھائے گا

سر پیر نہ اپنا پائے گا      ایہ میں ہو نہ کسے بنائی

میں وچہ میں نہ رہ گئی رانی

جب کی پیارے سنگ پیت لگائی

ہوئے نین غیناں دے بردے      درشن سے کوہاں تے کردے

پل پل دوڑن مارے ڈردے      تیں کوئی لالچ گھت بھرمائی

میں وچہ میں نہ رہ گئی رانی

جب کی پیارے سنگ پیت لگائی

ہن اسماں وحدت وچہ گھر پائی      واسا حیرت دے سنگ آیا

جیون جمن مرن بنایا      اپنی سدھ بدھ رہی نہ کائی

میں وچہ میں نہ رہ گئی رانی

جب کی پیارے سنگ پیت لگائی

میں جاتا سی عشق سوکھالا      چونہ ندیاں دا ویہن اجالا

کدی تے اگ بھڑکے کدی پالا      نت برہیوں اگ لگائی

میں وچہ میں نہ رہ گئی رانی

جب کی پیارے سنگ پیت لگائی

ڈوں ڈوں عشق نقارے وجدے عاشق جاں او تیول بھجدے  
 ترتر گئے گر گجدے لگا عشق تاں شرم سدھائی

میں وچہ میں نہ رہ گئی رانی

جب کی پیارے سنگ پیت لگائی

پیارے بس کر بہتی ہوئی تیرا عشق میری دلجوئی  
 توں بن میرا سکا نہ کوئی اماں باہل بہن نہ بھائی

میں وچہ میں نہ رہ گئی رانی

جب کی پیارے سنگ پیٹ لگائی

کدی جا اسمانی بہندے ہو کدی اس جگہ دکھ سہندے ہو  
 کدی پیرمغاں ہو بہندے ہو میں تاں اکے ناچ نچائی

میں وچہ میں نہ رہ گئی رانی

جب کی پیارے سنگ پیت لگائی

بتھا شوہ اسپیں تیرے وارے ہاں تیرا مجھ دیکھن دے دنجارے ہاں  
 کچھ اسپیں بھی تینوں پیارے ہاں کہ میں اینویں گھول گھمائی

میں وچہ میں نہ رہ گئی رانی

جب کی پیارے سنگ پیت لگائی

## کافی نمبر ۱۰۸

ہن مینوں کون پچھانے ہن میں ہو گئی نی کچھ ہور

اوتھے غیر نہ آیا جایا

وحدت پایا نی شور

ہادی مینوں سبق پڑھایا

مطلق ذات جمال دکھایا

ہن مینوں کون پچھانے ہن میں ہو گئی نی کجھ ہور

اول ہو کے لا مکانی ظاہر باطن دسدا جانی

رہیا نہ میرا نام نشانی مٹ گیا جھگڑا شور

ہن مینوں کون پچھانے ہن میں ہو گئی نی کجھ ہور

پیارا آپ جمال دکھالے مست قلندر ہون متوالے

ہنساں دے ہن دیکھ لے چالے بٹھا بھل گئی کانگاں دی ٹور

ہن مینوں کون پچھانے ہن میں ہو گئی نی کجھ ہور

یعنی اب میں کچھ اور ہی ہو گیا ہوں۔ اب مجھ کو سوائے اہل بصیرت کے اور

کون پہچانے؟ کہ میں کیا ہوں۔ اس بیان سے یہ نہ سمجھ لینا کہ یہ یوں کہتے ہیں۔ کہ

میں بندہ سے خدا ہو گیا ہوں۔ نعوذ باللہ منہما۔

ممکن واجب نہیں ہو سکتا۔ گلشن راز:

مگو باکس ز حد خویش بگذشت نہ او واجب شدہ نے واجب او گشت

ہر آں کہ در معانی گشت فائق نگوید کیں بود قلب حقائق

مگر ہاں! ہادی نے مجھ کو یہ سبق پڑھایا۔ اور یہ ایک بھید بتاتا ہے۔ کہ ”اوتھے

غیر نہ آیا جایا“۔ چونکہ وہ وجود مطلق ہے۔ غیر اس کا عدم مطلق ہے۔ جس کا وجود نہ

علما ہو سکتا ہے۔ نہ عیناً نہ وہما ہو سکتا ہے۔ نہ قیاساً۔ یہ جو کچھ ظہور ہے۔ یہ مطلق

ذات نے جس میں کسی طرح کی قید نہیں ہے۔ اپنا جمال دکھایا ہے۔ اور ظہور عالم کا

وحدت نے شور مچایا ہے۔ تو ہر دم یہ کہہ:

توں نہیوں میں ناہیں وے سجاں توں نہیوں ہیں میں ناہیں

اس سبق اور تعلیم ہادی اور مرشد سے مجھ کو اس بات کا یقین ہو گیا کہ میں جو اپنی



ہستی کو ایک ہستی مستقل درائے ہستی حق کے سمجھتا تھا۔ وہ ایک وہم تھا۔ پس:  
ہن میں ہو گئی نی کجھ ہور مینوں کون پچھانے

یعنی

## کافی نمبر ۱۰۹

رانجھا رانجھا کردی نی میں آپے رانجھا ہوئی  
سدونی مینوں دھید و رانجھا ہیر نہ آکھو کوئی  
رانجھا میں وچہ میں رانجھے وچہ ہور خیال نہ کوئی  
میں نہیں اوہ آپے ہے اپنی آپ کرے دلجوئی  
رانجھا رانجھا کردی نی میں آپے رانجھا ہوئی  
سدونی مینوں دھید و رانجھا ہیر نہ آکھو کوئی  
ہتھ کھونڈی میرے اگے منگو موہنڈے بھورالوئی  
بتھا ہیر سلیٹی ویکھو کتے جا کھلوئی  
رانجھا رانجھا کردی نی میں آپے رانجھا ہوئی  
سدونی مینوں دھید و رانجھا ہیر نہ آکھو کوئی

## کافی نمبر ۱۱۰

پیا پیا کرتے ہمیں پیا ہوئے اب پیار کس نوں کہیے  
ہجر وصل ہم دونوں چھوڑے اب کس کے ہو رہیے  
پیا پیا کرتے ہمیں پیا ہوئے اب پیار کس نوں کہیے  
مجنوں لال دیوانے وانگوں اب لیلیٰ ہو رہیے

پیا پیا کرتے ہمیں پیا ہوئے اب پیار کس نوں کہیے  
 بٹھا شوہ گھر میرے آئے اب کیوں طعنے سپے  
 پیا پیا کرتے ہمیں پیا ہوئے اب پیار کس نوں کہیے

## کافی نمبر ۱۱۱

پرتا لیو ہن عاشق کیہڑے  
 نہیوں لگا مت گئی گواتی سخن اقرب ذات پچھاتی  
 سائیں بھی شاہ رگ توں نیڑے  
 پرتا لیو ہن عاشق کیہڑے  
 ہیرے ہو مڑ رانجھا ہوئی ایہ گل ویرلا جانے کوئی  
 چک پئے سب جھگڑے جھیرے  
 پرتا لیو ہن عاشق کیہڑے  
 لے براتاں جاگن نور نبی دے برن لاگن  
 اوہو ویکھ اساڈے جھیرے  
 پرتا لیو ہن عاشق کیہڑے  
 انا الحق آپ کہا یو لوکا منصور نہ دیندا آپے ہوکا  
 ملا بن بن آون نیڑے  
 پرتا لیو ہن عاشق کیہڑے  
 بٹھا شاہ شریعت قاضی ہے حقیقت پر بھی راضی ہے

سائی گھر گھر نیاؤں نیڑے

پرتا لیو ہن عاشق کیہڑے

یعنی اے بھولے ہوئے لوگو! میرے اس حال کرامت افعال پر تاثیرات دیکھ کر پڑتال کر لو۔ اور دیکھ لو۔ عاشق کون ہے۔ میں نہیں ہوں۔ بلکہ فی الواقع وہی عاشق ہے۔ جس نے خبر دی ہے۔ نَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ اور يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُمْ فرمایا ہے۔ پرتالیو ہن عاشق کیہڑے۔ ہاں

ہیرے ہو مڑ رانجھا ہوئی

ایہہ گل جانے ورلا کوئی

جب یہ بات معلوم ہو جائے تو:

چک پون سب جھگڑے جھیرے      پر تالیو ہن عاشق کیہڑے

## کافی نمبر ۱۱۲

اپنے تن دی خبر نہ کوئی سا جن دی خبر لیاوے کون

ناں ہو خاکی ناناں ہو آتش ناناں ہو پانی پون

کپے دے وچہ روڑ کھڑکدے مورکھ آکھن بولے کون

بٹھا سائیں گھٹ گھٹ میاں جیوں آئے وچہ لون

یعنی میں جو فی حد ذات خود عدم محض ہوں اور عدم محض سے کوئی فعل صدور میں

نہیں آسکتا۔ تو پھر سا جن کی کون خبر لاوے۔ اور جب میں فی حد ذات خود عدم محض

ہوں۔ تو نہ خاکی ہوں۔ نہ آتش ہوں۔ نہ پانی ہوں پون یعنی ہوا ہوں۔ کہ عدم محض

کو لیاقت وجود کی نہیں ہے کہ اس لئے انقلاب ماہیت محال ہے پس یہ سب حضرت

الوجود کے ظہور ہیں۔ اور کچھ نہیں کہ:

اربعہ عناصر آپ بن آیوں وچہ وڑ بیٹھا آپے

آپے کڑی تے آپے منڈا آپے ہو یا ماپے

آپے رووے آپے پٹے آپے کرے سیاپے

بتھا شوہ بن ہو نہ کوئی اوہ آپ آپ تھیں جاپے

اور میری مثال ایسی ہے۔ جیسے:

کپے دے وچہ روڑ کھڑکدے مورکھ آکھن بولے کون

بتھا سائیں گھٹ گھٹ رہیاں جیویں آٹے وچہ لون

اور یہ مثال کپے ہو آٹے کی بھی محض سمجھانے کیلئے ہے۔ عدم کو کپے اور آٹے

ہونے کی بھی لیاقت نہیں ہو سکتی۔ پس:

## کافی نمبر ۱۱۳

میں بے قید میں بے قید نہ روگی نہ دید

ناں میں مومن نہ میں کافر نہ سید نہ سید

چودھیں طبقیں سیر اساڈا کتے نہ ہوندا قید

جو بات میں جاں اساڈی نہ شو بھا نہ غیب

بتھا شوہ دی ذات پچھان نہ پیدا نہ پیدا

واضح ہو کہ صوفیاء کرام قدس اللہ اسرارہم کے کلام میں جو لفظ آتا ہے اس کے

دو معنی ہوتے ہیں۔ یعنی کبھی میں نے ان کی مراد وجود مطلق ہویت حق کی ہوتی

ہے۔ اور کبھی عدم مطلق کی۔ وجود مطلق سے مراد ہونے کی نسبت مولانا جامی قدس

سرہ فرماتے ہیں:

## رباعی

ز آمیزش جان و تن توئی مقصودم

وز مردن وز یستن توئی زیستن توئی مقصودم

تو دیر وزی و من برتم ز میاں

من گوئم ز من توئی مقصودم

صاحب گلشن راز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وگر کردی سوال از من کہ من چیست

مرا ز من خبر کن تا کہ من چیست

چو هست مطلق آید در اشارات

بلفظ من کنند از دے اشارات

اور اسی طرح مراد او اور ہو سے ہویت حق کی رکھتے ہیں۔ (دیکھو صفحہ ۲۳۸)

سلسلۃ الذہب) اور یہ امر کہ کسی خاص عبارت میں میں سے کون سے معنی مراد

ہیں۔ آیا وجود مطلق کے یا عدم مطلق کے۔ اس عبارت کے سابق کلام سے معلوم

کئے جاتے ہیں۔ الا کلیہ یہ ہے۔ کہ جہاں اپنی تعریف کریں گے۔ وہاں اس سے

مراد اس کی ذات یعنی وجود مطلق کی ہوگی۔ اور جہاں توہین کریں گے۔ وہاں اپنی

ذات یعنی عدم مطلق کی ہوگی۔ چنانچہ ایک روز کسی عارف نے پہلے اپنی بہت تعریف

کی۔ پھر بہت برائی کی۔ اس کا جواب عارف نے یوں دیا:

صاحبو! بہ ذات خود میں ایسا برا ہوں کہ عدم محض ہوں۔ جس قدر عالم ظہور

میں وجوی چیزیں ہیں۔ میں ان میں ادنیٰ اور کچھ بھی نہیں ہوں عدم سے بڑھ کر کیا برائی ہوگی۔ رائڈ سے آگے کوئی گالی نہیں ہے۔ اور نظر حقیقت خود ایسا اچھا ہوں کہ حضرت حقیقت اور اس کی صفات اور کمالات کا ظہور مجھ میں ہی ہوتا ہے۔ اس لئے کہتا ہوں:

## بیت لمعہ ۱۹

چوں در خود اوصاف تو یا بم خبرے      خاشا کہ نکوتر بود از من دگرے

### رباعی جامی رحمۃ اللہ علیہ

در دائرہ دور زماں جزمین کیست      در سلسلہ کون و مکان جزمین کیست  
 من محو در و داد در اعیان ساری      زاں میگویم کہ درد و جہاں جزمین کیست  
 پس جب میں اپنی بڑائی کرتا ہوں۔ تو مجھ کو نہ سمجھئے میری حقیقت کو جائے۔ اور  
 جب میں اپنی برائی بیان کرتا ہوں۔ یہاں ظاہر ہے۔ کہ میری حقیقت اور ہے۔ اور  
 ذات اور۔ میری حقیقت تو وہ ہے۔ جس کا ظہور ہے۔ اور جس سے میرا وجود ہے۔  
 اور ذات وہ ہے۔ جو عدم ہے۔ پس میں سے وجود مطلق مراد ہو۔ یا عدم مطلق۔  
 دونوں کی کوئی قید یا نسبت نہیں رکھتی ہیں۔ وجود مطلق تو اس وجہ سے اگر قید یا نسبت  
 کا اطلاق اس کی طرف کیا جائے۔ تو وہ مطلق نہ رہے۔ اور عدم مطلق اس وجہ سے کہ  
 قیود اور نسبتیں اعتباراً کچھ نہ کچھ ہیں۔ اور اس میں یہ لیاقت ہی ہے جو علماً یا عیناً یا وہماً  
 یا قیاساً کچھ بھی کہتے ہیں۔ آسکے۔ پس:

میں بے قید میں بے قید      جب بے قید ہے تو نہ روگی نہ وید  
 کیونکہ نہ روگی نہ وید۔ یہ دونوں نسبتیں اور قیود امر اعتباری ہیں۔ وہ ہیں۔ جس

سے ہماری مراد ہیں۔ ان سے بے قید اور مبرا ہے۔ ایسے ہی وہ ہیں۔ نہ مومن ہے۔  
 نہ کافر۔ نہ سید ہے۔ نہ سید۔ اس لئے کہ یہ سب نسبتیں امر اعتباری ہیں۔ وہ ان سے  
 پاک ہے۔ اور میں ہی جو چودہ طبق ہیں۔ سیر کرتا ہوں۔ اور کہیں قید نہیں ہوتا ہوں۔  
 اور بلھے شاہ کی ذات کیا پوچھتا ہے۔ وہ تو نہ پیدا ہے۔ نہ پیدا ہے۔ یعنی عدم محض ہے  
 تو:

## کافی نمبر ۱۱۴

بٹھا کی جاناں میں کون

ناں میں مومن وچہ مسیحاں      ناناں میں وچہ کفر دیا ریتاں  
 ناناں میں پاکاں وچہ پلپیتاں      ناناں میں موسیٰ نہ فرعون

بٹھا کی جاناں میں کون

نہ میں اندر بید کتاباں      ناناں وچہ بھنگاں نہ شراباں  
 ناناں وچہ رنداں مست خراباں      ناناں وچہ جاگن ناناں وچہ سون

بٹھا کی جاناں میں کون

ناں وچہ شادی ناناں غم ناکی      ناناں میں وچہ پلپیتی پاکی  
 ناناں میں آبی ناناں میں خاکی      ناناں میں آتش ناناں میں پون

بٹھا کی جاناں میں کون

ناں میں عربی ناناں میں لاہوری      ناناں میں ہندی شہر نگوری  
 ناناں ہندو ترک پشوری      ناناں میں رہندا وچہ ندون

بٹھا کی جاناں میں کون

ناں میں بھید مذہب دا پایا      ناناں میں آدمِ حوا جایا

ناں میں اپنا نام دھرایا      ناناں وچہ پیٹھن ناناں وچہ بھون

بتھا کی جاناں میں کون

اول آخر آپ نوں جاناں      ناناں کوئی دوجا ہور پچھاناں

میتھوں ہور نہ کوئی سیاناں      بلہ شوہ کھڑا ہے کون

بتھا کی جاناں میں کون

تنبیہ:

اس کافی میں بھی میں اور آپ کے معنی وہی سمجھنا جو قائل کی اصطلاح ہے۔  
جس کی شرح کافی مرقومہ بالا میں بیان ہوئی ہے۔ اپنے محاورہ اور گفتگو کے معنی نہ  
سمجھنا۔ اگر ایسا کرو گے۔ تو وہی حال ہوگا۔ جو میاں بانکے ٹیڑھے خاں کا ہوا۔

## کافی نمبر ۱۱۵

نی ستیو میں گئی گواچی

کھول گھنگھٹ میں ناچی

جس ول ویکھاں ات ول اوہی      قسم اسے دی ہور نہ کوئی

فہو مغمکم پھر گئی دھوئی      جب گور پتری باچی

نی ستیو میں گئی گواچی

کھول گھنگھٹ میں ناچی

نام نشان نہ میرا ستیو      جو آکھاں تسیں چپ کر رہیو

ایہ گل مول کسے نہ کہیو      بتھا خوب حقیقت جاچی



نی سیو میں گئی گواچی  
کھول گھنگھٹ میں ناچی

پھر میاں طالب فرماتے ہیں:

## کافی نمبر ۱۱۶

اب ہم گم ہوئے پریم نگر کے شہر  
اپنے آپ نوں سوہدھ رہیا ہوں نہ سر نہ پیر  
لتھے پکڑے بھلے گھر تھیں کون کرے زردیر  
خودی کھوئی اپنا پد چیناں تب ہوئی گل خیر  
بتھا شوہ ہے دوہیں جہانیں کوئی نہ دسدا غیر

یعنی الحمد للہ! فنا کلی حاصل ہوئی۔ کہ ہم پریم نگر میں گم ہو گئے۔ اور یہاں تک  
اس میں فنا ہوئے۔ کہ اپنے آپ کو سوہدھ رہا ہوں۔ نہ سر ہاتھ نہ پیر۔ یعنی چھوٹے  
چھوٹے اعضاؤں کا ذکر کیا ہے۔ بڑے بڑے اعضاء جو سر ہاتھ اور پیر ہیں۔ ان کا  
بھی کہیں پتہ نہیں ہے۔ جب اپنی خودی یعنی ہستی موہومی کو کھویا۔ اور اپنا پد یعنی  
ذات عدم مطلق معلوم کی۔ تب گل خیر ہوئی۔ اور یہ امر واقع ظاہر ہوا۔ کہ شوہ یعنی  
معشوق حقیقی جو ہستی صرف وجود مطلق ہے۔ وہی دونوں جہاں میں جلوہ فرما ہے۔  
اس کا غیر حقیقی کوئی دکھائی نہیں دیتا۔

واضح ہو کہ غیر دو قسم کا ہے۔ ایک غیر حقیقی دوسرا غیر اعتباری غیر حقیقی اس کو کہیں  
گے۔ جو دوسرے سے کسی امر میں شرکت بھی نہ رکھتا ہو۔ تو غیر حقیقی نہ ہوگا۔ غیر  
اختیاری ہوگا۔ جس امر میں دو چیزوں کی شرکت ہے۔ اس کو ماہہ الاشتراک اور ماہہ

الاتحاد کہتے ہیں۔ اور جس امر میں ان کی شرکت نہیں ہوتی۔ اس کو بالامتیاز کہتے ہیں۔ واجب تعالیٰ کا غیر حقیقی معدوم ہے۔ پس معدوم مطلق اپنے معنی خود معدوم ہے۔ باقی رہیں۔ عالم کی چیزیں۔ کہ ایک چیز دوسری کی غیر حقیقی ہے یا غیر اعتباری یہ امر تھوڑے سے تا مل اور غور سے معلوم ہو جائے گا۔ کہ کوئی چیز دوسری کی غیر حقیقی نہیں ہے۔ کسی نہ کسی امر میں ان کا لگاؤ پایا جاتا ہے۔ دونوں امر ان میں ہوتے ہیں۔ یعنی امر مابہ الاشتراک بھی ہوتا ہے۔ اور امر مابہ امتیاز بھی۔ پس مابہ الاشتراک کی وجہ سے ایک دوسرے کے غیر حقیقی نہیں ہو سکتی۔ اور مابہ الامتیاز کی وجہ سے غیر اختیاری کہنے میں آتی ہے۔ جیسے زید اور بکر ہیں۔ کہ ان میں امر مابہ الاشتراک تو انسانیت مطلقہ ہے۔ جس میں دونوں کی شرکت ہے۔ اور مابہ الامتیاز ان کا تعین اور شخص ہے۔ جس سے وہ ایک دوسرے سے میتر ہے ہیں پس باہم غیر حقیقی نہیں ہیں۔ غیر اعتباری نہیں ہیں۔ ایسے ہی انسان اور فرس میں کہ ان میں بھی دونوں امر مابہ الاشتراک اور مابہ الامتیاز پائے جاتے ہیں۔ مابہ الاشتراک تو ان کی حیوانیت ہے۔ جس میں دونوں کی شرکت ہے اور مابہ الامتیاز ان کا تعین تشخیص ہے۔ جس سے وہ ایک دوسری سے ممتاز ہیں۔ پس باہم غیر حقیقی نہیں ہیں۔ غیر اختیاری ہیں۔ ایسے ہی انسان اور پہاڑ اور درخت ہیں۔ کہ امر جسمانی میں ان کا اشتراک ہے۔ اور اس وجہ سے وہ باہم غیر حقیقی نہیں ہیں۔ اپنے تعینات اور تشخیصات کی وجہ سے جو مابہ الامتیاز ان کا ہے۔ غیر اعتباری ہیں۔ اور ایسے ہی عالم کی اور تمام چیزیں ہیں کہ امر امکان میں ان کا اشتراک ہے۔ اور اس وجہ سے وہ باہم غیر حقیقی نہیں ہیں۔ اپنے تمام تعینات اور تشخیصات کی وجہ سے جو مابہ الامتیاز ان کا ہے۔ غیر اعتباری ہیں۔ ایسے ہی ممکن اور واجب میں کہ وجود مطلق کا ان مابہ الاشتراک ہے۔

اور اسی وجہ سے وہ باہم غیر حقیقی نہیں ہیں۔ غیر اختیاری ہیں۔

## قطعہ

(لمعہ از لمعات عراقی)

حقیقت ہمہ چیز آمد یکے      تو اندر مراتب بکن فر قہا  
نظر بر حقیقت ہمہ عین ہست      نظر بر تعین ہمہ غیر ہا

رباعی عماد رحمۃ اللہ علیہ

از روئے تعین و تمیز اشیاء      شک نیست ہمگی غیر خدا  
در روئے حقیقت ہمہ عین اند      در عالم اوحادت نہ بود غیر خدا

رباعی جامی رحمۃ اللہ علیہ

گر کاسب شر بود و گر طالب خیر      گر صاحب خانقاہ و گر راہب غیر  
از روئے تعین ہمہ غیر اندرز عین      از روئے حقیقت ہمہ عین اندرز غیر

## ابیاتِ رہتکی

اے ہستی صرف ذات و مطلق      موجود حقیقی تو ہے الحق  
تو ہست ہے ہم نیست ہیں بالذات      اور ہیں بھی تو تیرے اعتبارات  
ہے غیر حقیقی تیرا معدوم      موجود تو ہی ہے ہم ہیں موہوم  
ہم غیر نہیں ہیں تیرے باری      اور غیر بھی ہیں تو اعتباری  
پھر ایسے کا اعتبار کیا      جو کہنے کو غیر اور سوا ہے

فی الواقع ہے معتبر حقیقت  
ہم غیر کو تیرے کیسے مانیں  
ان شاخوں کا نام خلق عالم  
پھر ان میں ہر ایک ایک شان ہے  
پس تیرا ہی جلوہ ہے جہاں میں  
تو ہی تو عیاں ہے آب و گل میں  
تیری ہی تجلّی آب و گل ہیں  
جلوہ ہی تیرا نیا ہر بار  
ہر آن میں تیری ہے نئی آن  
یعنی ہر آن میں تیری نئی شان ہے۔ اور اس میں نئی ہر آن ہے۔ یعنی ہر شان  
اور ہر مرتبہ کا حکم اور اثر دوسرے سے الگ ہی ہے۔ اور ہر تجلّی غیر مکرر ہے۔ کیونکہ  
تجلّی مکرر فعل عبث ہے۔

### رباعی عماد

تکرار تجلّی بخدائے متعال  
ز اں روئے کہ عبث باشد و بس  
نسبت کردن بہ بندہ شراست دو بال  
فعل عبث از خالق افعال محال  
پس اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیجئے۔ کہ جہاں کہیں صوفیاء کرام قدس اللہ  
اسرار ہم غیر کی نفی کرتے ہیں۔ وہاں لفظ غیر سے ان کی مراد غیر حقیقی ہوتی ہے۔ جیسے  
کسی کا قول ہے کہ:

کجا غیر کو غیر کو نقش غیر  
سواء اللہ واللہ ما فی الوجود

جائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

## رباعی

اے غیر ترا بسوئے تو سیرے نے      خالی از تو مسجد و دیرے نے  
دیدم ہمہ طالبان و مطلوبان      آں جملہ توئی و درمیان غیرے نے

یا جیسے یہاں بلھے شاہ قدس سرہ نے فرمایا ہے:

بلھا شوہ ہے دوہیں جہانیں کوئی نہ دسدا غیر

یہاں لفظ غیر سے غیر حقیقی مراد ہے۔ نہ غیر اعتباری کہ غیر اعتباری کا وہ اثبات کرتے ہیں۔ یعنی جب ان کی نظر پر حقیقت ہوتی ہے۔ تو غیر کی نفی کرتے ہیں۔ اور جب نظر بر مراتب ہوتی ہے۔ تو اس کا اثبات کرتے ہیں۔ جیسا کہ رباعیات متذکرہ صدر عراقی حضرت اور حضرت جانی اور حضرت عماد قدس اللہ اسرارہم سے ظاہر ہے۔ اور یہاں تک اس کا اثبات کرتے ہیں۔ کہ ہر تجلّی کو غیر مکرر فرماتے ہیں۔ جیسے اشعار ذیل سے واضح ہے۔

## رباعی عماد رحمۃ اللہ علیہ

مستی کہ آفتاب نور باشد      در ہر آنے بشاں دیگر باشد  
چوں جلوۂ او نیست مکرر ہرگز      ز اں روئے شیون مکرر باشد

## رباعی جامی رحمۃ اللہ علیہ

ہر دم ز تو درویدہ خیالے بینم      در ہر دیدن تازہ جمالے بینم  
چوں جلوہ تو نیست مکرر جاناں      کز دیدن تو بدل ملالے بینم

## فرو جامی رحمۃ اللہ علیہ

ہر لحظہ جمال خود نوع دگر آرائی      شور و گرا انگیزی و شوق دگر افزائی

## مغربی رحمۃ اللہ علیہ

ہر لحظہ بشکل آں بت عیار برآمد  
ہر دم بلباسِ دگر آں یار برآمد

## مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ

چوں رخت را ہر زماں حسن و جمالے دیگر است  
لاجرم لا تو مرا ہر دم خیالی دیگر است

## ایضاً

حجاب روئے تو ہم روئے تست در ہمہ حال  
نہانی از ہمہ عالم از بسکر پیدائی  
زر شک ماٹنا سد ترا کسے ہر نجوم  
جمال خود بلباسِ دگر گل پیارائی

## ایضاً

یار ماہر ساعتی آید بیازارے دگر  
تا بود حسن و جمالش را خریدارے دگر  
کسوتی دیگر پوشد جلوہ دیگر کند  
مظہر دیگر نماید بہر اظہارے دگر

## حافظ رحمۃ اللہ علیہ

شاہد در بایں من سے کند از برائے من  
نقش و نگار و رنگ و بو تازہ بتازہ نو بنو  
اس مسئلہ عدم تکرار تجلی کو اچھی طرح سمجھ لیجئے اور اس بات کو جان لیجئے کہ  
صوفیاء کرام اس مسئلہ کے باعث کہ ان کے نزدیک تحقیقاً یہ بات ہے۔ تجلی مکرر  
نہیں۔ تناخ کے قائل نہیں ہیں۔ تجلی کے قائل ہیں۔ تجلی اور تناخ میں بڑا فرق  
ہے۔ جو کوئی ان کے بیان تجلیات سے ان کو تناخ کا قائل سمجھے وہ نادان ہے۔ اور  
غلطی پر ہے۔

صاحب گلشن راز فرماتے ہیں:

تناخ نیست این گزودی معنی  
ظہور او نیست در عین تجلی

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ہر لحظہ بشکل آں بت عیار برآمد  
ہر دم بلباس دگر آں یار برآمد  
القصد ہموں بودہ سے آمد و میرفت  
تا عاقبت آں شکل عرب دار برآمد  
این نیست تناخ وحدت صرف است  
کافر شود آں کس کہ بانکار برآمد

اور صوفیاء کرام تجلّی غیر مکرر یہاں تک فرماتے ہیں۔ کہ ہر آں غیر مکرر فرماتے ہیں۔ کہ کسی چیز کی نمائش ایک حال پر یا اس کی بقاء ایک عرصہ تک جو معلوم ہوتی ہے۔ وہ نمائش ایک حال پر یا وہ بقاء نہیں ہے۔ تجد و امثال ہے۔ چنانچہ صاحب رسّحات فرماتے ہیں:

نیست تکرار در تجلّی او گرچہ باشد بروں زحد و شمار  
لیک آں از تجد و امثال سے نماید بصورت تکرار  
مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

### رباعی

چیز یکہ نمائشش بیک منوال است و ندر صفت وجود بیک حال است  
در بدو نظر گرچہ بقائے دارد آں نیست بقا تجد و امثال است  
اس تجد و امثال کی زیادہ شرح دیکھنی ہو۔ تو شرح رباعیات جامی رحمۃ  
اللہ علیہ اور پوٹھی لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے دوہرہ نمبر ۱۲۸ کی شرح دیکھئے۔ پس  
صوفیاء کرام دو صفت فناہ اور بقاء کے قائل ہوئے ہیں۔ اور ان کے نزدیک  
عالم کے لئے بقاء یعنی ہستی نہیں ہے۔ جو بقاء معلوم ہوتی ہے۔ وہ تجد و امثال  
کی وجہ سے غلطی نظر اور افعال ہے۔ خلاصہ اس ساری تقریر کا قواعد ہائے  
ذیل ہیں:

قاعدہ ۱: جب نظر بر حقیقت ہو تو غیر حقیقی کی نفی کرو

قاعدہ ۲: جب نظر بر مراتب ہو۔ تو غیر اعتباری کا اثبات کرو۔ اور ہر مرتبہ کے

حکم اور اثر الگ جانو۔ اور اس کا حفظ رکھو۔ جو کوئی ان دونوں قاعدوں پر عمل کرتا



ہے۔ صدیق کہلاتا ہے۔ اور جو کوئی قاعدہ دوم کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ وہ زندیق کہلاتا ہے۔ اس لئے کہتے ہیں۔

”گر حفظ مراتب نہ کنی زندیقی“

اور اس بات کو اچھی طرح سمجھ لینا۔ کہ جب کوئی بیان نظر برحقیقت ہو۔ تو اس کو نظر برحقیقت نہ سمجھنا۔ وہ بڑے نادان ہیں۔ جو بیان تو نظر برحقیقت ہو۔ اور اس کو نظر بر مراتب سمجھ جائیں۔ اور یہ بیان نظر بر مراتب ہو۔ اس کو نظر برحقیقت سمجھ جائیں۔ اور یہ بیان حضرت بلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ صاحب کا ہے۔

بلھا شوہ ہے دوہیں جہانیں کوئی دسدا غیر

یا یہ کہ

اربعہ عناصر آپ بن آیوں وچہ ور بیٹھا آپے  
آپے کڑی تے آپے منڈا آپے ہو یا ماپے  
آپے روے تے آپے پٹے آپے کرے سیاپے  
بلھا شوہ بن ہو نہ دو جا آپے آپ تھیں جاپے

نظر برحقیقت ہے۔ نہ نظر بر مراتب جو کوئی اس کو نظر بر مراتب سمجھے۔ وہ بڑا

نادان ہے۔ صوفیاء کرام قدس اللہ اسرارہم کا خیال غیریت حقیقت سے پاک اور

غیریت اعتباری سے پُر ہوتا ہے۔ کبھی وہ اپنے تئیں خدا نہیں سمجھتے۔ سمجھنے والے کی

غلطی ہے۔ صوفیاء کرام رحمۃ اللہ علیہ طالبان حق سے دوام کراتے ہیں۔ ایک

غیریت حقیقی کی اس کے خیال سے نفی کراتے ہیں۔ دوسری غیریت اعتباری کا

اثبات کراتے ہیں۔ پہلے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ اور دوسرے مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ اپنی اپنی

اصطلاح میں کہتے ہیں۔ جو کوئی فقرہ اول کا دل اور زبان سے عاقل اور قائل ہو۔

اور دوسرے فقرے کا دل اور زبان سے عامل اور قائل نہ ہو۔ اس کو ناقص جانتے ہیں۔ رسالہ عقائد صوفیاء میں حضرت سید محمد کا پوری قدس سرہ نے فرمایا۔ کہ جو اس حقیقت کو ان تقیدات میں بے اتحاد اور تباہی کے پائے وہ مسلمان حقیقی ہے۔ ورنہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ اس کو حاصل ہو جائے گا۔ محمدؐ اعبدہ و رسولہ حاصل نہ ہوگا۔ انتہی

حضرت شیخ محمد بن غلام غوث بٹالوی قدس سرہ نے بیت رمزا لعشق کی شرح میں مرتبہ تعین کو محمد رسول اللہ فرمایا ہے۔ کیونکہ صوفیاء کرام تعین اول کو حقیقت محمدیٰ اور صورت محمدیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مرکز امر مدار حقیقت محمدیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ جان عالم فرماتے ہیں۔ پس کچھ شک نہیں کہ باوجود لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ہونے کے محمد رسول اللہ ہے۔ العبد عبدًا و الرب رب ہے۔ کہتے ہیں۔ کہ ایک فرقہ ظاہریہ ہے جو وحدت وجود کو نہیں جانتا۔ اور دھوکہ وہی عقل عزیزی ہے۔ ہر شے کو دوسرے کا غیر حقیقی جانتا ہے۔ وہ فی الحقیقت لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ نہیں کہتا۔ اور ایک فرقہ باطنیہ ہے۔ جو وحدت الوجود میں یہاں تک غرق ہے۔ کہ حفظ مراتب نہیں رکھتا قولاً و فعلاً اپنی سمجھ ناقص اور خیال خام سے ہر شے کو خدا ہی کہتا ہے۔ وہ فی الواقع محمد رسول اللہ نہیں کہتا۔ کلمہ طیبہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ محمد رسول اللہ دونوں خرابیوں سے نکالتا ہے۔ یعنی بواطن اشیاء میں وحدت اور ظواہر اشیاء میں کثرت ثابت کراتا ہے۔ اور عارف مقتدا وہی ہے۔ جو وحدت کو بواطن اشیاء میں کثرت کو ظواہر اشیاء میں ثابت کرے۔ جیسے حضرت شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی چشتی قدس سرہ سوا السبیل کے مرحلہ چہار دہم فرماتے ہیں کہ۔

الناس اما محبوبون ولا يريدون الكثرة و الغیرہ یعنی لوگوں کو یا تو محبوبوں ہیں۔ جو سوائے کثرت اور غیریت کے اور کچھ نہیں دیکھتے۔ و اما

يجذبون فلا يرون الا الوحدة والعينه يا مجذوبين ہیں۔ جو سوائے وحدت اور عینیت کے اور کچھ نہیں دیکھتے۔ فہما لا يصلحان الاقتداء بها پس یہ دونوں فرقے اقتداء کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ لا فہما محجوبون بظلمة الکثرة او بنورة الوحدة۔ کیونکہ یہ دونوں محجوب ہیں۔ پہلا فرقہ تو ظلمت کفر سے محجوب ہے۔ اور دوسرا نور وحدت سے محجوب ہے۔ والعارف المقتدی هو الذی جمع الطورین اور عارف مقتدا وہ ہے۔ جو دونوں طوروں کو جمع کرتا ہے۔ فثبت الوحدة فی بواطن الاشياء و یثبت الکثرة فی ظواہرہا کہ وہ بواطن اشیاء میں ثابت کرتا ہے۔ فعین و مدته مفتوحة عین کثرة و کذ العکس پس اس کی وحدت کی آنکھ کثرت کی آنکھ کے ساتھ کھلی ہوئی ہے۔ اور ایسے ہی کثرت کی آنکھ وحدت کی آنکھ کے ساتھ کھلی ہوتی ہے۔ فیثبت الربوبیة و العبودیة والعینیة والغیریة فی لبواطن والظواہر پس وہ ربوبیت کو بھی اور عبودیت کو بھی عینیت کو بھی غیریت کو بھی بواطن اور ظواہر میں ثابت کرتا ہے۔ ولا یطمس احکاماً اور ان کے حکموں کو نہیں مٹاتا فالممکنات عیناہ حقیقة وغیرہ اعتباراً پس ممکنات عین اس کے حقیقتاً اور اس کے اعتباراً فمن حیث التعینات الغیریة ملوبة ومن حیث الحقیقة العینیة محققة پس تعینات کی حیثیت سے مسنوبہ ہے۔ اور حقیقت کی حیثیت سے عینیت محققہ ہے۔ فالممکنات بجمیع الوجوہ لا عینیہ ولا غیرہ اور ممکنات بجمیع الوجوہ نہ اس کا عین ہیں۔ نہ اس کا غیر بل وجہ الذات عینہ بوجہ التعین غیرہ بلکہ بوجہ ذات کے اس کا عین اور بوجہ تعین کے اس کے غیر ہیں۔ کما ان زید اعین الا نسان حقیقة وعین تعیناً فان

الامتياز كل تخل بلا طلاق جیسے زید انسان کا عین حقیقتاً اور اس کا غیر تعینات ہے۔ کس لئے کہ امتیاز اطلاق جاتا رہتا ہے۔ قال الشيخ ابو الحسن شا فاتی قدس سرہ یعنی شیخ ابوالحسن شاذلی قدس سرہ نے فرمایا ہے۔ ینبغی ان یکون الفرق علی لسانک والجمع فی قبلک۔

اے طالب صادق! میرے حال کے لائق یہ ہے کہ تیری زبان میں فرق ہو۔ اور تیرے دل میں جمع ہو۔ و هذا هو الکمال اور یہ وہ حال ہیں۔ جس کو کمال کہتے ہیں۔ فالمقید محتاج الی المطلق مشتاق الی المقید فی ظہور پھر اس بات کو جاننا چاہئے کہ مقید محتاج مطلق کا وجود میں ہے۔ اور مطلق مشتاق مقید کا ظہور میں ہے۔ والممکنات من حیث الاطلاق متحدہ و من حیث التقییدات متعددہ پس ممکنات حیث اطلاق سے متحدہ ہیں۔ اور حیثیت تقییدات سے متعددہ میں۔ فاحکام الاطلاق لاقیة عند التقییدات و احکام التقییدات فاخذة عند الطلاق پس احکام تقییدات کے وقت باقی رہتے ہیں۔ اور احکام تقییدات کے اطلاق کے وقت تک رہتے ہیں۔ والاتزام و الاتقارض ولا تناکر نی حکامہا بخلاف احکام مختصہ بکل واحد منها اور ایک ان میں سے دوسرے کے احکام مراحم یا متعارض یا منکر نہیں ہوتا۔ بخلاف اپنے اپنے احکام مختصہ کے فانہا متعارضة کہ وہ متعارض ہیں۔ مثلاً الانسان او اقیس مالا نسانیت الی زید تحکم الکلیة مثلاً یو احم الجرنیة الثابتہ فی زید جیسے انسان زید کو قیاس کیا جاوے۔ تو حکم کلیت کا مثلاً مزاحم ہوتا ہے۔ حکم جزئیت کے جو زید میں ثابت ہے۔ و اما کونہ جسماً متحرکاً مالا راوۃ لا یزاحمة الزیدیة مگر اس جسم کو متحرک بالارادة ہوتا قیاس کیا جاوے۔ تو

زیدیت کا مزاج نہیں ہوتا۔ کذالک الجوب الامکان و تقدم  
والحدوث فان كلا من حيث التلبس بعارض لاخرة ایسے وجوب  
اور امکان اور قدم اور حدوث ہیں۔ کہ ہر ایک ان کا حیثیت تلبس کے دوسرے کا  
معارض ہوتا ہے واما من حيث التجرد فلا۔ مگر حیثیت تجرد متعارض نہیں  
ہوتی۔ کیف (یہ بات ہاہمی کی) کیونکر ہو۔ وهذا الاحکام فی عين التجرد  
منعمة نه یہ کہ احکام عین تجرب میں ڈوب گئے ہیں۔ الاتری ان عصا موسیٰ  
على نبينا و عليه الصلوة والسلام ترى الحية واما فی الواقع حية  
لكن الاعصاه کیا یہ بات تجھ کو معلوم نہیں ہوئی۔ کہ موسیٰ علیہ الصلوة والسلام کا  
عصا سانپ دکھائی دیتا تھا۔ اور فی الواقع وہ سانپ نہیں تھا۔ بلکہ عصا ہی تھا۔ فہی  
عصاه وليست بحية و حية وليست بعصاه پس وہ عصا ہی تھا۔ اور سانپ  
نہیں تھا۔ یا سانپ تھا عصا نہیں تھا۔ و العصا عين الحية و الحية عين العصا  
اور عصا عین سانپ تھا۔ اور سانپ عین عصا و العصا غير الحية و الحية غير  
العصاء اور عصا سانپ کا غیر اور مانپ عصا کا غیر تھا۔ اور سانپ عصا کا غیر تھا۔  
و كذا احيال السحرة و عصيهم حيات فی نظرنا ایسے رسیاں اور لکڑیاں  
ساحروں کی موسیٰ علیہ السلام کی طرف والوں کی آنکھوں میں سانپ نظر آتے ہیں۔  
والحيات حبال و عصا. حالانکہ وہ سانپ فی الواقع رسیاں اور لکڑیاں ہی  
تھے۔ كل هذا فی التحليل فليس فی نفس الامر الا ذات واحدة  
متلبسة باحكام تخيل انها غير ها لسبب تلك الاحكام اور ایسے ہی  
(اور جب نظر آتے ہیں وہ) سب تخیل میں ہیں۔ اور نفس الامر میں صرف ذات  
واحد کے سوا احد کوئی نہیں۔ اور وہ ذات متلبس یا حکام تخیل ہے۔ اور ان احکام کی

وجہ سے وہ غیر معلوم ہوتی ہے۔ انتہی کلام حضرت شاہ کلیم اللہ جہان آبادی قدس سرہ  
العزیز۔

سبحان اللہ! یہ کیا اچھا کلام ہے۔ کیا پیارا کلام ہے۔ سالکوں کیلئے کیا اچھا دستور  
العمل ہے۔ اور کیوں نہ ہو۔ بڑے اولیاء اللہ۔ بڑے کامل اور محقق کا کلام ہے۔ قلم  
اور زبان سے تعریف ان کی بیان نہیں ہو سکتی۔ آپ قدوة الکاملین زبدۃ العارفین  
دادا پیر حضرت مولانا فخر صاحب رحمۃ اللہ علیہ دہلوی قدس سرہ کے ہیں۔ جو دادا پیر  
حضرت شاہ سلیمان رحمۃ اللہ علیہ صاحب تونسوی قدس سرہ کے تھے۔ وفات  
حضرت ممدوح کی گیارہ سو بیالیس ہجری (۱۱۴۲ھ) میں ہوئی۔ مزار مبارک دہلی  
میں جامع مسجد اور لال قلعہ کے مابین زیارت گاہ عالم ہے۔ (دیکھو صفحہ ۴۹۵ خزینہ  
الاصفیاء جلد اول مناقب المحبوبین صفحہ ۴۵)

اب مختصر حال ان دونوں کاموں کا بیان کیا جاتا ہے۔ جو صوفیائے کرام قدس  
اللہ سرارہم طالبان حق سے کراتے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

## پہلا کام لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

یہ کام آسان نہیں ہے۔ صرف زبان سے کہنے سے پورا نہیں ہوتا وہم جو مخلوق کیلئے پیدا کیا گیا ہے۔ وہ یہ خیال پیدا کرتا ہے۔ کہ عالم کی اور ہماری ہستی مستقل و رائے ہستی حق کے ہے۔ اور جتنے افعال ہم سے صادر ہوتے ہیں۔ یہ وہم اور تصور اور خلاف واقع ہے۔ کیونکہ امر واقع یہ ہے کہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ اے لاموجود الا اللہ لا غافل فی الحقیقت الا اللہ یہ وہم صرف لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہنے سے دور نہیں ہوتا۔ ابھی ہم کہتے ہیں کہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ اے موجود الا اللہ اور اللہ و لا سواہ اور اس پر بھی یقین کرتے ہیں کہ:

چیزے کہ وجود او خود نیست ہستیش نہزدا از خرد نیست

اور ابھی کسی بات چیت میں کسی کام میں پھر اپنی ایک مستقل ہستی و رائے ہستی حق کے سمجھتے ہیں۔ اور کاموں کی نسبت فی الحقیقت اپنی طرف کرتے ہیں۔ اسی وہم میں اور ہستی موہومی کے پھندے میں گرفتار ہیں۔ ہمارا بھی حال اسی کا سا ہے۔ جو مرض وہم میں بیمار ہیں۔ کہ جب کوئی تنکا چھت سے گرتا ہے تو کہتا ہے۔ کہ میری چھاتی پر کڑی گر پڑی۔ قوت وہم نے تنکا اس کو کڑی دکھایا۔ پھر جب اس کو دو اپلائی جاتی ہے۔ تو وہ خوش ہوتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ اب میں اچھا ہو گیا۔ مگر چونکہ مادہ فاسد کا پورا اخراج نہ ہونے کی وجہ سے ابھی مرض وہم کا ازالہ نہیں ہوا۔ پھر تنکا چھاتی پر

گرتا ہے۔ تو کہتا ہے۔ کہ کڑی میری چھاتی پر گر پڑی۔ ایسا ہی حال ہمارا ہے۔ کہ  
حال ہمارے قول لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کی تکذیب کرتا ہے۔ صوفیائے کرام ایسے ہی  
حال میں ہم کو بت پرست کہتے ہیں۔ بقول آنکہ

(دیکھو فتوح الغیب مطبوعہ مصر صفحہ ۳۴)

تادرتو زیندار تو ہستی باقی است

مے دان بہ یقین کہ بت پرستی باقی است

گفتی بت پندار شکستم رستم

ایں بت کہ تو پندار شکستی باقی است

جو کوئی زبان سے صرف لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہنے پر اکتفاء کر لیتا ہے۔ اور بت

پندار کو نہیں توڑتا۔ تو وہ اگرچہ دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے۔ الا مسلمان حقیقی

نہیں ہوتا ہے۔ حافظہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

گر مسلمانی ہمیں است کہ حافظ دارد

آہ گر از پے امروز شود فرو آئی

اور حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ "توبة الناس من

الذنوب و نوبتی من قول لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ" یعنی اس قول پر اکتفاء کرنے سے

توبہ ہے۔ پس اس بات کو یقیناً جانئے کہ المقلد فی الشریعة ناجی والمقلد

فی الطريقة ہالک یعنی مقلد مقام شریعت میں تقلید سے ضروری ناجی ہے۔

اور نجات پاتا ہے۔ مگر مقلد مقام طریقت میں تقلید سے ہلاک ہو جاتا ہے۔ جب

ہستی موہومی طالب حق کے خیال سے قطع ہو جاتی ہے۔ تو لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ اس کا حال

ہو جاتا ہے۔ زبان سے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہنے کی حاجت نہیں رہتی۔ بلکہ وہ کہہ نہیں



سکتا۔ جیسے حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کا حال تھا۔ جس کو عطار نے اس طرح نظم کیا ہے:

آں یکے وقت نزع شبلی را  
گفت اے قدوۂ فنعار و کبار  
کہ بگو لا الہ الا اللہ  
مغفرت خواہ ایزو و غفار  
بہ تبسم در آمد و بشگفت  
ہچو روئے بہار و چہرہ یار  
گفت معشوق من نہ استغناء  
نکشاید زر دئے رشوت کار  
بعد ازیں ماؤ ساقی لب جو  
بعد ازیں ماؤ یارو بوس و کنار  
بعد ازیں ماؤ نغمہ و مطرب  
بعد ازیں ماؤ خانہ خمار

چھوٹے میاں تو چھوٹے میاں۔ بڑے میاں سبحان اللہ۔ سید الطائفہ حضرت

جنید کا ارشاد سنئے۔

سالکے مر جنید را پرسید  
کائے زسرتا قدم ہمہ اسرار  
بہ تکلم در آ کہ مشرک کیست  
گفت کاں ہرزہ گوئی کو دن ساز

ہر کہ نہ دیدہ نام او گوید  
سرک است آن فضول و ناہموار

مشرک اس واسطے ہے۔ کہ وہ ہستی مستقل اپنی ورائے ہستی حق کے سمجھتا ہے۔  
اور ہستی مستقل میں جو محض حضرت حق کی ہے۔ اپنی شرکت قائم کرتا ہے۔ اور ہستی  
میں خدا کا سا جھی بنتا ہے۔ اور کہتے ہیں کہ سب سے بڑا شرک فی الوجود ہے اور  
کہتے ہیں کہ 'وجودک زنب لا یقاس بہ' زنب پس صوفیائے کرام رحمۃ اللہ  
کے نزدیک جس کی ہستی موہومی واقع نہیں ہوئی۔ وہ مشرک ہے۔ آہ۔ آہ۔ بقول  
جای رحمۃ اللہ علیہ:

### رباعی

کی باشد کی لباس ہستی شدہ عشق  
تابان گشتہ جمال و وجہ مطلق  
دل در سطوات نور او مستہلک  
جان در غلبات شوق او مستغرق

### رباعی ایضاً

خوش آنکہ لباس و ہم را شق بینم  
حق را ہمہ خلق و خلق رام حق بینم  
بے آنکہ شود قید حجاب اطلاق  
در ضمن مقیدات مطلق بینم

صوفیاء کرام رحمہم اللہ علیہم جو حکمائے حاذق طب روحانی کے ہیں۔ اس مرض

وہم کا علاج فرماتے ہیں۔ بت پندار کے توڑنے کی تدابیر بتاتے ہیں۔ طالبِ حق کا جیسا مرض جنسی استعدادِ طبعی جیسی قابلیت پاتے ہیں۔ ویسے ہی مجاہداتِ عبادات تصوراتِ اشغال و اذکار مناسب حال اس کا فرماتے ہیں۔ جو کوئی طالبِ ان میں پورا اترتا ہے۔ وہی اپنی مرادات پاتا ہے۔ بہت سے کم نصیب راہ میں رہ جاتے ہیں۔ جیسے حضرت بلھے شاہ صاحبِ قدس سرہ فرماتے ہیں:

”کوئی ورلی پار لنگھیندی اے“

یہ حکمائے طب روحانی فرماتے ہیں۔ کہ سب سے اچھا نسخہ اس مرض کے دور کرنے کا عشقِ حقیقی ہے۔ مگر یہ شرط ہے وہ عشق اپنے شیخ سے ہو۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پھر حق سے۔ جو اس قاعدے اور ترتیب سے نہ ہو۔ وہ عشق نہیں۔ مانجھو لیا ہے۔

## مولانا رومؒ

شاد باش اے عشق خوش سوادے ما  
 اے طبیبِ جملہ علت ہائے ما  
 اے دوائے نخوت و ناموس ما  
 اے افلاطون و جالینوس ما

## بیت

عشق کیا شے ہے کسی کامل سے پوچھا چاہئے  
 کس طرح جاتا ہے دل بیدل سے پوچھا چاہئے  
 عشق ایک آگ ہے جس کے تن میں لگ جاتی ہے۔ اس کو جلا کر خاک سیاہ

کردیتی ہے۔ عدم اصلی کو پہنچاتی ہے۔ کندن بناتی ہے۔ یایوں کہو۔ کہ عشق حقیقی ایک بجلی ہے۔ جو شیخ کی توجہ اور محبت کی تار محمدن بیٹری (حقیقت محمدی) اسٹیشن الہی (جذب قدیم حق مطلق) سے آتی ہے۔ اور ہزار ہا تماشے دکھاتی ہے۔ کبھی شمع برقی بنتی ہے۔ ایک عالم کو روشن کرتی ہے۔ کبھی دم دم میں عالم غیب کی تار برقیوں لاتی ہے۔ عالم شہادت کی پتلیاں نچاتی ہے۔ تمام کافیاں حضرت بلھے شاہ صاحب قدس سرہ کی اس کا پتا بتا رہی ہیں۔ یہی تماشے عاشقوں کو دکھا رہی ہے۔

یایوں سمجھو۔ کہ عشق ایک مقناطیسیت ہے۔ جو مقناطیس قدیم سے حقیقت محمدی میں آتی ہے۔ اور حقیقت محمدی سے اولیاء کرام میں سرایت کرتی ہے۔ اور ان کو مقناطیس بناتی ہے۔ اور ارواح اولیاء کرام سے ارواح طالبان میں آتی ہے۔ مگر چونکہ طاہروں کی ارواح کوئی استعداد فولادی رکھتی ہے۔ اس کو ہمیشہ کے لئے مقناطیس بنا دیتی ہے۔ اور جو آہنی رکھتی ہے۔ اس میں اسی وقت تک رہتی ہے۔ جب تک وہ حد تاثیر مقناطیس میں یعنی صحبت روح ولی اللہ میں رہے۔ جن کے روح میں نہ استعداد فولادی ہو۔ نہ آہنی۔ ان میں یہ مقناطیسیت نہیں جاتی۔ اور اپنا اثر کچھ نہیں دکھاتی۔ اس بیان کو حضرت عزیز الدین محمود کاشی قدس سرہ ترجمہ عوارف کے باب سوئم فصل نہم میں اس طرح لکھتے ہیں۔

(دیکھو مصباح الہدایت ترجمہ عوارف مطبوعہ نولکشور صفحہ ۸۴، ۸۵)

کہ مثال محبت قدیم کی جذب حقیقت محمدی میں ایسی ہے۔ جیسے کہ خاصیت مقناطیس اپنی صفت کو کہ خاصیت جذب آہن ہے۔ اپنے مجذوب اور محبوب کو دیتا ہے۔ تاکہ وہ بھی دوسرے آہن کو جذب کر لے۔ اور علیٰ ہذا خاصیت ہر جاذب کی اپنے مجذوب میں سرایت کرتی ہے۔ (یعنی دوسرا مجذوب تیسرے کا جاذب ہو جاتا

ہے۔ اور تیسرا مجذوب چوتھے کا جاذب ہوتا ہے۔ علی ہذا دیگر مجذوبوں کا حال ہے) ایسے ہی روح محمدی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ محبوب اور مجذوب اول ہے۔ اور خاصیت جذب ارواح مومنوں کی اس نے مقناطیس محبت قدیم سے اکتساب کی ہے۔ ہزار ہا ارواح صحابہ کرام کو اطراف اور اکناف سے اپنی طرف کھینچ لیا ہے۔ اور ان میں سے ہر ایک نے بقدر استعداد کے اس خاصیت سے حصہ لیا۔ اور پھر تابعین کے ارواح کو اپنی طرف کھینچا۔ اور یہ خاصیت قرناً بعد قرناً اور بطناً بعد بطناً منتقل ہوتی رہی۔ اور سلسلہ مریدی اور مرادی کا قائم ہوا۔ اور ہر مرید مراد ہوا۔ پس ظاہر ہے کہ یہ معنی اثر برکت متابعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ یعنی جس کسی نے واسطہ کمال متابعت رسول پر رابطہ اتصال با ارواح مشائخ سے روح نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اتصال پایا۔ محبت الہی اس میں پیدا ہوئی۔ مرتبہ محبوبی اور مرادی کا پایا۔ کیونکہ ارواح مشائخ کے علی الترتیب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور متابعت میں پیوستہ ہیں۔ اور خاصیت محبت الہی نے اس واسطہ سے ان سب میں سرایت کی ہوئی ہے۔ پس ظاہر ہوا۔ کہ جس مرید کی روح ایسے مشائخ کی روح سے جو کامل اور مکمل ہو۔ اور کلیۃً ارادت اپنی سے منسلک ہو کر خاصیت محبت الہی سے دوسرے شیخ سے میراث یافتہ ہو۔ نہ ملے گی ہرگز مرتبہ محبوبی اور مرادی کو نہ پہنچے گا۔ اور مقام ولایت کا اور دوسرے میں تصرف کرنے نہ پائے گا۔

(انتہی کلام حضرت عزیز الدین محمود کاشی قدس سرہ)

حضرت عزیز الدین محمود کاشی قدس سرہ خلیفہ کامل و مکمل حضرت نور الدین عبدالصمد نظری کے تھے۔ اور حضرت نور الدین عبدالصمد نظری خلیفہ کامل و مکمل حضرت شیخ نجیب الدین علی بز عیش شیرازی کے تھے۔ جن کا وصال ۸۷۱ھ میں

ہوا۔ اور حضرت نجیب الدین علی بز عیش شیرازی خلیفہ کامل و مکمل حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کے تھے۔ جن کا وصال ۶۳۲ھ میں ہوا۔ اور یہ مضمون ترجمہ عوارف میں حضرت ممدوح نے ازراہ کشف و شہود لکھا ہے۔ نہ ازراہ نقل و برہان شیخ اکبر رضی اللہ عنہ نے بھی اسباب میں جذب قدیم حق کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ:

فالكل عبارت وانت المعنى

یا من ہو للقلوب مقناطیس

اس طرح کی بجلی اگرچہ بہت سی بیٹریاں تھیں۔ ہر طرف بہت سے اسٹیشن بن ہوئے تھے۔ اور ان سے تار عالم میں جاتے تھے اور بجلی پہنچاتے تھے۔ مگر شیرہ سو برس ہوئے۔ کہ تار کا ان سب اسٹیشنوں سے سلسلہ کٹ گیا۔ اور صدر اسٹیشن مجڈن بیٹری قائم ہو گیا۔ اب جہاں کہیں بجلی اور مقناطیسیت جاتی ہے۔ اس تار کے ذریعہ سے جاتی ہے۔ جو مجڈن بیٹری سے ملحق اور متصل ہو۔ اس لئے طالب حق صوفی مشرب کبھی نہیں ہو سکتا۔ جب تک اپنے دل کا تار شیخ کے قلب کے تار سے ملحق اور ملصق نہ کرے۔ جو ایسا کرتا ہے۔ اس میں وہ بجلی اور مقناطیسیت آتی ہے۔ اور سرتاپا اس کو بجلی اور مقناطیسیت بناتی ہے۔ جس کو صوفی لوگ اپنی اصطلاح میں عشق کہتے ہیں۔ جب واسطہ شیخ اور نبی سے عشق تمام ہوا۔ اور وسیلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور شیخ سے عشق حقیقی ایسا طالب میں پہنچا۔ کہ عاشق سرتاپا آگ یا بجلی یا مقناطیس بن گیا۔ تو عاشق رہا نہ عشق۔ وہ معشوق ہو گیا۔

## مصرعہ

در عشق چنین بو العجبی ہا باشد

## رباعی

(سلطان ابوسعید ابوالخیر قدس سرہ۔ دیکھو نغمات صفحہ ۱۹۴)

جسم ہمہ اشک گشت و چشم بگریست

در عشق تو بے جسم ہم باید زیست

از من اثرے نماند این عشق از چست

چوں من ہمہ معشوق شدم عاشق چست

دوسرے لفظوں میں مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو اس طرح فرمایا ہے۔

## رباعی

خوش آنکہ دلت ز ذکر پر نور شود

در پر تو اوفس تو مقہور شود

اندیشہ کثرت ز میاں دور شود

ذاکر ہمہ ذکر و ذکر مذکور شود

## بیت

معشوق و عشق و عاشق ہر سہ یکے است اینجا

چوں وصال در گنج ہجران چہ کار دارد

ایسے حال میں عاشق کو یا یوں کہو اس کو کہ جو معشوق ہو گیا ہے۔ بعض صوفیاء کرام اپنی اصطلاح میں کافر کہتے ہیں۔ (دیکھو کشف اللغات) لفظ کافر اور اس بدنامی کو نیک نامی جانتے ہیں۔ حضرت بلھے شاہ قدس سرہ فرماتے ہیں:

بٹھا عاشق ہو یا رب دا بدنامیاں آون لاکھ

تینوں کافر کافر آکھدے توں آہو آہو آکھ

مغربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

از سواد البوجه فی الدارین اگر داری خبر

چشم بکشاؤ جمال فقر کفر و مانگر

کفر باطل حق مطلق را نبود پوشیدن است

کفر حق خود را بحق پوشیدن است اے پرہیز

جاننا چاہئے کہ کفر لغت میں سزا اور پوشیدگی کو کہتے ہیں۔

(دیکھو کشف اللغات و لطائف اشرفی جلد ثانی صفحہ ۱۲۱)

مغربی فرماتے ہیں: کہ حق مطلق کو اپنے سے چھپانا کفر باطل ہے۔ اور حق

سے اپنے تئیں چھپانا یعنی فنا فی اللہ بقا باللہ ہو جانا کفر حق ہے پس:

تا تو در بند خودی حق را بے خود پوشیدہ

باچنیں کفرے ز کفر ما کجا یابی خبر

چوں بحق پوشیدہ گردی آنگہ کافر شدی

چوں شدی کافر ز ایمان آں زماں یابی خبر

جب تک تو اپنی بند میں ہے۔ ہستی موہومی میں گرفتار ہے۔ یعنی اپنی بھی ایک

ہستی مستقل و رائے حق کے سمجھتا ہے۔ تو نے حق کو اپنے سے چھپا رکھا ہے۔ ایسے



حال میں تو کفر کے معنی کب سمجھ سکتا ہے۔ ہاں! جب تو حق سے پوشیدہ ہو جائے  
یعنی حق تجھ کو اپنی ہستی حقیقی میں چھپائے۔ اور مصداق کلام پاک اولیائی تخت قبائلی لا  
بغیر فہم غیر کا ہو جائے۔ تیری ہستی موہومی بالکل قطع ہو جائے۔ تب وہ کافر ہوگا۔ اور  
جب ایسا کفر ہو جائے گا۔ تب تجھ کو ایمان کی خبر ہوگی۔ کہ کیا ہے؟ فقط  
کلام حضرت عین القضاۃ ہمدانی اور حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس  
اللہ سرہما سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ کفر چار قسم پر ہے۔

(دیکھو تمہیں پرتھویرات حضرت عین القضاۃ اور لطائف اشرفی۔ جلد ثانی صفحہ ۱۲۰)

## ۱ کفر ظاہر، ۲ کفر نفس ۳ کفر قلب، ۴ کفر حقیقت

### ۱- کفر ظاہر

تکذیب آیات الہی اور انکار احادیث مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ نعوذ باللہ منہا۔ یہ کفر ہے۔ جس کی برائی مشہور خاص عام ہے۔ اللہ تعالیٰ سب دوستوں کو اس سے بچائے۔ آمین۔

صوفیاء کرام میں جہاں کفر کی تعریف ہوتی ہے۔ وہاں اس کفر سے مراد ہرگز نہیں ہوتی۔ اگر سمجھنے والا ایسا سمجھے۔ تو اس کی بڑی غلطی اور خطا ہے۔

### ۲- کفر نفس

نفس سے تعلق رکھتا ہے۔ نفس بت ہے کہ النفس ہی الصنم الاکبر یہ بت خدائی کرتا ہے۔ اور ہوا پرستوں کا خدا ہے۔ جس کی گواہ آیت افرایت من اتخذ الہ ہواہ ہے۔ ابراہیم علیہ السلام نے اس مقام پر فرمایا: کہ واجبنی و نبی ن تعبد الاعنام۔ یعنی مجھ کو اور میری اولاد کو بتوں کی پرستش سے بچائیو۔ یہاں بت سے مراد ان کی بت نفس کی تھی۔ آہ کہ ہم اس کفر اور بت پرستی میں گرفتار ہیں۔

(دیکھو مکتوبات قدسیہ صفحہ ۹۸)



## بیت

بت پرستم بت پرستم بت پرست  
رات گویم آنچہ ہستم آنچہ ہست

## ۳۔ کفر قلب

جب کوئی کفر سے نکلتا ہے۔ تو بالائے عرش دل اس کے پر دو نور ظاہر ہوتے ہیں۔ ایک نور ابلیسی۔ دوسرا نور محمدی۔ جو روشن مثل ماہ ہے۔ جس نے ان نوروں کو خدا جان کر پرستش کی۔ وہی کفر قلب میں گرفتار ہوا۔ ہزاروں سالک کفر قلب میں رہ جاتے ہیں۔ کوئی سعادت مند ازلی اس سے نکلتا ہے۔ جیسے حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ ان نور ابلیس من نار العزة بقوله تعالى 'خلقتني من نار'۔ یعنی نور ابلیس کا نار عزت سے ہے۔ جیسے کلام اللہ سے ظاہر ہے۔ ابلیس نے کہا کہ خلقتنی من نار پھر حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ لو ظہر نورہ للخلق بعدہ باہ لہیہ یعنی اگر نور ابلیس کا خلق پر ظاہر ہو جائے تو سب اس کو خدا سمجھ کر پوجنے لگیں۔ نور ابلیسی کی پرستش کو کفر ابلیسی کہتے ہیں۔ اور نور محمدی کی پرستش کو کفر محمدی۔ نور محمدی کی پرستش سے کفر لازم آتا ہے۔ مگر اس مقام پر حضرت عین القصات ہمدانی قدس سرہ فرماتے ہیں:

اے عزیز! جب تو اس مقام پر پہنچے گا۔ تو اس کافر کو جان و دل سے چاہے گا۔ اور مسلمان کافر ہو جائے گا۔ چہرہ معشوق حقیقی پر نور محمدی خط و خال ہے۔ اور کافر کنندہ مومنوں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا جمال باکمال ہے۔

## رباعی

معتشوق من از حسن و جمالے دارد

بر چہرہ خوب خط و خالے دارد

کافر شود آنکہ دید خط و خالش

کافر باشد ہر آنکہ خالے دارد

آہ افسوس اے عزیز! مجھ کو یہ خبر نہیں۔ کہ جب تک کوئی اس کفر میں نہیں پڑتا۔ سرحد ایمان کو نہیں پہنچتا۔ فقط یہ کلام حضرت عین القضاۃ ہمدانی کا ہے۔ جو بڑے ولی اللہ صوفی کامل تھے۔ آپ حضرت احمد غزالی کے مرید تھے۔ اور عاشق صادق آپ کی تعریف نجات الانس میں صفحہ ۲۴ پر اور خزینۃ الاصفیاء جلد دوم میں صفحہ ۱۰ پر دیکھو۔ آپ مسیح محمدی تھے۔ کہ آپ کی زبان سے فقیہہ محمود کی نسبت نکلا کہ مر جاؤ۔ اسی وقت وہ مر گئے۔ مفتی وقت نے کہا کہ اگر آپ زندہ کو مردہ کرتے ہو۔ تو مردہ کو بھی زندہ کیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ الہی ان کو زندہ کیجئے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ الہی! ان کو زندہ کر دے۔ اسی وقت فقیہہ محمود زندہ ہو گئے۔ سبحان اللہ! کیا مسیحائی ہوئی۔ وفات آپ کی ۵۳۲ھ میں ہوئی۔

کفر قلب میں جو دو نور پیدا ہوتے ہیں۔ نور ابلیسی اور نور محمدی۔ حضرت عین القضاۃ ہمدانی نے ان کو مہتاب اور آفتاب فرمایا ہے۔ اور فرمایا ہے۔ کہ ابراہیم علیہ السلام کو جو مہتاب اور آفتاب نظر آتے تھے۔ اور جن کو انہوں نے اپنا رب جانا تھا۔ وہ یہی آفتاب اور مہتاب تھے۔ نور احمدی اس عالم میں آفتاب اور دن ہے۔ اور نور ابلیسی مہتاب اور شب جہان رب ہے۔ نہ روز ہے۔ نہ شب ہے کہ لیس

عند ربکم صباح ولا مساءً مقام نور ماہتاب سے مقام نور آفتاب تک ایسی بڑی مسافت ہے۔ جیسے ظلمت سے نور تک تا ترے سے عرش تک۔

## رباعی

از نور بنور منزلی بس دو رست  
کیس نور ظلمت است و آں از نور است  
توحید و یگانگی بروں از نور است  
آں کس کہ نداند ایں سخن معذور است

اتحیی کلام عین القصات۔

### ۴۔ کفر حقیقت

کفر حقیقت ان تینوں حقیقتوں سے آگے ہے۔ عبارت سے نہیں سمجھا جا سکتا ہے۔ جو اس کفر سے کافر ہو۔ وہ جانے کہ اس کفر کو کفر الہی بھی کہتے ہیں۔ حضرت عین القصات فرماتے ہیں کہ اے عزیز! کفر الہی کا حال سن! جب کفر دل کی خرابیاں تجھ کو معلوم ہوئیں تو ایمان تقلیدی حاصل کر۔ بعد اس کے کفر ثانی و ثالث کو پائے پھر جانکا ہی کر۔ تاکہ کفر چہارم میں پہنچے۔ اور مومن ہو۔ اس وقت آیت وما یؤمن اکثرہم باللہ الا وہم مشرکون تجھ کو بتائے گی کہ ایمان کس کو کہتے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆

## رباعی

دین ماروئے جمال آں بت عاجانہ است  
کفر ما آں آبروئے زلف سیاہ ترکانہ است  
از جمال خط و خالش عقل نادویوانہ است  
ہر کراہت نہ این است اوز ما بیگانہ است

## رباعی

ہر زمانم جان و ذل نزدیک دلبر میشود  
و ز جمال حسن روش ہر دو کافر میشود  
پس میان جان و دل این قالبم زحمت شد است  
بے تن و قالب مرادم خود میسر میشود

## رباعی

ور مذہب شرع کفر رسوا آمد  
زیرا کہ جنون عشق سودا آمد  
ہر کس کہ بکفر عشق بینا آمد  
از دست بت شاہد یکتا آمد

انتہی کلام حضرت عین القضاۃ ہمدانی قدس سرہ

حضرت قدوۃ الکبریٰ زبدۃ العرفا سید اشرف جہانگیری سمنانی قدس سرہ۔ جو

بڑے اولیاء کاملین میں سے تھے۔ اور باشارہ خضر علیہ السلام سلطنت سمنان چھوڑ کر

ہند میں تشریف لائے تھے۔ اور اوج شریف میں پہنچ کر مخدوم جہانیاں قدس سرہ کے قدم بوس ہوئے تھے۔ اور حضرت علاؤ الدین بنگالی قدس سرہ ان کی خبر لینے کو شہر سے باہر تشریف لائے تھے۔ اور آپ کو بغل میں لے کر فرمایا تھا۔ کہ اے فرزند سید اشرف! جس دن سے تو سمنان سے چلا تھا۔ میں تیری منزلیں گنتا تھا۔ اور خضر علیہ السلام مجھ کو تیرے آنے کی خبر دے چکے تھے۔ کہ ایک شہباز کہ سمنان سے تیرے پاس گھیر کر لاتا ہوں۔ اور پھر حضرت علاؤ الدین بنگالی قدس سرہ سے مشرف بہ بیعت ہو کر کامل و مکمل ہو کر اولیاء اللہ ہوئے تھے۔ ربیع مسکوں کی سیر و سیاحتی کی تھی۔ ایک سو چودہ اولیاء اللہ سے فیض حاصل کیا تھا۔ حضرت عبدالرزاق کاشی قدس سرہ کی صحبت میں رہے تھے۔ حضرت حافظ شیرازی قدس سرہ سے شیراز میں ملے۔ اور جلسہ صحبت ان کے ساتھ ایک عرصہ رہا تھا۔ (دیکھو لطائف اشرفی صفحہ ۳۵۳ جلد اول) اور بڑے صاحب جمال اور جلال تھے۔ کہ ایک شخص نے آپ سے بے ادبانہ تقریر کی تھی۔ آپ کے اس قدر فرمانے پر کہ تیری زبان نہیں بند ہوتی۔ اس کی زبان منہ سے باہر لٹک پڑی تھی۔

آپ مسیح محمدی تھے۔ کہ ایک عورت اپنے مردہ لڑکے کو آپ کے پاس لائی تھی۔ اور اس کے حال پر رحم فرما کر آپ نے اس مردہ لڑکے سے فرمایا۔ قم باذن اللہ و ارادۃ اللہ اسی وقت وہ لڑکا زندہ ہو گیا۔ (دیکھو کرامت اولیاء اللہ!)

وفات ۸۰۸ھ میں ہوئی تھی۔ اور ان کا مزار مبارک کچھوچھو ضلع فیض آباد ملک اودھ میں ہے۔ وہ ان چار کفروں کو اس طرح فرماتے ہیں۔ (دیکھو لطائف اشرفی جلد ثانی صفحہ ۲۱) (۱) کفر شریعت (۲) کفر طریقت (۳) کفر معرفت (۴) کفر حقیقت:

کفر شریعت وہ ہے۔ جس کے باب میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ مَنْ يَرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ "یعنی تم میں سے جو کوئی دین سے پھر جائے۔ اور اسی حال میں مر جائے۔ وہ کافر ہے۔ اور رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا من انکر الاجماع فقد کفر جس نے اجماع کا انکار کیا۔ وہ کافر ہے۔ کفر طریقت وہ ہے۔ جس کے باب میں اللہ فرماتا ہے۔ کہ یصدون عن سبیل اللہ و یغفونها عوجا و هم بالآخرۃ ہم کافرون۔ یعنی جو راہ خدا سے باز رکھتے ہیں۔ اور اس کی کجی چاہتے ہیں۔ وہ آخرت سے منکر اور کافر ہیں۔

### بیت

رے گردانیدن از حق کافریت  
نیست این پوشیدہ کفران پوشش است

اور ایضاً من مال بصارة و زاغ بصیرتہ فی الدنیا و العقبیٰ هذا کفر الطریقة یعنی جس کسی کی بصارت اور بصیرت دنیا اور عقبیٰ کی طرف مائل ہو۔ وہ کافر طریقت ہے۔

کفر معرفت وہ ہے۔ جس کے باب میں اولیاء کا ملین اور محققین کا قول ہے کہ المعرفة حجاب بین العارف والمعروف لانها غیرہ والاقبال الیٰ غیرہ کفر عند الاخص یعنی معرفت عارف اور معروف کے درمیان ایک حجاب ہے۔ اس لئے کہ وہ غیر ہے۔ اور خاص الخاص لوگوں کے نزدیک اقبال غیر کا کفر ہے۔

کفر حقیقت اس کو کہتے ہیں کہ من مکث من اهل الحقائق فی



المحبة والعشق والتوحيد فهو محبوب عن اللقاء لمحبوب  
المعشوق والجمال الاحديه و هذا كفر عند اصحاب المحو .

یعنی اہل حقائق میں سے جو کوئی محبت اور عشق اور توحید میں رہ گیا ہو۔ و لقاء  
محبوب اور معشوق اور احدیت سے محبوب رہا۔ اور یہ اصحاب محو کے نزدیک کفر ہے  
فقط۔ اور مقام پر حضرت قدوۃ الکبریٰ سید اشرف جہانگیری قدس سرہ نے بھی فرمایا۔  
کہ اکابر سے منقول ہے کہ کفر اہل الہمت اشرف من اسلام اہل  
المیت یعنی کفر اہل ہمت کا اسلام اہل میت سے بہتر ہے۔ انتہی کلام سید اشرف  
جہانگیر قدس سرہ۔ یہاں سے ظاہر ہے۔ کہ جیسے حیرت محمود اور مذموم ہے۔ ایسے ہی  
کفر بھی محمود اور مذموم ہے۔ عاشقوں کو کفر محمود کی تمنا ہوتی ہے۔ نہ کہ مذموم کی۔  
حضرت بلھے شاہ صاحب کا یہ فرمانا کہ:

تینوں کافر کافر آکھدے توں آہو آہو آکھ!

کفر محمود سے متعلق ہے نہ کہ مذموم سے۔

## کفر کا مسئلہ

توسنا۔ اب ایمان کا بھی سنیے! ایمان بھی دو قسم کا ہے۔ ایک تقلیدی۔ جو عوام کا  
ہے۔ دوسرا تحقیقی جو خواص کا ہے۔ پہلے ایمان تقلیدی اور علمی آتا ہے۔ پیچھے تحقیقی اور  
یعنی انہی ایمانوں کا ذکر قرآن شریف میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یا ایہا

الذین امنوا۔ یعنی اے ایمان والو! جو تقلیداً ایمان لائے ہو۔ امنوا تحقیقاً

ایمان لاؤ! صاحب تفسیر حسینی لکھتا ہے کہ محققوں نے اس

آیت کے یہ معنی کہے ہیں۔ کہ اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو دلیل کی رو سے ایمان

لاؤ۔ کشف اور ظاہر ہونے کی وجہ سے ایمان لائے ہو۔ تصدیق کی رو سے ایمان لائے۔ تحقیق کی راہ سے۔ اور حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند یہ قدس سرہ سے منقول ہے۔ فرماتے ہیں کہ یا ایہا الذین امنوا امنوا۔ اس طرف اشارہ ہے کہ ہر بار پلک مارنے میں اس وجود بشری کی نفی کرنا چاہئے۔ اور حضرت واجب الوجود جل شانہ کا اثبات کرنا چاہئے۔ وجود ک ذہب لا یقاص بہ ذہب اور حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی قدس سرہ سے منقول ہے۔ کہ انہوں نے یا ایہا الذین امنوا امنوا کے معنی میں فرمایا ہے۔ کہ پچاس برس ہونے۔ ایمان لانے میں ہوں۔ اور ایمان تازہ کرنے میں۔ اور ہنوز اسی میں ہوں۔

## مثنوی

دے بے حق زدن محض گناہ است

بخود مشغول گشتن کفر راہ است

ترا ہر دم کشد پندار ہستی

سوئے ظلمت سرائے خود پرستی

خودی کفر است نفی خویش کن زود

کہ جز حق در حقیقت نیست موجود

انتہی کلام صاحب تفسیر حسینی۔

ایک روز حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ

سے جو اصحاب مومنین میں سے تھے۔ دریافت فرمایا۔ (دیکھو تمہید پنجم از تمہیدات

حضرت عین القضاة و دفتر اول مثنوی شریف شعر بحر العلوم صفحہ ۲۱۴ و ارشاد المریدین حضرت شہاب الدین ہروردی قدس اللہ سرہ) کیف اصبحت یا حارثہ یعنی حارث! تو نے صبح کیسے کی؟ حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! مومنًا حقاً یعنی میں نے بحالت مومن حق ہونے کے صبح کی۔ چونکہ اس کلمہ سے یہ معلوم نہ ہوتا تھا۔ کہ کیسے ایمان کے ساتھ صبح کی۔ آیا ایمان تقلیدی کے ساتھ یا ایمان تحقیقی کیساتھ۔ تو پھر حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ایمان کی آزمائش کیلئے فرمایا۔ کہ انظر ما تقول فان بكل حقيقة ما حقيقة ايمانك يا حارثہ۔ سن اے حارثہ! ہر حق کی ایک حقیقت ہوتی ہے۔ پس تیرے ایمان کی حقیقت کیا ہے؟ حضرت حارثہ نے عرض کیا کہ صرفت نفسی عن الدنيا و اسہرت لیلئ و اظہات نہاری و استوی عندی ذہب الدنيا و مدرہا و حجرہا۔ یعنی اپنے نفس کو میں نے سرف کیا۔ رات کو جاگا۔ اور دن کو بھوکا پیاسا رہا۔ اور میرے نزدیک سونا اور پتھر کنگر برابر ہوئے۔ چونکہ یہ ایمان کی صورت کا نشان تھا۔ اور اس کی حقیقت اور جان کا نشان اور ہے۔ اس لئے اس کے بعد حضرت حارثہ نے عرض کیا کہ کافی انظر الی عرش ربی یا وزا و کافی انظر الی اهل الجنة و تزاوون والی اهل النار يتعاورون۔ یعنی میں عرش الہی کو ظاہر دیکھتا ہوں۔ اور اہل جنت کو ملتا جلتا اور اہل دوزخ کو جھلتا بھنتا دیکھتا ہوں۔ جب یہ ایمان کی بات حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے سنی تو فرمایا۔ یا اصیب فالزم۔ یعنی اس ایمان کو مضبوط رکھ اور لازم پکڑ۔ حضرت عین القضاة نے اس مقام پر فرمایا۔ کہ یہ حالت ایمان مومن مبتدی کی ہے۔ کیونکہ ابھی کشف تک پہنچا ہے۔ مومن ملتہی کا ایمان اس سے بھی آگے ہے۔ جس کے

باب میں یہ آیت قرآن ہے۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِۦ۔ کیونکہ مومن ایسا طائر ہے۔ جو عالم الہییت میں اڑتا ہے۔ اور بے سبب اور حیلہ کے روزی پاتا ہے۔ ایسے ہی مومن کے باب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ المؤمن بمنزلة الطير في او كاز والله يرزقها بغير حيله یعنی مومن ایک طیر قضاء حق میں ہے۔ بغیر کسی سبب کے اس کو رزق دیا جاتا ہے۔ یہ رزق کیا ہے۔ لقاء الله تعالى کہ لا راحة لمؤمن دون لقاء الله تعالى انتہی کلام حضرت عین القصات کا۔

اس لقاء اللہ تعالیٰ کے کیا معنی ہیں؟ اگر اس کو ایمان کہیں تو درست اور کفر کہیں تو بجا ہے۔ آیت ان الذین امنوا ثم كفروا ثم ازدادوا كفراً۔ اگرچہ بعض مفسرین کے نزدیک قوم عیسیٰ علیہ السلام کے باب میں ہے۔ مگر محققان مفسرین کے نزدیک امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے باب میں ہے۔

(دیکھو لطائف اشرفی جلد ثانی صفحہ ۱۱۹)

دریں آیت دو ایمان است سے کفر

اگر دریا بی او را گوز دل شکر

پہلا ایمان فطرتی ہے۔ جس پر ہر شخص پیدا ہوتا ہے۔ پھر وہ کلمات کفر سے کافر ہو جاتا ہے۔ یہ پہلا کفر ہے۔ جس کی برائی مشہور خاص و عام ہے۔ ثم امنوا یہ دوسری ایمان تقلیدی ہے۔ جو عوام کو کلمہ طیبہ پڑھنے سے آتا ہے۔ اور استدلالی ہوتا ہے۔ ثم کفروا یہ دوسرا کفر ہے۔ یعنی ایمان تقلیدی سے ایمان تحقیقی کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اگرچہ اس کو کفر کہا جائے۔ مگر فی الواقع ایمان ثانی ہے۔ جو خواص مومنان کو عطا کیا جاتا ہے۔ کہ ایمان تقیدی دلائل اور براہین سے تھا۔ یہ ایمان تحقیقی

اور یقین واثق مشاہدہ تجلیات اور انوار سے پیدا ہوا۔ یعنی صرف پہلے سنی سنائی باتوں پر یقین کر کے ایمان لایا تھا۔ پھر جو مرشد کے ارشاد کے بموجب کام کئے۔ انوار پیدا ہوئے۔ آنکھ نے ان کو دیکھ لیا۔ ایمان تحقیقی حاصل ہوا۔ اور ان کو مضبوط پکڑا۔ جس کی طرف اشارہ آیت فمن یكفر بالطاغوت و یومن باللہ فقد ستمسک بالعرۃ الوثقی میں سے ہے۔ ثم ازدادو اکفراً پھر ایمان ثانی سے بھی کافر ہوئے۔ یعنی فنا فی اللہ بقا باللہ ہو گئے۔ حق ان کا کافر یعنی پوشیدہ کرنے والا ہوا۔ جن کا مخیر کلام پاک اولیاء تخت قبائی لا یعرفہم غیر ی ہے۔ یہ تیسرا کفر ہے۔ جو محض ایمان ہے۔ جس کی تمنا طالبان حق کو بادل و جان ہے۔ اور حضرت بلھے شاہ صاحب قدس سرہ فرماتے ہیں:

تینوں کافر کافر آکھدے توں آہوا آہوا آکھ

### بیت

(دیکھو لطائف اشرفی جلد ثانی صفحہ ۶۲)

مسلمانی بجز کفر باشد  
کہ ایماں محض شد کفران نباشد

### قطعہ ایضاً

در ایمان کافری شرط است لیکن  
تو جائے فہم سرایں نداری  
تو تا از خویشتن کافر نگردی  
بہ ہستی خدا ایماں نداری

## بیت عطارؒ

کفر و ایمان قریب یک دگرند  
ہر کہ را کفر نیست ایمان نیست

## منصور حلاجؒ

کفرت بدین اللہ و الکفر واجب  
لدی و عند المسلمین قبیح

## مغربیؒ

آنچه کفر است بر خلق مادیں است  
تلخ و ترش ہمہ عالم بر ما شیرینیت

## گلشن راز

زا سلام مجازی گشته بیرار  
کرا کفر حقیقی شد پدیدار  
درون ہر تنے جانیت پنہاں  
بزیر کفر ایمانے است پنہاں

## خسروؒ

کافر عشقم مسلمانی مرا درکار نیست  
ہر گ من تار گشتہ حاجت رنار نیست

خلق مے گوئید کہ خسرو بت پرستی میکند  
آرے آرے میکنم باخلق و عالم کار نیست

## مولانا رومؒ

مسلمانان مسلمانان نگہ دارید ویں خود  
کہ شمس الدین تبریزی مسلمان بود کافر شد

یعنی پہلے عاشق تھا۔ پھر معشوق ہو گیا۔ کیونکہ اصطلاح کسی نہ کسی مناسبت سے مقرر کی جاتی ہے۔ عشق حقیقی کے حالات کسی قدر عشق مجازی کے حالات سے مناسبت رکھتے ہیں۔ اور عشق مجازی کے روزمرہ میں اکثر معشوق کو بت۔ صنم۔ کافر بھی کہتے ہیں۔ اس لئے بعض صوفیاء کرام نے ابھی جو عشق حقیقی میں گرفتار مست اور سرشار، دل جلے تھے۔ معشوق کو بت کافر کہنا مناسب سمجھا۔ اور اسی مناسبت سے اصطلاحیں رخ و زلف خط و خال و ابرو و زنا و غیرہ مقرر کیں۔

مرغان چمن بہ بہر صباے

خوانند ترا باصطلاحے

غرض ان اصطلاحوں کی یہ ہے۔ کہ ان کی مجلس میں کوئی غیر ہو۔ اور اس موقع

پر اپنے حالات سے اپنے علوم کو بیان کرنا چاہیں۔ تو وہ غیر ان کو نہ سمجھے۔ جو اپنا ہو۔

وہ سمجھ جائے۔ (دیکھو مطالب رشیدی صفحہ ۱۸۳) ان اصطلاحوں کے باب میں

حضرت محمود شستری قدس سرہ گلشن راز میں فرماتے ہیں:

ہر آں چیز کہ در عالم عیاں است

چو عکس آفتاب آں جہاں است

جہاں چوں زلف خط و خال ابروست  
 کہ ہر چیزے بجائے خویش نیکوست  
 تجلی گر جمال گہ جمال است  
 رخ زلف آں معانی را مثال است  
 صفات حق تعالیٰ لطف و قہر است  
 رخ زلف بتاں رازاں دو بہر است  
 ندارد عالم معنی نہایت  
 کجا بیند مرا در لفظ غایت  
 ہر آں معنی کہ شد او ذوق پیدا  
 کجا تعبیر لفظے یا بد اورا  
 تناسب را رعایت کردہ عاقل  
 چو سوئے لفظ معنی کشت نازل  
 ولے تشبیہ کلی نیست ممکن  
 ز جست و جوئے آں میباش ساکن  
 مجازی نیست احوال حقیقت  
 زہر کس ناید اسرار طریقت  
 نظر کن در معانی سوئے عایت  
 لوازم را یکا یک کن رعایت



اور مغربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: (دیکھو شرح گلشن راز سوال پانزدہم)

اگر بنی دریں دیوان اشعار  
 خرابات و خراباتی و خمار  
 بت و زنار و ناقوس و چلیپا  
 مغ ترساؤ گبر دیر مینا  
 شراب و شاہد و شمع شبستان  
 خروش برس آواز مستان  
 مے و مے خانہ و رند خرابات  
 حریف و ساقی و مردو مفاجات  
 گرد کردن ببادہ خویشتن را  
 نہادن بر سر مئے جان و تن را  
 خط و خالے و قد لائے و ابرو  
 عذار و زلف پیچا پیچ گیسو  
 مشو زنہار زان گفتار در تاب  
 برو مقصود ازاں گفتار در یاب  
 میچ اندر سرو پائے عبارت  
 اگر ہستی خدا رباب اشارت  
 نظر را لغزکن تا مغز بنی  
 گزارا ز پوست کن تا مغز بنی

چو ہر یک را ازیں الفاظ جانست  
بزیہ ہر یکے پہاں جہاں نیست  
تو جانش را طلب از جسم بگذر  
مستی جوئے باش از اسم بگذر

نقل ہے۔ کہ شیخ کمال الدین بخندی رحمۃ اللہ علیہ نے جب یہ شعر لکھا کہ:

چشم اگر ایس ست و ایس ناز و عشوہ ایس  
الوداع اے زاہد و تقویٰ الفراق اے عقل و دین

مولانا محمد شیریں مغربی نے اس کو سن کر کہا کہ شیخ کمال الدین تو بڑے بزرگ ہیں۔ ایسا شعر کیوں کہا۔ جس میں معنی مجازی ہیں۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا سے وقت ملاقات فرمایا۔ چشم عین ہے۔ ہو سکتا ہے کہ لسان اشارت میں اس سے مراد عین قدیم کی رکھیں جو ذات بحث ہے۔ اور ابرو حاجب ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس سے اشارہ صفات کا ہو۔ جو حجاب ذات میں مغربی نے اس کو سن کر داد دی ہے۔  
(دیکھو صفحات الانس صفحہ ۴۰)

نقل ہے۔ کہ جس وقت مولانا شمس الدین تبریزی بابا کمال کی خدمت میں تھے۔ تو شیخ فخر الدین عراقی بھی ان کی خدمت میں رہتے تھے۔ جو فتوح اور کشف شیخ فخر الدین عراقی کو ہوتا تھا۔ اس کو وہ نظم اور نثر میں بابا کمال کے رو برو ظاہر کرتے تھے۔ اور مولانا شمس الدین کچھ ظاہر نہیں کرتے تھے۔

ایک روز بابا کمال نے حضرت شمس الدین تبریزی سے دریافت فرمایا کہ اے فرزند شمس الدین! وہ اسرار اور حقائق جو فخر الدین پر لائح ہوتے ہیں۔ تجھ پر لائح نہیں ہوتے۔ آپ نے عرض کیا! قبلہ من! مجھ پر ان سے زیادہ لائح ہوتے ہیں۔ مگر

ان کو تو اصطلاح ہاتھ آگئی ہے۔ ان اصطلاحوں میں وہ ان اسرار حقائق کو جلوہ دے دیتے ہیں۔ اور مجھ کو یہ قوت حاصل نہیں ہے۔ حضرت بابا کمال قدس سرہ نے فرمایا۔ کہ حق سبحانہ تعالیٰ تجھ کو ایک مصاحب عطاء فرمائے گا۔ جو تیرے نام سے معارف اور حقائق اولین اور آخرین کو ظاہر کرے گا۔ کہتے ہی کہ وہ مصاحب حضرت شمس الدین تبریزی کے حضرت مولانا جلال الدین رومی قدس سرہ ہوئے۔ جنہوں نے معارف اور حقائق کو طرح طرح کے اسرار سے ظاہر کیا۔ یہاں یہ بات واضح ہے کہ صوفیاء کرام نے جو حالت ماضی کی اصطلاحیں مقرر کی ہیں۔ وہ اپنے اپنے حالات مذاق کے موافق مقرر کی ہیں۔ عشق حقیقی میں دل کے پھپھولے پھوڑے ہیں۔ شراب طہور کی چسکیاں لی ہیں۔ اس لئے سب کی ایک ہی اصطلاح نہیں ہے۔ کسی نے کفر و ایمان کسی حالت کا نام رکھا۔ کسی نے کسی کا۔

## خسرو

عاشقی چست بجاں بندہ جاناں بودن  
دل بدست دگری داون و حیراں بودن  
سوئے زلفش نظرے کردن درویش دیدن  
گاہ کفر شدن و گاہ مسلمان بودن

## شارح گلشن راز

ایمان و کفر ناہمہ رخسار و زلف تست  
در کفر ماندہ ایم و با ایمانم آرزوست

## گلشن رازؒ

اگر زلفیں خود را بر فشانند  
 بہ عالم در یکے کافر نماوند

## مغربیؒ

از روئے اوست این ہمہ مومن عیاں شدہ  
 در زلف اوس این ہمہ کفار آمدہ  
 آل یک ز روئے اوست بہ تسبیح مشتغل  
 دیں یک ز موئے اوست بز مار آمدہ

## ایضاً

کہ از روئے تو مجموعم کہ از زلفت پریشانم  
 کزین در ظلمت و کفرم و زان در نور ایمانم  
 نیم یک لحظہ از سودائے زلف و خال تو خالی  
 گہے برگشتہ، اینم گہے آشفته آنم  
 حدیث کفر و دین پشیم مگوزیرا کہ من مسکین  
 بز ریش نمی بینم بجز مویش نمی دانم

## جامیؒ

برزخ از زلف سیاہ مشکیں سلاسل بستہ  
عالی را بستہ زنجیر سودا کردہ

## شمارح گلشن رازؒ

چوں نقاب زلف مشکیں از جمال خود کشود  
صبح صادق در شب و بجزور ناگہ رخ نمود  
ہم بچشم دوست زیدم چوں جمالش بپوہ  
کافقاب از مشرق ہر ذرہ تاباں گشہ بود

## ہندی

کالی چلپہیا یہ جیا للچاوے تک مارے نجریا رام  
تک مارے نجریا رام تک مار نجریا رام  
کالی چلپہیا یہ جیا للچاوے تک مار نجریا رام  
زلف کفر: نظریا ایمان واہ کیا خوب کفر و ایمان ہے۔ تمہید دہم حضرت عین  
القضات۔

## بیت

کفر و ایمان زلف دروئے آل بت زیبا تر است  
کفر و ایمان ہر دو اندر راہ ما یکتائے است

## رباعی ایضاً

آں بت شاہد کہ عاشق روئے خویش و جان ست  
بہر او در دست و وصلش مراد رماں ماست  
ردنہ ... است و قبلہ زلف او شرک است و کفر  
ملت با کیش او زمار او ایمان ماست

ان اصطلاحات صوفیاء کو اگر زیادہ تر دیکھنا ہو تو تحقیقات حضرت خواجہ پارسا  
شرح گلشن راز حضرت شیخ محمد لاجپی دیوان حافظ حضرت قطب الاقطاب شیخ محمد افضل  
الہ آبادی اور لطائف اور مطالب رشیدی دیکھئے۔ ان اصطلاحات باطنی و کفر و کافر کو  
پڑھ کر کوئی یوں کہے۔ کہ الفاظ کفر و کافر کی تشریح قرآن مجید میں جا بجا مذکور ہیں۔  
پھر کیا وجہ ہے۔ کہ ایسے فتیح اور مکروہ الفاظ عمدہ حالات باطنی کیلئے مقرر کرتے ہیں۔  
کیا کوئی اور عمدہ لفظ ایسا نہیں ہے۔ جو ان عمدہ حالات کے مناسب ہو۔ اس کا  
جواب کئی طرح سے ہو سکتا ہے۔ اول یہ کہ قرآن شریف کی ایک صورت ہے۔ ایک  
حقیقت (دیکھو تمہید اول و تمہیدات حضرت عین القنات ہمدانی) صورت قرآن  
شریف کی یہ حروف اور یہ الفاظ ہیں۔ جو آدمیوں کے منہ سے نکلتے ہیں۔ یا کاغذ پر  
تحریر ہیں۔ اور حقیقت اس کی نور ہے۔ جس کی مصداق آیات قل جاء کم من  
اللہ نور و کتب مبین اور ولیتغوا النور الذی انزل معہ ہیں۔ عالم  
صورت میں قرآن ان حروف اور کلمات اور الفاظ اور تحریر کاغذ کو کہتے ہیں۔ مگر عالم  
حقیقت میں حقیقت قرآنی کو قرآن کہتے ہیں۔ اور چونکہ عالم حقیقت یعنی باطن کے  
پردے اور عوالم ہیں جو ایک عالم میں اس کا نام ہے۔ وہ دوسرے عالم میں نہیں۔ ہر

عالم حقیقت میں اس کا نیا ہی نام ہے۔ (دیکھو تمہید مذکور) ایک عالم میں اس کا نام مجید ہے! جس کا ذکر بل ہو قرآن مجید میں ہے۔ ایک عالم میں اس کا نام مبین ہے۔ جیسا کہ آیت کتاب مبین سے ظاہر ہے۔ ایک عالم میں اس کا نام عظیم ہے۔ جس کا بیان آیت ولقد اتینک سبعا من المثانی والقرآن العظیم میں ہے۔ ایک عالم میں اس کو عزیز کہتے ہیں۔ جیسا کہ آیت انه کتاب عزیز سے ظاہر ہے۔ ایک عالم میں اس کو حکیم کہتے ہیں۔ جیسا کہ آیت آیات الكتاب الحکیم سے ظاہر ہے۔ ایک ہی قرآن کے ہزار ہا نام عوالم حقیقت میں ہیں۔ جو سمع ظاہری سے نہیں سنے جاسکتے۔ جس کی سمع باطن کھل جاتی ہے۔ وہ سنتا ہے۔ اور عالم تم عشق میں ہیں۔ اس پر وہ نام ہائے پوشیدہ ظاہر ہوتے ہیں۔ اور یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان القرآن ظہرا و بطناً و لبطنه بطناً الی تسعة البطن و انزل القرآن علی سبعة احرف کلها کاف رشاف۔ ایسے لوگوں سے جن کے سمع باطن کے کھلے ہوئے تھے۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اقراء والقرآن والتمسوا غرائبہ غرائب قرآن کا پانا ہر کسی کا کام نہیں ہے۔ پس جس کسی پر حقیقت پر قرآنی متجلی ہو گئی ہے۔ اس کے ہر حرف اور ہر لفظ سے ایک نور نظر آتا ہے۔ جیسا کہ نور الفاظ ایمان اور مومن سے نکلتا دیکھتا ہے۔ ایسا ہی الفاظ کفر اور کافر سے دیکھتا ہے۔ بلکہ یہ الفاظ بالکل نور ہی نظر آتے ہیں۔ اس حال میں ان کو ان الفاظ میں نفرت کہاں ہے۔ کراہت کہاں ہے۔ بلکہ ان لفظوں پر جی جان سے صدقے اور قربان ہے۔ ایسے مقام پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے۔ لیس فی القرآن ذکر الاعداد اولاً خطاب مع الکفار (دیکھو تمہید

مذکورہ صفحہ ۱۲۱ جلد ثانی لطائف اشرفی ثانی) یعنی قرآن میں اعداء کا ذکر نہیں ہے۔ یہ کفار کے ساتھ خطاب ہے۔ بات یہ ہے کہ ان کو مقام حقیقت میں کوئی عدویا کافر ہی نظر نہیں آتا۔ نور ہی نور نظر آتا ہے۔ اس مقام پر حضرت عین القضاة ہمدانی نے جو فرمایا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے۔

اے عزیز! جب قرآن اپنے چہرہ منور سے نقاب عزت اور برقعہ عظمت اٹھا دیتا ہے۔ تو بیمار ان لقاء اللہ اس کے دیدار سے شفاء پاتے ہیں۔ اسی لئے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ القرآن هو الدد القرآن اگرچہ کس وقت حروف ہزار ہا پرووں میں نازل ہوا ہے۔ مگر عاشق ہی جانتے ہیں۔ اس کے حروف میں کئی ہزار ہا عمر ہا جانگداز ہے۔ اور عاشقوں اور یگانوں ہی کیلئے فرمان ہوا ہے کہ و اذکر فان الذکر ینفع المؤمنین۔ اور جو بیگانے ہیں۔ ان کا یوں ذکر فرمایا گیا ہے کہ ان الذین کفروا سوءا علیہم ء انذرتہم ام لم تنذرہم لا یومنون۔ ابی لہب نے تبت ید ابی لہب سے کچھ اور ہی سنا اور ابو جہل نے قل یا لہبھا الکافرون سے کچھ اور ہی سمجھا۔ اور حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے تبت اور قل یا ایہا الکفرون سے کچھ اور ہی سمجھا۔ یعنی وہ عالم صورت میں گرفتار تھے۔ انہوں نے صورت پائی۔ اور یہ عالم حقیقت کو پہنچے ہوئے تھے۔ انہوں نے حقیقت پائی۔

اے عزیز! جمال قرآن کا اس وقت دیکھ سکتا ہے۔ جب عادت پرستی سے باہر نکلے۔ اور وہم ہستی موہومی کا عشق حقیقی سے منقطع ہو جائے۔ تب اہل قرآن ہوگا۔ اہل القرآن هذا اللہ خالصہ اہل القرآن۔ وہی لوگ ہیں۔ جو حقیقت میں عین کلام کو پہنچ گئے ہیں۔ اور قرآن نے ان کو قبول کر لیا ہے۔ نسوا احق بہا



واہلہا۔ قرآن اسی کو قبول کرتا ہے، اور اسی سے باتیں کرتا ہے۔ اسی کو جمال غمزہ دکھاتا ہے۔ جو اس کا اہل ہے۔ ان فی ذلک لذکری لمن کان لہ قلب والقی السمع وهو شہید نا اہل اور نامحرم کو کبھی یہ دولت نصیب نہیں ہوئی۔ ان مقامات میں سے جن میں سالک طریق حق دولت جمال قرآن پاتا ہے۔ ادنیٰ مقام آخرت ہے۔ من مات فقد قامت قیامت (یعنی جو کوئی زندگی ہی میں مر گیا۔ اور ہستی موہومی اس کی قطع ہو گئی۔ اس کی قیامت قائم ہو گئی۔ اور مقام آخرت پر وہ پہنچ گیا۔)

اے عزیز! ہدایت قرآن یہ ہے کہ حروف مقطعات تجھ سے باتیں کریں۔ اور اپنا جمال تجھ کو دکھائیں۔ ہائے افسوس! خلق ے ظاہر قرآن پر قناعت کر لی۔ اور قرآن کے پوست پر نظر رکھتے ہیں۔ یہ کوشش نہیں کرتے کہ اس کا مغز پائیں۔ اور اس کی لذت اٹھائیں۔ اور یہ نعمت دکھائیں کہ القرآن مائدۃ اللہ فی ارضہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے ہی لوگوں کی شکایت میں فرمایا ہے۔ کہ یا رب ان قومی اتخذوا هذا القرآن مہجوراً۔

(انتہی کلام حضرت عین القنات ہدائی)

یہاں ظاہر ہے۔ کہ جو اصطلاح کفر کافر پر اعتراض کرتا ہے۔ وہ اس قرآن کو پڑھتا اور سنتا ہے۔ جو حروف اور کلمات ہیں۔ اور سوائے حروف سیاہی اور سپیدی کاغذ کے اور اس کو کچھ نظر نہیں آتا۔ اور جو ان اصطلاحوں کو مقرر کرتا ہے۔ وہ اس قرآن کو نہیں سنتا ہے۔ اور دیکھتا ہے۔ جو نور ہے۔ اور نور علی نور ہے۔

بہ بین تفاوت راہ از کجاست تا کجا

دوسرے اولیاء اللہ وارثان علوم انبیاء ہیں۔ جن کی نظر میں حقیقت جلوہ گر ہوتی

ہے۔ اور اعتبار کچھ قدر نہیں رکھتا۔ لفظ کفر و کافر امر فرضی اعتباری ہے۔ کیونکہ لفظ میں بنفسہ کچھ معنی نہیں ہوتے۔ جیسے لفظ دین سے کہ عربی میں اس سے مراد مذہب سے ہوتی ہے۔ اور ہندی میں عاجز سے مراد ہوتی ہے۔ ایسے ہی اور بہت سے الفاظ ہیں۔

یہاں ظاہر ہے کہ بنفسہ اور بذاتہ میں کوئی معنی نہیں ہوتے۔ جس کے معنی کیلئے ٹھیرالو۔ اسی کے وہی معنی دینے لگتا ہے۔ جیسے لفظ بذاتہ کوئی معنی نہیں ہوتے۔ ویسے لفظ میں بذاتہ کوئی کراہت یا قباحت نہیں ہوتی ہے۔ پنجاب میں ایک لفظ ہے۔ جس کو کان میں بتایا جائے گا۔ کہ وہ لفظ اہل پنجاب بولتے ہیں۔ کوئی نفرت کوئی کراہت اس سے پیدا نہیں ہوتی۔ اسی لفظ کو دہلی میں جا کر بولے۔ تو ان کو سخت نفرت اور کراہت اس سے پیدا ہوتی ہے۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ نفرت اور کراہت جو کچھ کسی لفظ سے پیدا ہوتی ہے۔ وہ اپنے اپنے ذہنی معنی کے لحاظ سے پیدا ہوتی ہے۔ نہ کہ نفس لفظ سے۔ یہی کیفیت گالی اور بدزبانی کی ہے۔ اور چونکہ صوفیاء کرام اہل حقیقت ہوتے ہیں۔ اور بمقابلہ حقیقت لفظ امر فرضی اور اعتباری ہے۔ اس لئے ان کے نزدیک لفظی مدح و ذم تعریف اور گالی برابر ہوتی ہے۔ نہ مدح سے خوش ہوتے ہیں۔ نہ گالی سے برامانتے ہیں۔ اسی مقام پر بلھے شاہ صاحب قدس سرہ فرماتے ہیں:

تینوں کافر کافر آکھدے توں آہوا ہوا آکھ

## حکایت

(دیکھو رشحات ذکر ذکر خواجہ احرار و مقامات الصوفیہ مطبوعہ صفحہ ۱۸۸)

ایک روز حضرت شبلیؒ اپنے پیر و مرشد حضرت جنیدؒ بغدادی کی خدمت میں بیٹھے تھے۔ ایک شخص ناداں نے جو یہ نہیں جانتا تھا۔ کہ پیر کے سامنے مرید کی تعریف نہ کرنی چاہئے۔ حضرت جنیدؒ کے روبرو حضرت شبلیؒ کی بہت تعریف کی۔ حضرت جنیدؒ نے فرمایا۔ کس کی تعریف کرتے ہو۔ اس سؤر کی۔ حضرت شبلیؒ کے ظاہر و باطن میں کچھ تغیر واقع نہ ہوا۔ اس فرمانے سے خوش ہوئے۔

## حافظ رحمۃ اللہ علیہ

بدم گفتی و خرسندم عفاک اللہ لکو گفتی  
جواب تلخ مے زید لب لعل شکر خارا

## ایضاً

قدا میختہ با گل نہ علاج دل ماست

بوسہ چند بیا میز بد شنای چند

شبلیؒ کی نظر حقیقت پر تھی۔ لفظ سؤر کو وہ فرضی اعتباری سمجھتے تھے۔ اور بمقابلہ

حقیقت یہ اعتبار ان کی نظروں میں کچھ قدر اور اعتبار نہ رکھتا تھا۔ اس لئے لفظ سؤر

سے ان کو ظاہر اور باطن کچھ اثر نہ ہوا۔ آج کسی گرفتار اعتبار کو تو سؤر کہہ کر دیکھو۔ ظاہر

اور باطن کا کیسا رنگ بگڑتا ہے۔ اور کیسی ناک چڑھاتا ہے۔

تیسرے جو عشق حقیقی کا کچھ بھی مذاق رکھتا ہے۔ وہ خوب جانتا ہے کہ ان

حالات باطنی کا نام کفر اور ایمان سے بہتر اور کوئی ہے۔ حضرت شیخ الاسلام شرف الحق والشرع والدین یحییٰ منیری قدس سرہ نے شیخ مظفر کو لکھا (دیکھو مکتوبات دہم مکتوبات جوانی حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیری مطبوعہ نولکشور صفحہ ۷۱) کہ ہم نے جو لکھا تھا کہ پہلے جو لوگ کفر و شرک، بت و زنا رکھتے تھے۔ میں نہیں جانتا کہ کیا بات ہے۔

اب میں نے جانا کہ یہ بات ہے۔ اے عزیز! یہ بڑی فتوح تیرے ہاتھ آئی۔ کہ تجھ کو کچھ دکھایا گیا۔ انشاء اللہ! اس سے تو جمال ایمان بھی دیکھے گا۔ اسی مقام پر کہتے ہیں:

### بیت

کفر اندر خود خود قاعدہ ایمان است

آسان آسان بکافرے نتوال رفت

ایک روز جو ایک بزرگ نے وقت شروع نماز کے جو یہ کہا تھا۔ کہ ”کافر شدم و زنا بر خود بستم اللہ اکبر“ اس سے یہی مراد تھی۔ جب تک کفر انسی مما تشر کون حاصل نہ ہوگا۔ جمال انی و جہت و جہی للذی فطر السموات و الارض حنیفا جلوہ گر نہ ہوگا۔ جب تک رشتہ و اعتصموا بحبل اللہ جمیعاً زنا باطن نہ ہو تو زنا کبریت کس طرح ٹوٹیں گے۔ یہ فہم بھی عالم بصیرت سے ہی حاصل ہوتا ہے۔ اس وجہ سے کہ یہ نصیب بھی اسی طرح پہنچتا ہے۔ اس حال کے ورود سے خوش ہونا چاہئے۔ اور اپنے کام میں لگے رہنا چاہئے۔ تاکہ اس میں زیادتی ہو۔ اور یہ جو لکھا تھا کہ مجھ پر یہ واضح ہوتا ہے کہ جب تک کفر لا الہ حاصل نہیں ہوتا۔ جمال اللہ

اپنا جمال نہیں دکھاتا یہ نظر بھی اس راہ کے اسرار میں سے ہے۔ اور اس کار کے بڑے دقائق میں سے ہے۔ جس کا دل زیادہ مصفا ہوتا ہے۔ نظر بھی مصفی ہوتی ہے۔ اور یہ بھی لکھا جاتا ہے۔ کہ میں اب اس بات کو بھی سمجھا۔ کہ بزرگوں نے جو بعضے معنی کو عبارت زلف، خال، کفر، بت، زنا میں بیان کیا ہے۔ بہت درست ہے۔ بے شک وہ معنی سوائے اس عبارت کے اور کسی عبارت میں نہیں آتے۔

اے عزیز! اصحاب سلوک کو راہ سلوک میں جو معانی نظر آتے ہیں۔ وہ عبارت میں بیان کریں۔ تو سوائے عبارت کفر و شرک، زنا اور بت کے اور کسی عبارت میں وہ اچھے بیان نہیں ہوتے۔ اور یہ جو لکھا تھا کہ سوائے فرض اور سنن سے اور سب غارت ہوا۔

آنجا کہ سلطان خیمہ زند غوغا نماںد عام را

اے عزیز! ابھی کام اس سے بھی آگے ہے۔

### بیت

عشق را امروز فردا کے بود

کفر و دینیں ایں جاواں جا کے بود

سعادت مرد وہ ہے۔ جس سے کہیں کہ بت خانہ و کفر و شرک دیکھا۔ اب

دامن فمن یکفر بالطاغوت پکڑ اور دولت یؤمن باللہ حاصل کر۔ جمال

ایمان دیکھ

کافر نشوی عشق خریدار تو نیست

یعنی جب تک تو کافر نہ ہوگا۔ عشق تیرا خریدار نہ ہوگا۔ اتنی کلام حضرت شرف

الحق والدین یحییٰ منیری قدس سرہ۔ بلھا:

تینوں کافر کافر آکھدے توں آہوا آہوا کھ

کچھ معلوم ہے۔ کہ یہ بزرگ کون ہیں جنہوں نے نماز شروع کرتے وقت کہا۔ ”کافر شدم زنا ربسم اللہ اکبر“ حضرت عین القصنات ہمدانی کے پیرومرشد تھے اس کو حضرت عین القصنات نے تمہید سوم میں اس طرح لکھا ہے۔ کہ ایک روز میرے مرشد میرے شیخ نماز پڑھنے کیلئے کھڑے ہوئے۔ نیت باندھنے کے وقت آپ نے فرمایا ”کافر شدم زنا رب خود بسم اللہ اکبر“۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو اپنے آپ ہی کہا۔ ”اے محمد! ابھی تو عبودیت کے درمیاں بھی نہیں پہنچا ہے۔ اور پردہ نور سیاہ میں کہ فبعض تک لاغوثنہم اجمعین ہے۔ ابھی تجھ کو جگہ نہیں ملی ہے۔ تسلی رکھ۔ کوئی وقت ہوگا کہ تجھ کو اس پردہ میں بھی جگہ دیں گے۔

## رباعی

بے دیدہ رہ قلندری نتواں رفت  
در دیدہ بکوے بدیری نتواں رفت  
کفر اندر خود خود قاعدہ ایمان است  
آساں آساں بکا فری نتواں رفت

## رباعی دیگر

اندر راہ عشق سرسری نتواں رفت  
بے درد و بلا بسروری نتواں رفت

خواہی کہ پس از کفر بیابی ایمان

تا جاند ہی بکا فری نتواں رفت

اے عزیز! نہیں معلوم یہاں لفظ کفر سے تو کیا سمجھے گا۔ اس بات کو جان! کہ کفر بہت ہیں۔ کس لئے۔ کہ منزلیں سالک کی بہت ہیں۔ ہر ساعت میں کفر اور ایمان لازم ہیں۔ جس سالک نے جانا کہ مجھ کو کچھ مل گیا ہے۔ اس کو کچھ نہیں ملا ہے۔ وہ بے خبر ہے۔ رہزن و لا عنلہم کے ہاتھ سے خلاصی نہیں ہوئی۔ جب اس سے خلاصی پائے گا۔ تب سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچے گا۔ جب تو نے ابتدا اور انتہا وجود اور امر اور نہی، آسمان اور زمین، عرش اور فرش ساری موجودات کو پیچھے چھوڑا۔ پہنچنے اور نہ پہنچنے سے چھوٹا۔ دیکھنے اور نہ دیکھنے کی توقع نہ رہی۔ تب سب بلاؤں اور آفتوں سے رہائی پائی۔ کوئی بلا اس راہ میں تیرے خیال ہستی موہومی سے بری نہیں ہے۔

انتہی کلام حضرت عین القسنت ہمدانی۔

حضرت عین القسنت ہمدانی کے پیر و مرشد حضرت احمد غزالی جنہوں نے یہ کلام نماز کی نیت باندھنے سے پہلے فرمایا بڑے اولیاء اللہ ہیں۔ جن کا وصال ۵۱۷ھ میں ہوا۔ خضر علیہ السلام ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت عین القسنت ہمدانی تمہید و ہم میں فرماتے ہیں۔ کہ ایک روز میں اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہاں حضرت خضر علیہ السلام نے مجھ کو ایک حدیث رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی۔ جو انہوں نے بالمشافہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی۔ انتہی حضرت احمد غزالی پیر و مرشد حضرت ابوالنجیب سہروردی اور دادا پیر حضرت شہاب الدین سہروردی اور پروادا حضرت بہاؤ الدین ذکر یا ملتانی اور قاضی

حمید الدین ناگوری کے تھے۔ کیا مجال ہے کسی ناقص کو جوان کے اس کلام پر جو نماز کی نیت باندھنے پہلے فرمایا۔ حرف گیری کرے۔

چوتھے یہ لوگ عشق حقیقی میں سودائی، جنونی، دیوانے ہوتے ہیں۔ اگر اپنے سودا، اپنے جنون، اپنے دیوانہ پن میں کچھ اصطلاح مقرر کر لیں۔ کفر کا ایمان، ایمان کو کفر کہیں تو معذور ہیں۔ کہ سودا ہے تو ہے۔ جنون ہے تو ہے۔ دیوانہ پن ہے تو ہے۔ واہ کیا سودا، کیا جنون، کیا دیوانہ پن ہے۔ جس پر ہزار سودا، ہزار جنون، ہزار دیوانہ پن قربان ہے۔ حضرت شیخ محمد لاجپی قدس سرہ شارح گلشن راز فرماتے ہیں۔

ہشیار و مستم چہستم مجنون عشق کیستم  
 نہ ہستم و نہ نیستم ہذا جنون العاشقین  
 تاروے ساقی دیدہ ام جام فنا نوشیدہ ام  
 سرمستم و شوریدہ ام ہذا جنون العاشقین  
 مخمور چشم ساقی ام مست از مئے اطلاقیم  
 کہ فانی و گہ باقیم ہذا جنون العاشقین  
 مستم ز جام بے خودی مست مدام سردی  
 نہ نیک دانم نہ بدی ہذا جنون العاشقین  
 من نے خود و سیدائیم قلاشم و رسوائیم  
 ہر جای او بے جانیم ہذا جنون العاشقین

حضرت شیخ الاسلام فرید الدین گنج شکر قدس سرہ نے فرمایا۔

(دیکھو اسرار الاولیاء مطبوعہ نولکشور صفحہ ۴)



کہ قاضی حمید الدین ناگوری قدس سرہ نے فرمایا۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ حکم دے گا کہ مجنون کو حاضر کرو۔ جب مجنون حاضر ہوگا تو ٹھکم ہوگا جو اولیاء ہماری محبت کا دم بھرتے تھے۔ وہ بھی حاضر ہوں اور مجنون کے پاس کھڑے ہوں۔ جب مہمان خدا اس کے پاس کھڑے ہوں گے۔ تو ارشاد ہوگا کہ دیکھو! محبت ایسی ہوتی ہے۔ جیسی مجنوں کی تھی۔ جب تک زندہ رہا۔ دوستی اور محبت لیلیٰ میں غرق رہا۔ جب مرا۔ تو اس میں غرق مرا۔ اور اب جو اٹھا ہے۔ تو اسی میں غرق ہے۔ انتہی۔

ہو۔ ہو۔ ہو۔ الہی۔

دیوانہ کنی ہر دو جہانش بخشی

دیوانہ، تو ہر دو جہاں راچہ کند

عجب حال ہے۔ ہندی:

رام دیوانی دنیا باوری کہے

قال قدس سرہ (دیکھو نقد النصوص۔ نص الراہیمیا)

اے عشق منم از تو سرگشته و سودائی

و اندر ہمہ عالم مشہور بشیدائی

در نامہ مجنوناں از نام من آغازند

زیں پیش اگر بودم سر دفتر دانائی

اے بادہ فروش من و سرمایہ جوش من

از تست خروش من من نام و توانائی

سرمایہ ناز از تو ہم اصل نیاز از تو

ہم و امق شیدائی ہم دلبر عذرائی

گر زند گیم جوئی در من نفسے دارم  
 من مردہ صد سالہ تو جان میجائی  
 اول تو و آخر تو باطن تو و ظاہر تو  
 مستور ز ہر چشمے در عین ہویدائی

ہو، ہو، ہو، جاتی رحمۃ اللہ علیہ۔

جرعہ از جام عشق خود بخاک افشانده  
 ذوفنون عقل را مجنون و شیدا کرده  
 برزخ از زلف سیہ مشکیں سلاسل بستہ  
 عالمے را بستہ زنجیر سوداء کرده  
 مے کنی جامی گم اندر عشق و رسم خویش  
 آفریں بادہ بریں رسمے کہ پیدا کردہ

## رباعی احمد غزالی

(دیکھو تمہید وہم حضرت عین القصبات)

در عشق ملامتے و رسوائی بہ  
 کافر شدن و گری و ترسائی بہ  
 پیش ہمہ کس عاقل و رعنائی بہ  
 و اندر راہ ما سودائی و رسوائی بہ

مگر خبردار خبردار! اگر تجھ کو یہ سودا، یہ دیوانہ پن حقیقی نہ ہو۔ تو ہرگز ہرگز اولیاء  
 اللہ کی جناب میں یہ الفاظ سودائی، جنونی، دیوانہ کے کہنا۔ اوتز کبھی یہ حرکت نہ کرنا کہ

اپنے حالات خراب میں اولیاء اللہ کے اشعار پر مذاق اڑائے۔ اور ان اشعار کو اپنے ناقص حالات میں نظیر الایا جائے۔

تراگر نیست احوال و مواجید

مشو کافر بنادانی ز تقلید

کہ اس بے ادبی سے اندیشہ شامت اور خطرہ زوال ایمان ہے۔ یہ الفاظ وہی کہہ سکتا ہے۔ جس کو سودائے حقیقی ہو۔ اور اس جنون میں مبتلا ہو۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ان اللہ لا یواخذ العشاق بما یرصد منہم (دیکھو تمہید نہم حضرت عین القضاات ہمدانی) یعنی عشاق سے کوئی بات صادر ہو جاتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ ان کو اس بات سے نہیں پکڑتا۔ اور اگر کوئی کہے تو مزہ چکھے۔ اے رہتکی۔

جس کا کام اسی کو سا جھے اور کرے تو ٹھینگا باجے  
بھلا اور کوئی کہہ سکتا ہے۔ جیسا کہ اس جنون الہی میں مولانا روم قدس سرہ نے فرمایا۔ (دیکھو لب لباب مثنوی شریف مطبوعہ بمبئی صفحہ ۳۷۵)

باز دلوانہ شدم من اے طبیب

باز سودائی شدم من اے حبیب

حلق ہائے سلسلہ ذو فنون

ہر یکے حلقہ و ہر دیگر جنون

داد ہر حلقہ فنون دیگر است

پس مرا ہر دم جنون دیگر است

پس جنون باشد فتون این شد مثل  
 خاصہ در زنجیر آں میر اجل  
 آنچنان دیوانگی نکست بند  
 کہ ہمہ دیوانگان بندم دہند  
 نیست از عاشق کسے دیوانہ تر  
 عقل از سودائے او کور است و کر  
 زانکہ این دیوانگی عام نیست  
 طب و گراں ارشاد این احکام نیست  
 گر طیبے را رسد زین سال جنون  
 دفتر طب را فرو شوید بہ خون  
 من سر ہر ماہ سہ روز اے صنم  
 بے گماہی باید کہ دیوانہ شدم  
 ہیں کہ امروز اول سہ روزہ است  
 روز فیروزیت نہ سہ روزہ است  
 ہر ولے را کہ سر آں شہ بود  
 دمیدم او را سرمہ مے شود  
 کیف باقی النظم لی و القافیہ  
 بعد ما ضاعت اصول العافیہ  
 کیف باقی النظم لی فی الشجون  
 بل جنون فی جنون فی جنون

## مغربی

جنونی فوق غایت الجنونی  
 جنونی من حبیب ذو فنونی  
 بعشقت من زہر مجنون یزوم  
 تو در خوبی زہر لیلیٰ فزونی

### مسئلہ فناء الفنا

کفر اور ایمان کے مسئلے تو سنئے۔ اب اس سے اگلا مسئلہ فناء الفناء کا سنئے۔  
 جہاں نہ کفر ہے نہ ایمان۔ اسلام اور کفر اس سے ورے ہی ہیں۔ جو ہستی موہومی  
 سے قائم ہوتے ہیں۔

صاحبِ نگلشن راز فرماتے ہیں کہ:

کفر در دین بود قائم بہ ہستی  
 بود توحید عین بت پرستی

اور صوفیائے کرام فرماتے ہیں۔ (دیکھو تمہیدات حضرت عین القضاة) اور  
 لطائف اشرفی جلد ثانی صفحہ ۱۲۱۔ الکفر والایمان مقامان وراء العرش  
 حجابان بین العبد والمولیٰ۔ یعنی کفر اور ایمان دو مقام عرش دل پر ہیں۔ یہ  
 دونوں مقام عبد اور مولیٰ کے مابین حجاب ہیں۔ مغربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اے کہ در بند و قبول خاص و عامی روز و شب  
 کفر و ایمان را رہا کن نام این معنی مبر

کفر و ایماں چوں حجاب راہ ہفتد اے پسر  
رو بسان مغربی از کفر و ایماں در گذر

### عطارؒ

چہ دانستم کہ ایہ دریاے بے پایاں چنیں باشد  
بخارش آسماں گر و کف دریا زمین باشد  
لب دریا ہمہ کفر است و جملہ دریا پنداری  
ولیکن گوہر دریا و رائے کفر و دین باشد

### ایضاً

(منطق الطیر صفحہ ۲۸)

قد سیاں را عشق ہست درد نیست  
درد را جز آدمی در خورد نیست  
ہر کرا در عشق محکم شد قدم  
در گزشت از کفر و از اسلام ہم  
عشق را با کافری خویشی بود  
کافری خود عین درویشی بود  
عشق سوئے فقر در بکشایدت  
فقر سوئے کفر رہ نما یدت  
چوں ترا ایں کفر دایں ایماں نما ند  
ایں تن تو گر شد و ایں جاں نماز

عبدالزیں مردے شویں ایں کار را  
مرد باید ایں چنیں اسرار را  
پاے ورنہ ہچو مردان و مترس  
در گزر راز کفر و ایمان و مترس

### رباعی حضرت عین القضاة

کے بود جاناں کہ آتش را دریں عالم زینم  
ملت کفر و مسلمانی بہم برہم زینم  
واں گہے از جنت و فردوس و دوزخ بگزرینم  
خیمہ جاں را بروں از کون و مکاں محکم زینم

### ایضاً

جاناں مئی ناہم وہ جانم بستاں  
مستم کناں و از ہر دو جہانم بستاں  
با کفر و با سلام بدن ناچار است  
خود را بنمازیں و آنم بستاں

### مغربی<sup>۲۷</sup>

خواہی کہ نمازند بچہاں مومن و کافر  
لطفے بکن و پردہ براند از رخسار

حقا کہ اگر پردہ زروئے تو برافتد  
از غیر تو عین تو اں ماند نہ آثار

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ

ز کفر و ز اسلام بروں صحرائی است  
مارا بنمیان ہر دو شاں سودائے است  
عارف چو بد آنجا برسد نہ بہند  
ز کفر نہ اسلام نہ آں جا جائے است

رباعی مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ

در عشق نہ پیداؤ نہ پہنام من  
چیزے عجم نہ جسم نہ جانم من  
فے الجملہ نہ کافر و مسلمانم من  
در ہر چہ نگاہ ہے کنم آنم من

اس مقام پر حضرت بلھے شاہ صاحب قدس سرہ فرماتے ہیں:

ناں میں مومن ناں میں کافر ناں سیدناں سید  
چو دھیں طبقیں سیر اساڈا کتے نہ ہوندا قید

ہندو نہ نہیں مسلمان . . . بہئے بترنجن تچ ادھان

حضرت احمد جام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

من عاشق و بدنام دیوانہ و بدکارم  
واللہ نہ بودم عارم کہ یار بود یارم



نے مومن و نے مسلم نے کافر و نے ملحد  
نے فاسق و نے صل و اللہ چہ دیں دارم

## ایضاً

بر تحت شہود شہر یارم      بر مرکب وصل شہ سوارم  
یک رنگ چو گشت کفر و ایماں      با ملت و دیں چہ کاردار

حضرت احمد جام قدس سرہ بھی جن کا یہ کلام ہے۔ بڑے اولیاء اللہ قطب  
دوراں غوث زماں صوفی کامل تھے۔ حضرت کی تعریف اور حالات صفحہ ۲۸ لغایت  
۳۲۴ صفحات پر دیکھو۔ آپ بڑے صاحب کرامت اور مسیح محمدی تھے۔ آپ کی  
خدمت میں ایک لڑکے اندھے کو لائے۔ اور عرض کیا کہ حضرت دعاء کیجئے۔ کہ یہ بینا  
ہو جائے۔ آپ نے فرمایا کہ: میں عیسیٰ ہوں؟ جو مردہ کو زندہ کروں۔ اور نابینا کو  
بینا۔ تھوڑی دیر میں آپ پر حال وارد ہوا۔ اور منہ سے نکلا کہ ہم کرتے ہیں۔ پھر آپ  
نے اس لڑکے کو پاس بلایا۔ اور اس کی آنکھوں پر انگلی رکھی۔ اور کہا۔ انظر باذن  
اللہ۔ اسی وقت وہ لڑکا بینا ہو گیا۔ لوگوں نے عرض کیا۔ حضرت یہ کیا بات تھی؟ پہلے  
آپ نے یوں فرمایا۔ پہلے کہنے والا احمد تھا۔ پھر ندا آئی۔ کیا عیسیٰ مردہ کو زندہ اور  
نابینا کو بینا کرتے تھے۔ ہم کرتے تھے ہم۔ پس دوسرا فعل اللہ کا تھا۔ احمد جام رحمۃ  
اللہ علیہ کے روبرو کسی نے توحید اور معرفت کی بات کہی۔ آپ نے فرمایا۔ کہ تم مقلد  
ہو۔ اس کی انہوں نے دلیل چاہی حضرت نے طشت اور تین موتی منگائے۔ فرمایا  
کہ موتیوں کا اصل کیا ہے؟ عرض کیا گیا کہ پانی برسات کا۔ فرمایا۔ کہ جو کوئی ان  
موتیوں کو یوں کہے کہ پانی ہو جاؤ۔ اور وہ پانی وہ جائیں۔ تو وہ محقق ہے۔ ورنہ گو

بزار دلیل اثبات ہستی ممانع کی جانتا ہو۔ مقلد ہے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ آپ دکھا سکتے ہیں؟ فرمایا کہ پہلے تم کہو۔ پھر میں کہوں گا۔ ہر ایک نے موتیوں سے کہا۔ ”پانی ہو جاؤ“۔ کچھ نہ ہوا۔ ویسے ہی رہے۔ جب شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی نوبت آئی۔ تو آپ نے طشت کی طرف منہ کر کے فرمایا بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ تینوں موتی پانی پانی ہو گئے۔ پھر آپ کے فرمانے سے ویسے ہی ہو گئے۔ جیسے تھے۔ سب متحیر رہے اور آپ نے ارشاد فرمایا۔ اعتراف کیا۔ وفات آپ کی ۲۶ھ میں ہوئی۔ روضہ مبارک جام میں ہے۔ ان کا یہ قول ہے کہ:

یک رنگ چو گشت کفر و ایماں

با ملت و دیں چہ کار دارم

## رباعی جامیؒ

آں را کہ فنا شیوہ ز فقر آئین است

نے کشف و یقین نہ معرفت نے ونیست

رفت اوز میاں ہمیں خدا ماند خدا

الفقرا ذاتم هو اللہ انیست

یہ رباعی مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ کی بڑی پر مغز اور جامع اصول ہے۔ بعد

حضرت جامی رحمۃ اللہ علیہ کے اکثر اولیاء اللہ اس کو پڑھتے رہے اور سنا تے رہے

ہیں۔ امر اس مسئلہ کے سمجھانے کے لئے نظیر لاتے رہے ہیں۔ چنانچہ ترجمہ فتوح

الغیب کے تیسرے مقالہ میں (دیکھو صفحہ ۱۷۱) فتوح الغیب مطبوعہ نولکشور ۱۲۹۰ھ اور

چالیسویں مقالہ میں (دیکھو صفحہ ۲۳۲) حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ

اس کو تشریح لائے ہیں کہ:

رفت اوزمیاں ہمیں خدا ماند خدا

الفقرا ذاتم هو الله انیست

مگر تا وقتیکہ کوئی الفاظ فنا اور بقاء اور فق کے معنی موافق اصطلاح صوفیاء کرام کے نہ سمجھے۔ اس رباعی کا مطلب سمجھ میں نہیں آسکتا۔ اپنی مراد اور محاورہ کے موافق معنی سمجھنے سے حیرانی میں پڑ جاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ایسا شخص ہوگا۔ جس کو نہ کشف ہو۔ نہ یقین معرفت ہو۔ نہ دین اور فقر کے تمام ہونے سے اللہ کیسے ہوتا ہے۔ اور جب کوئی فنا ہو گیا تو رہا کیا؟

### بین معنی فنا و بقا

جاننا چاہئے کہ لفظ فنا اور بقاء کے جو معنی حکماء اور متکلمین کے نزدیک ہیں۔ وہ صوفیاء کرام کے نزدیک نہیں ہیں۔ (دیکھو نقد النصوص مولانا جامی نص ابراہیمیا) اہل لغت کے نزدیک بقاء یہ ہے کہ وقت ثانی میں بقاء پائے۔ اور یہ اس طرح پر ہے۔ کہ ایک بقاء الی مدت جیسے دنیا اور اہل دنیا کی بقاء ہے۔ دوسرے لالی مدت۔ جیسے آخرت اور اہل آخرت کی۔ اور حق تعالیٰ اور صفات حق تعالیٰ کی بقاء ہے۔ اور فنا ان کے نزدیک یہ ہے۔ کہ اس کی بقاء نہ رہے۔ جس کی بقاء کی نہایت ہو گئی۔ اس کو فانی کہتے ہیں۔ اور اہل اصول یعنی اہل کلام یہ کہتے ہیں کہ بقا باقی کی صفت ضرور ہیں۔ مگر فنا باقی کی صفت نہیں ہے۔ اس لئے کہ باقی شے ہوتی ہے۔ اور شے کے لئے صفت روا۔ اور فانی لاشے ہوتی ہے۔ لاشے کی صفت محال ہے۔ کیونکہ موصوف کا وجود چاہئے۔ تاکہ صفت اس کے ساتھ قائم ہو۔ پس فنا اور فانی ہونے سے مراد

اس کی عدم ہے۔ مگر صوفیاء کرام کی مراد بقاء سے بقاء ذات نہیں۔ بقاء صفات ہوتی ہے۔ کیونکہ ان کے نزدیک کسی شے سے مراد اس شے کی عین نہیں ہے۔ بلکہ اس کے معنی مراد ہے۔ جب کسی شے میں وہ معنی موجود ہوتے ہیں۔ تو وہ اس شے کی بقاء بتاتے ہیں۔ اس لئے کہ مقصود اس شے سے حاصل ہے۔ اور جب وہ معنی اس شے سے معدوم ہو جاتے ہیں۔ تو اس شے فانی نسبت فوت مقصد اور معنی مذکور کے کہتے ہیں۔ او یہ امر عرف میں ظاہر ہے۔ کہ جب کوئی بوڑھا اور ضعیف ہو جاتا ہے۔ تو کہتا ہے۔ کہ میں اب وہ نہیں رہا۔ جو پہلے تھا۔ حالانکہ مردود وہی ہے۔ ہاں! اس کی صفات وہ نہیں رہی ہیں۔ جو پہلے تھیں۔ کذا فی شرح التعرف۔

پس ممکن کی فنا واجب میں اس کے آثار امکان کے اضمحلال سے ہی مراد ہے۔ نہ اس کی حقیقت کے الغد ام سے اضمحلال کی مثال ایسی ہے۔ جیسے اضمحلال انوار محسوسہ نور آفتاب میں ہوتا ہے۔

### بیت

چراغ آں جا کہ خورشید منیر است

میاں بود و نابودے اسیر است

شیخ جنید نے فرمایا کہ المحدث اذا لورن بالقدیم لم تبین اثر۔

جوں تجلی کرد اوسان قدیم

پس سوز و صف حادث را کلیم

اور آثار امکان کا اضمحلال ہوش و ادراک لطیفہ انانیت عارف میں ہوتا ہے۔

نہ جسم اور روح اور اس کی بشریت میں گواہ کہ بحکم لا ارض من کاس الکرام نصیب ان کو

بھی خط ہو۔

حضرت مولوی (معنوی روم) قدس سرہ فرماتے ہیں:

## مثنوی

اے برادر تو ہمہ اندیشہ  
 مابقے تو استخوان ریشہ  
 پس تو آں ہوشی و باقی ہوش پوش  
 خویش را کم مکن یا دہ مکوش

انتہی تقریر مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ:

اس فناہ مضمحل آٹار مکان کی مثال مولانا صاحب نے مثنوی شریف میں اس

طرت فرمائی ہے۔ (دیکھو دفتر سوم مسئلہ فناہ و بقاء صفحہ ۱۸۶) شرح العلوم و صفحہ ۱۷۹  
 پیراہن یوسفی صفحہ ۴۰۱ لب لباب حسین بظبوعہ بہیمی۔

نشت در جہاں جہاں درویش نیست  
 در بود درویش آں درویش نیست  
 ہست از رے بقائے ذات او  
 نیست گشتہ وصف اور دو وصف ہو  
 چوں زبان شمع پیش آفتاب  
 نیست باشد ہست باش در حساب  
 ہست باشد روشی او تا تو اگر  
 افگنی پنبہ بسوزد او شرر

نیست باشد روشنی ندہد ترا  
 کردہ باید آفتاب او را فنا  
 دو صد شہد یک اوقیہ حل  
 چوں در افگندی دوروئے گشت حل  
 نیست باشد طعم او چوئے چشی  
 بہت اوقیہ فزوں گر بر کشی

یعنی اگر سو من شہد میں دو تولہ سرکہ ملا دیں تو صفات ترکہ یعنی مزہ اس کا شہد میں فنا ہو جاتا ہے۔ اور ذات اس کی باقی رہتی ہے۔ جس کا ثبوت زیادتی وزن سے ہوتا ہے۔ ایسے حال میں اگر خود سرکہ یوں کہے کہ میں شہد میں فانی ہو گیا۔ اور میں کچھ اور ہی ہو گیا۔ اب مجھ کو کون پہچانے۔ تو یہ کہنا اس کا سچ ہے۔ اسی مقام پر حضرت بلھے شاہ صاحب فرماتے ہیں:

ہن میں ہو گیا کچھ ہو ہن مینوں کون پہچانے

اسی مقام پر معنی فنا فی الشیخ۔ فنا فی الرسول۔ فنا فی اللہ کے ذکی اور فہیم کی سمجھ میں آئیں گے۔ اور کہے گا۔ اوہو۔ ان لفظوں کے معنی تو کچھ اور ہی نکلے۔ ہم جو پہلے سمجھ رہے تھے۔ کہ فنا فی الشیخ سے مراد شیخ ہو جانا اور فنا فی الرسول سے مراد رسول ہو جانا اور فنا فی اللہ سے مراد اللہ ہو جانا ہے۔ وہ بڑی غلطی تھی۔ اور مولانا روم سچ فرماتے ہیں:

سایہ ہائے کو بود جو یائے نور  
 نیست گردوچوں شود نورش ظہور

سایہ و عاشقے بر آفتاب  
شمس آید سایہ لاگرد و شباب  
بہچنین جویایے درگاہ خدا  
چوں خدا آمد شود جوئندہ لاء

یہاں اچھی طرح سمجھو کہ ذات کا فنا ہو جانا اور بات ہے۔ اور صفات کا فنا ہونا اور۔ پہلے سمجھو کہ ذات دو ہیں۔ ایک عدم دوسرے وجود عالم کی ذات عدم محض ہے۔ یعنی فی حد ذلتہ وہ عدم ہے۔ اور حق کی ذات وجود محض یعنی فی حد ذات وجود ہے۔ عدم کبھی وجود میں نہیں آ سکتا اور وجود کبھی عدم میں نہیں ہو سکتا کہ انقلاب ماہیت محال ہے۔ پس اس ذات کی جس کو ذات کہیں کبھی فنا نہیں ہو سکتی۔ اور چونکہ عدم اپنے معنی سے خود عدم ہے۔ اس لئے فی الحقیقت اور فی الوجود ذات ایک ہی ہے۔ اور یہ عرف میں جو ذاتیں کہی جاتی ہیں۔ کہ اس شے کی یہ ذلت ہے اور اس شے کی یہ ذلت ہے۔ یہ گو مقابلہ اپنی صفات کے ذات کہنے میں آویں۔ یا یہ کہ ایک عرض کو دوسرے عرض کی ذات میں کہیں۔ مگر بمقالہ اس ذات عین وحدہ لازوال کے صفات ہیں۔ نہ ذوات۔

## رباعی جامیؒ

تا چند حدیث جسم والعباد و جہاد  
تا کے سخن معدن و حیوان و نبات  
یک ذات بود محقق نہ ذوات  
ایں کثرت و ہمہ زشیونست و صفات

## رباعی ایضاً

اے بر سر ایں و آں نازدہ خط  
پندار دوئی دلیل بعد ست و خط  
در جملہ کائنات بے سہو و غلط  
یک عین غیب دان و تکدیب و فقط

جب تحقیق میں ایک ہی ذات ہوئی۔ جس کو فنا نہ نہیں تو فنا سے مراد فنا ذات سمجھنا بڑی ہی غلطی اور نادانی ہے۔

جب کہ یہ محقق اور بالیقین ثابت ہو گیا۔ کہ ذات جس کو ذات کہہ سکیں اور عین جس پر عین کا اطلاق ہو سکے۔ فقط ایک ہی ہے۔ اور ہم میں جو کثرت و ذات معلوم ہوتی ہے۔ یہ شیوان اور صفات اس ذات کے ہیں۔ تو پھر اس کو سمجھنا چاہئے۔ کہ شیون اور تجلیات اس ذات کے ہر لمحہ اور ہر آن نے ہی ہیں۔ اور وہ اپنے جلوے اور تجلیاں رنگ برنگ اور نئے نئے بالقصائے دلربائے اور محبوبی ہر لمحہ اور ہر آن میں دکھاتا ہے۔ فنا سے ان کا تعلق ہی نہیں۔ اس لئے کہ وہ بالقصائے ذات خود ہی پائندہ نہیں ہیں۔

## رباعی جامیؒ

ہستی کہ عیاں نیست و آں در شانے  
در شان دگر جلوہ کند ہر آنے  
ایں نکتہ بجوز کل یوہم فی شان  
گر بایدت از کلام حق بر ہانے



## رباعی ایضاً

بحری ست نہ کا ہندہ نہ افزائندہ  
امواج برد روندہ و آئندہ  
عالم چوں عبادت زہمیں امواجت  
نہود د زمان بلکہ دو آن پائندہ

باقی رہیں صفات اور ان کا ظہور۔ صفات یا تو صفات کمال ہیں یا صفات نقص۔ جس قدر صفات کمال ہیں۔ وہ اس ذات اقدس شے کے متعلق ہیں۔ جو واحد ہے۔ اور عین ذات ہونے کی وجہ سے قدیم اور لازوال ہیں۔ فنا پذیر نہیں۔ اور جس قدر صفات نقص ہیں۔ وہ کثرت وہمی سے متعلق ہیں۔ کثرت وہمی حقیقت میں کثرت نہیں ہے۔ وہم میں کثرت ہے۔ پس جو کچھ نقص ہے۔ یا جس کو نقص کہہ سکیں یہ وہم ہے۔ جو صرف انسان کیلئے اور اس کے امتحان کے لئے اور تمیز دوست اور غیر کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ کہ یہی ایک حضرت ہیں کہ ہستی اور ذات کو جو حق تعالیٰ کی ہے۔ اپنی سمجھتے ہیں۔ اور افعال کو جو حق کے ہیں۔ اپنے سمجھتے ہیں۔ اور ماؤ من۔ ہر دم اور ہر لحظہ کہتے ہیں۔ اور اس ماؤ من میں غرق ہیں۔ واہ سبحان اللہ!

## مرے چور پرائے دھن پر

یہ وہم فنا پذیر ہے۔ اور صوفیاء کرام کی مراد فنا سے اس وہم کی فنا ہے۔ نہ کچھ اور۔ جامی قدس سرہ سلسلہ الذہب میں فرماتے ہیں: (دیکھو صفحہ ۳۲۶)

ہست این مردگی مرو مرا

آں کہ خوانند صوفیاں بفناء

نہ فنائے کہ جاں ز تن بردو  
 بل فنائے کہ ماؤ من بردو  
 مشوی از ماؤ من بکلی صاف  
 نشود با تو ہیچ چیز مضاف  
 نہ زنی ہرگز از اضافت دم  
 از اضافت کنی چو تنوریم  
 ہم ز نو دار ہی وہم ز کہن  
 نگر و بر ز بانت گاہ سخن  
 کشف من تاج من عمامہ من  
 زکوه من عصاؤ جامہ من  
 زاں کہہ کس کہ از منی دار است  
 یک من اورا ہزار من بار است  
 صد منش بار بر سر و گردن  
 بہ کہ یک بار بر زبانش من

یہ وہم اس وقت فناہ ہوتا ہے۔ جب باطن سالک میں ظہور ہستی کا استیلا اور غلبہ ہو۔ چنانچہ مولانا جامی قدس سرہ لوائح میں فرماتے ہیں۔ کہ فناہ اس کو کہتے ہیں کہ استیلائے ظہور ہستی حق سے جو باطن پر عارف پر ہو۔ اس کو ماسویٰ کا شعور نہ رہے۔ اور فناہ اس کو کہتے ہیں کہ بے شعوری کا شعور نہ رہے۔ اور یہ بات واضح رہے کہ فنا فنا میں مندرج ہے۔ کیونکہ صاحب فنا کو اگر اپنی فنا کا شعور ہوگا۔ تو وہ صاحب فنا نہ ہوگا۔ اس وجہ سے کہ صفت فنا اور اس کا موصوف قبیل ماسوائے حق

سے ہیں۔ پس اس کا شعور منافی فنا ہوگا۔

## رباعی

ز نیستاں کہ فناہ خویشتن میخوابی  
از خرمن ہستیت جوئے کے کائی  
تا یکسیرم ز خویشتن آگاہی  
گردن زنی از راہ فناہ گمراہی

اتنی کلام حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ:

## رباعی

تا در تو ز پندار تو ہستی باقیست  
میدان یقین بت پرستی باقیست  
گفتی بت پندار شکستم رستم  
ایں بت کہ پندار شکستی باقیست

جاننا چاہئے کہ جس قدر اخلاق ذمیرہ ہیں۔ ان کی جڑ اور بنیاد یہی وہم ہے۔  
جب یہ وہم فنا ہو جاتا ہے۔ تو وہ بھی فنا ہو جاتی ہیں۔ اور ان کی جگہ اخلاق حمیدہ بالطبع  
قائم ہو جاتے ہیں۔

## بیت

اخلاق ذمیرہ چوں بدل شد  
ہر عقدہ کہ در تو بود حل شد

اور چونکہ یہ وہم جو فنا ہوتا ہے۔ ذات اور صفات اور افعال سے متعلق ہے۔ اس لئے اس کے درجات ہیں۔ یعنی پہلے فنا افعال میں ہوتی ہے۔ پھر صفات میں۔ پھر ذات میں۔ جس کا بیان صفحہ ۷۲ پر گزرا ہے۔ اس کو خواجہ امان اللہ پانی پتی قدس سرہ شرح لوائے جاتی میں اس طرح بیان فرمایا ہے۔ کہ فنا کے بعد جو درجات ہیں، ان میں:

## پہلا درجہ فنا افعال ہے

فنا افعال اس کو کہتے ہیں۔ کہ صفت افعال کی غیر و سوائے سے اس حیثیت سے اٹھ جائے۔ کہ طالب کو اس امر کا مشاہدہ ہو کہ کوئی فعل افعال مرضیہ اور نامرضیہ کا بالاستقلال کسی کے ساتھ منسوب اور مضاف نہیں ہے۔ اور تمام افعال متعدد، اور متکثرہ افعال تجلیات الہی ہیں۔ بلکہ فی الحقیقت ایک فعل واحد ہے۔ جو مجا باقتضائے قابلیت اس جگہ کے ظاہر ہوا ہے۔ یہاں سرلاحوں و لا قوۃ الا باللہ ظاہر ہونا ہے۔

## دوسرا درجہ فنا صفات ہے

فنا صفات اس کو کہتے ہیں۔ کہ نسبت جیسے صفات کی خلق سے اس حیثیت سے اٹھ جائے۔ اور حق سبحانہ کی طرف ان کی نسبت جیسے کہ ان کی عظمت اور جلال کے لائق ہو۔ کہ طالب اس امر کو جانے اور دیکھے کہ تمام صفات موجودات کے عین کمالات ذات رفیع الدرجات کے ہیں۔ بلکہ فی الحقیقت ایک صفت واحد ہے۔ کہ قوائے متکثرہ اور مدارک متعددہ میں ظہور کرنے کے سبب سے اسامی متنوعہ میں اس نے تجلی فرمائی ہے۔ اور اپنے تئیں گویا صفات موجودات کے بنا دیا ہے۔

## تیسرا اور چہ فنائے ذوات ہے

فنائے ذوات ایسے حال پر پہنچنے کو کہتے ہیں کہ ذوقاً اور وجداناً، طالب کو یہ مشاہدہ ہو کہ ذوات متعددہ میں سے کسی ذات کا وجود مستقل نہیں ہے۔ وہ سب حق سبحانہ، و تعالیٰ کی ذات سے ظاہر ہیں۔ اسی کے ساتھ قائم ہیں۔ بلکہ فی الحقیقت وہ سب عین ذات حق اور وجود مطلق کے بلا فرق اور امتیاز کے ہیں۔

فلم یبق الا الله الواحد الاحد

وبطل ما سواہ من الازل الی لا بد

یعنی کوئی سوائے اللہ واحد اور احد کے باقی نہیں ہے اور ما سوا ازل سے ابد تک

باطل۔

انتہی کلام حضرت خواجہ امان پانی پتی قدس سرہ۔

اگر واحد کا باقتضائے قابلیت مختلفہ کے افعال متعددہ میں ظاہر ہونا تمثیلاً دیکھنا چاہو۔ واللہ المثل الاعلیٰ تو ورکشاپ میں چلو۔ دیکھو! انجن سے ایک فعل صادر ہو رہا ہے۔ ایک پاؤر آ رہی ہے۔ اور وہ کلوں میں بلحاظ ان کی قابلیت ہائے مختلفہ کے افعال متعددہ دکھا رہی ہے۔ جیسے اس کے آنے سے برما بیندر ہا ہو۔ ہتھوڑا کوٹ رہا ہو۔ آری چیر رہی ہو۔ ایک پہیہ کھڑا چلتا ہے۔ ایک پڑا چلتا ہے۔ ایک تر چھا چلتا ہے۔ ایسے ایک لاکھ کھڑی چلتی ہے۔ ایک پڑی چلتی ہے۔ ایک تر چھی چلتی ہے۔ ایک کل آٹا پیس رہی ہے۔ ایک کات رہی ہے۔ ایک کپڑا بن رہی ہے۔ ایک چھاپ رہی ہے۔ وہی ایک انجن کا فعل اور اس کی پاؤر ہے جہاں جاتی ہے۔ باقتضائے قابلیت اس مقام کے کام دکھاتی ہے۔ مگر یہاں غور کرنے سے ظاہر ہے۔

کہ کلوں کی تعداد افعال سے پاور متعدد نہیں ہوگئی ہے۔ وہ ایک ہی ہے۔ ابھی وہ پاور انجن سے آنی بند ہو جائے۔ سب کلیں بند ہو جائیں گی۔ اس طرح فیض و جودی حضرت الوجود سے آتا ہے۔ ابھی وہ فیض و جودی آنا بند ہو جائے۔ سب فنا ہو جائیں۔ جب بھی تم مستری خانہ میں جاتے ہو۔ جہاں سب کام ہاتھ سے ہوتا ہے۔ کوئی لکڑی چیرتا ہے۔ کوئی خرا داتا رہتا ہے۔ کوئی رنگ چڑھا رہا ہے۔ کوئی کچھ کرتا ہے۔ کوئی کچھ کرتا ہے۔ تو کیا تم کو یہ مشاہدہ نہیں ہوتا کہ وہ افعال جو ان کاریگروں سے صادر ہوتے ہیں۔ وہ سب اس ایک پاور کے ہیں۔ جو ان کی ایک جان ہے اور ہر ایک جان کی جان ہے۔ ذرا خواہشات انسانی سے بچو۔ اور غیریت اعتباری سے قطع نظر کرو۔ دل کی آنکھیں کھولو۔ پھر دیکھو کہ کیا تماشا ہو رہا ہے۔ اگر خواہشات نفسانی کو بھی نہ چھوڑنا چاہو۔ اور یہ تماشا بھی دیکھنا چاہو۔ تو یہ نہیں ہو سکتا کہ:

## چپڑی اور دو دو

بلکہ دونوں چپڑی کتے کے سامنے ڈال دو۔ پھر تماشا دیکھو کہ کیا ہو رہا ہے۔

اس مقام پر حضرت حسین خوارزمی فرماتے ہیں:

(دیکھو شرح معصوص الحکم جناب ممدوح)

کہ در عالم توئی پنہاں و پیدا

الا اے گوہر بحر مصفا

چو از ہویت شد ہویدا

و بدت بہر اظہار کمالات

بے آئینہ ہا کردی ز اشیاء

برائے جلوہ عشق جہاں سوز

بہر چشمے درد کردی نماشا

زہر آئینہ دیدارے نمودی

جہاں آسودہ و رکتہ عدم بود  
کہے باجان مجنوں عشق بازی  
تو ہم عشقی وہم معشوق عاشق  
توئی پیرایہ معشوق و دلبر  
نیاز و امتق بیچارہ از تست  
بہ چشم عارفانت مے نماید  
ولیکن عاشقان را بادیدہ دوست  
شنا سنت بفر دانیت امروز  
خن مستانہ مے لوید حسینت  
منم معذور رای عشق از گویم  
کہ در عالم نئے پنم بجز یار

بر آوردی ر عالم شور و غوغا  
کہے دلہا بری با حسن لیلی  
تو ہم دردی وہم اصل مداوا  
توئی سرمایہ عشاق پیدا  
ہم از تو عشوہ ائے فساز عذرا  
جہاں جملہ تن و جاں تن را  
جہاں گم دیدہ در نور تجلی  
کہ حاجت نیست ایشان را بفر  
کہ دادش ساقی عشق تو صہبا  
پو چشم گشت از نور بینا  
و مافی الدار غیر اللہ دیار

ایسے ہی لوگوں اور کاملوں کی کھلی آنکھوں سے لا غافل فی الحقیقت  
الا اللہ نظر آرہا ہے۔ افعال کی حقیقت میں صوفیاء کرام میں ایک حکایت مشہور  
ہے۔ (دیکھو صفحہ ۷۹ جلد ثانی لطائف اشرفی)

## حکایت

کسی نے کاغذ سے پوچھا تیرا منہ کیونکر کالا ہوا۔ اس نے کہا مجھ سے کیا پوچھتے  
ہو۔ سیاہی سے پوچھو! میرا منہ کیوں سیاہ ہے۔ سیاہی نے کہا کہ میں تو دوات میں  
تھی۔ مجھ کو کبھی خیال بھی باہر آنے کا نہیں تھا۔ گوشہ تیر و تار یک میں پڑی تھی۔ قلم  
سے پوچھو! مجھ پر زیادتی کر کے کیوں گھر سے باہر نکالا۔ قلم نے کہا۔ بھلا میرا کیا

اختیار تھا۔ ہاتھ سے پوچھو! جس نے مجھ پر زبردستی کی۔ جنگل سے مجھ کو لا کر کاٹا ہاتھ سے پوچھا۔ کہ یہ زیادتی تم نے قلم پر کیوں کی؟ ہاتھ نے کہا کہ میں تو کھال اور ہڈیاں ہوں۔ بھلا کھال اور ہڈیوں سے بھی کچھ ہو سکتا ہے۔ قدرت سے پوچھو! جس نے مجھ کو چلایا۔ قدرت نے کہا۔ مجھ کو یونہی ملامت کرتے ہو۔ میرے محرک سے پوچھو! جو ارادہ ہے۔ ارادت نے کہا کہ میرے پاس تو حضرت دل کا رسول علم آیا تھا۔ اور زبان عقل سے اس نے مجھ سے کہا تھا۔ کہ قدرت کو کہہ۔ اپنا کام کرے۔ علم سے پوچھا۔ اس نے کہا کہ میں کیا چیز ہوں؟ میں تو واسب فیاض سے فائض ہو رہا ہوں پس! میں جو کچھ ہوں۔ اسی کا ظہور ہوں۔ چنانچہ اس مضمون کو مولانا قدس سرہ نے سلسلہ الذہب میں ناقصوں کی برائی کے بعد اس طرح نظم کیا ہے۔ (دیکھو صفحہ ۷۵)

منکہ عیب است پائے یا بسم  
 کے بعیب کسان فقد نظرم  
 خود مرا درمیاں چہ کار و چہ بار  
 غیر من دیگری ست کار گزار  
 من زبان او سخن گزرا رندہ  
 بلکہ من خامہ او نگا رندہ  
 در حقائق بچشم عامہ مبین  
 حرف و نقش از زبان خامہ بہ بین  
 خامہ آمد ز دست جنبش گیر  
 دست در دست قدرت ست اسیر



قدرت آمد ارادہ را تابع  
 دان ارادت ز علم شد واقع  
 علم فائض ز واہب فیاض  
 کہ مبراست فیضش از اعراض  
 لیکن آں علم اختیار نیست  
 فیض یا بش جز اضطراری نیست

ہر چند کہ منزلیں فنا فی الافعال، فنا فی الصفات، فنا فی الذات بیان سے بہت آسان معلوم ہوتی ہیں۔ کہ فعل کی نسبت اور اضافت اپنی طرف یا مخلوق کی طرف کرنی چھوڑ دے۔ فنا فی الافعال ہو گیا۔ صفت کی نسبت اور اضافت اپنی طرف اور مخلوق کی طرف کرنی چھوڑ دی۔ فنا فی الصفات ہو گئے۔ ذات کی نسبت اور اضافت اپنی طرف کرنی چھوڑ دی۔ فنا فی الذات ہو گئے۔ کہ توحید اسقاط الاضافات۔ مگر یہ تو صرف سمجھ ہی سمجھ ہے۔ اس نسبت اور اضافت کا قطعاً بھوننا اور فنا ہونا بڑا مشعل ہے۔ دم دم میں ہزار ہا شبہات، ہزار ہا خطرات پیدا ہوتے ہیں۔ قدم قدم پر خرابی اور پریشانی کا خطرہ اور اندیشہ درپیش ہے۔ اگر اس منزل میں رعایت شرع کو چھوڑ دیا جائے تو زندگی غار میں جا پڑا۔

گئے تھے چو بے ہونے دو بے ہی رہ گئے

اسی لئے صاحب گلشن راز فرماتے ہیں:

ولے تا بے خودی ز نہار ز نہار

عبارات شریعت را نگہدار

اس منزل سخت اور میدان دشوار گزار سے پیر ہی نکالتا ہے۔ اور وہ ہی جو راہ دیدہ ان منزلوں کی محنت اور رنج کشیدہ ہو۔ اور عشق کی پھل بھری اور چنگاریاں طالب کے تن اور بدن کو لگا دے۔ جس سے وہ طالب ناچتا پھرے۔ اور تاک دھنا دھن کرتا پھرے۔ ورنہ اگر کوئی چاہے کہ بدون پیہ اور رہبر کے کتابوں ہی سے خیال خام پکا کر ان منزلوں کو طے کرے تو:

### مصرعہ

ایں خیال است و محال است و جنوں  
مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

### رباعی

در رفع حجب کوش نہ در جمع کتب  
کز جمع کتب نے شود رفع حجب  
در جمع کتب کجا بود نشہ حب  
طے کن ہمہ راؤ عدالی اللہ و تب

### غزل ایضاً

ز چست تفرقہ مولوی ز جمع کتب  
چہ سود جمع کتب چوں نگر در رفع حجب  
جو ہست ہر دور قے ز اں کتب حجاب دگر  
پچشم ما حجب تو بتوست آں نہ کتب

بمصر عشق و محبت کجا عزیز شوی  
 نرستہ یوسف جن تو از عنایت حب  
 جمال عشق نہاں است ز پردہ غیب  
 و ما سواہ علی وجہ الجمیل نقب  
 بعشق کوش چو عارف شدی بسر جمال  
 کہ عارفاں ہمہ لت اند عاشقاں لب لب  
 طلب مکن خیر و بحریاں از من  
 کہ در ربود مرا موج خیر لہ حب  
 معاد جان تو جامی ز صورت و معنی

عشق حقیقی ہی ایسی چیز ہے کہ معشوق حقیقی سے لو اور دھن لگائے رکھتا ہے۔  
 اپنی آگ سے ان شبہات اور خطرات کو جلائے رکھتا ہے۔ سوائے خیال معشوق کے  
 اور کوئی خیال یا خطرہ اور شبہ عاشق کے دل میں آنے نہیں دیتا۔ ورنہ ہائے ہائے  
 ہائے۔

پہلی ہی منزل فنا فی الافعال میں کیا کہیں۔ کیا کیا شبہات اور خطرات پیدا  
 ہوتے ہیں۔ کبھی خیال گزرتا ہے۔ کہ جب غافل فی الحقیقت الا اللہ ہے۔ تو خیر و شر  
 کیا؟ عذاب اور ثواب کیا؟ اور جب یہ خیال خراب آیا۔ اور شبہ ناقص پیدا ہوا یا جبری  
 ہو گئے یا قدری پہلے بسم اللہ ہی غلط ہو گئی۔ ہنوز دلی دور است۔ یعنی فنا فی الذات  
 کہاں۔ اور عاشق کی بسم اللہ اسی وجہ سے ہے۔ صحیح ہو جاتی ہے۔ کہ وہ رعایت ادب  
 رکھتا ہے۔ یعنی ہر چند کہ لافاعل فی الحقیقت الا اللہ کا وہ مشاہدہ کرتا ہے۔ اور اپنے  
 تئیں اظہر اسماء و صفات الہی کا دیکھتا ہے۔ مگر وہ اب ادب نہیں چھوڑتا کہ شر جو متوہم

ہوتا ہے۔ اس کی نسبت اپنی طرف کرتا ہے۔ اور حضرت الوجود کو خیر محض جانتا ہے۔  
حافظ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

گناہ گرچہ نبود اختیار ما حافظ

تو در طریق ادب کوش گو گناہ من است

جائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: (دیکھو سلسلہ الذہب صفحہ ۹۶، ۹۷)

ادبوا النفس ایہا الاصحاب

طریق العشق کلہا اداب

جہدایت سرای قرآن آئے

ادب آموز از خلیل خدائے

ز ان کہ شرط ادا مرضت چو گفت

در جز او را فہو یشفین سفت

شرطیہ جوں بود جنس سقم و مرض

خویش را داشت اندراں معرض

یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مرض کی نسبت تو اپنی طرف کی۔ اور شفاء

کی نسبت جناب باری تعالیٰ کی طرف کی۔ یوں نہیں کہا کہ خدا مریض ہو گیا۔ (نعوذ

باللہ منہا) کہ یہ سراسر بے ادبی تھی۔ پھر جناب مولانا ممدوح فرماتے ہیں:

گرچہ در نفس صاحب تفرید

آن تقاضا ہے کند توحید

کہ ہمہ فعل ہا چہ زشت و چہ خوب

بے وساطت بحق بود منسوب

لیک از آں جا کہ شیوہ او بست  
 نسبت فعل شریعت عجب است  
 ہم چنین از مقولہ افعال  
 ہر چہ دید از قبیل خیر و کمال  
 ساخت خاطر تہی راویہ خویش  
 کرد حق دراں و قایہ خویش  
 نزد از نفس و فعل نفس نطق  
 داشت بے واسطے مضاف حق  
 تا نپتند در آں فساد و خلل  
 از ظہور غرور نفس و غسل  
 نہ زند سر ریائے و عجب از وے  
 گردش نامہ رعونت طے

اور اس میں کچھ شک نہیں ہے۔ کہ جو نفس ہے۔ یا جس کو دوسرے لفظوں میں  
 شریعت کہیں۔ و تعین کی طرف راجع ہے۔ اور جو خبر ہے۔ یا جس کو دوسرے لفظوں میں  
 کمال ہیں۔ وہ وجود کی طرف راجع ہے۔ اور عاشق کی نظر میں چونکہ حقیقت متجلی  
 ہوتی ہے۔ وہ کبھی شریعت خدا کی طرف نہیں کرتا۔ اس کی تائید میں مولانا جامی  
 قدس سرہ حدیث شریعت کے مضمون کو اس طرح لفظ فرماتے ہیں:

(دیکھو مقدمہ النصوص)

شاہ باز نشین ما زاغ  
 روشنائی ز کل بے بہر

بلبل شاخسار باغ بلاغ  
 داشت چشم سرش چو دیدہ سر

چون نظارہ جہاں پر واخت  
 کانچہ نیک از خصائص قدم است  
 گفت الخیر کلمہ بیدک  
 متقی نفس خویش را چو شناخت  
 سپرے شد پیش حق کہ مدام  
 ہر چہ آمد ز جنس نقصان پیش  
 ہر بد و نیک را دید شناخت  
 و آنچہ بد از نقائص عدم است  
 لکن الشر لا یعود الیک  
 در شرورش و قایہ حق ساخت  
 وارد اوور انگہ ز تیر مدام  
 داشت مسند بہ نفس ناقص خویش

یہاں ظاہر ہے کہ خبر جس کی برائی معروف ہے۔ اور وہ شر کی نسبت خدا کی طرف کرنا اور اپنے تئیں مجبور مطلق جاننا ہے۔ وہ مذموم ہے۔ اور حال ناقصوں کا ہے۔ اور وہ جبر جس میں شر کی نسبت اپنی طرف اور خیر کی نسبت حق کی طرف کرنا ہے۔ اور باوجود اس کے کہ فی الحقیقت لا فاعل الا اللہ جانتا ہے۔ وہ محمود ہے۔ اور حال کاملوں کا ہے۔ پس جبر کی دو قسمیں ہیں:

ایک جبر مذموم۔

دوسرا جبر محمود۔

صاحب گلشن راز فرماتے ہیں: (دیکھو شرح)

### شعر

حق اندر کسوت حق دین حق دان

حق اندر باطل آمد کار شیطان

کہ جبر کاملوں کا عین کمال ہے۔ اور اختیار محض نقصان ہے کس لئے کہ صدور افعال اور اعمال کی نسبت اور اضافت اپنی طرف کرنا موجب غرور اور خود بینی اور

غیریت کا ہے۔ اور یہ معنی بہ نسبت اس کامل کے نقص تمام ہے۔ اور جب ناقصوں کا عین نقصان ہے۔ اور اختیار محض کمال۔ کیونکہ اعمال اور افعال کی نسبت اور اضافت اپنی طرف نہ کرنا زیادتی فسق و فجور کا سبب اور ان میں جرأت کرنے کا سبب اور مخالفت شرعیہ کا موجب ہے۔ جو مستلزم ہلاکت معنوی ہے۔ (نعوذ باللہ منہا)

حضرت مولانا روم قدس سرہ فرماتے ہیں:

جبر باشد پر و بال کمالاں	جبر ہم زادان و بند جاہلاں
بال بازاں راسوئے سلطان برو	بال زاغاں را بگورستاں برد
ہر چہ گیر و کالمے علت شود	کفر گیر و کالمے ملت شود
انتہی کلام:	

دیگر شبہات جو منزل فنا فی الافعال میں پیدا ہوتے ہیں۔ ان کو اگر زیادہ دیکھنا ہو۔ تو سلسلہ الذہب مطبوعہ کے صفحہ ۷۷ سے صفحہ ۹۷ تک دیکھئے۔ یہ مشکلات جو منزل فنا فی الافعال کی تھیں۔ آگے اس کے جو مشکلات منزل فنا فی الصفات اور فی الذات میں پیش آتی ہیں۔ ان کا بیان ہوا۔

انسان ناقص یہ طاقت رکھتا ہے کہ قلعی آہنی کو توڑ دے۔ مگر ہستی موہومی کی بودی سی دیوار نہیں توڑ سکتا۔ جیسے حضرت شاہ غلام حسین چشتی قدس سرہ ملک ہریانہ کی زبان میں جس ملک میں قصبہ ہائے رہتک فہم ہانسی سونی پت، جھجر وغیرہ ہیں، فرماتے ہیں:

لوہ کا گدھ تو نہ توڑے رے بیڑی

بوہ بودی سی کاندھ نہ توڑی جا

یعنی اے عاقی! ناقص قلعہ آہنی تو توڑ دیتا ہے۔ مگر یہ بودی سی دیوار ہستی

موہوم تجھ تے توڑی نہیں جاسکتی ہے۔ اس دیوار کا توڑنا بھی بڑا مشکل ہے۔ اور آسان بھی بڑا۔ اگر مرشد کامل مل گیا۔ تو اس کی مدد سے اس کا توڑنا کچھ بات ہی نہیں۔ اور اگر نہ ملا تو ساری عمر اس کے توڑنے میں گزر گئی۔ ایک اینٹ بھی نہ اکھڑی۔ دیوار تو کجا۔ اور اگر بہت کوشش کی۔ اور ایک اینٹ اکھاڑ بھی لی۔ تو دوسری ایسی جھی کہ ہل نہ سکے۔ یا پھر وہی اینٹ اکھڑ کر جم گئی۔ اور پہلی حالت عود کر آئی۔ طالب علموں کے لئے عود ایک بڑا مقام خطر ہے۔ فنا اسی ذقت حاصل ہوتی ہے۔ جب عود نہ ہو سکے۔ ملفوظات حضرت خواجہ احرار میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ احرار قدس سرہ نے جو تحقیق ذکر میں اس کے درجات میں لکھا تھا کہ ذکر یہاں تک کرنا چاہئے۔ کہ ہستی موہوم ذاکر کی ہستی حقیقی مذکور میں نیست ہو جائے۔ اس کے معنی حضرت ممدوح خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہ سے پوچھے گئے۔ فرمایا کہ ایک شخص کافی الحقیقت احمد نام ہے۔ مگر اس نے یہ تو وہم کیا ہے کہ میرا نام عبدالاول ہے۔ احمد کوئی اور ہے۔ بعد بڑی سعی اور کوشش اور جہد اس کو معلوم ہوا کہ احمد تو میں ہی ہوں۔ اور ہستی اور اشتہار عبدالاول کے نام کا ایک وہم تھا۔ اور احمد اس کا غیر نہیں تھا۔ اس کی یہ ہستی اسم خاص کی ہستی موہومی تھی۔ ہستی حقیقی احمد سے مرتفع ہو گئی۔ اور یہ معرفت متبدل بہ جہل نہیں ہے فرمایا کہ ہستی موہومی کے زوال کو فنا کہتے ہیں۔ اور وجود فنا کا کبھی وجود عدم اور وجود بشریت میں عود نہیں کرتا۔ اور معرفت جہل کے ساتھ متبدل نہیں ہوتی۔ اور فرمایا کہ وجود عدم وجود بشریت اور وجود فنا میں عود کرتا ہے۔ مگر وجود فنا کبھی وجود عدم اور وجود بشریت میں عود نہیں کرتا۔ وجود عدم اس انقطاع کو کہتے ہیں۔ جو کبھی بعد از توجہ اور مراقبہ کے حاصل ہوتا ہے۔ اس کی بقاء نہیں ہوتی۔ تھوڑی دیر چلا جاتا ہے۔ مگر وجود فنا جو ایک حالت معروف ہے۔ کبھی متبدل بہ جہل نہیں



ہوتی۔

## بیان معنی فقر

فقر کے معنی میں اولیاء کرام صوفیاء عظام قدس اللہ اسرارہم نے طرح طرح کے کلام فرمائے ہیں از آں جملہ یہ قول مشہو ہیں:

### صاحب گلشن راز فرماتے ہیں

سواد الوجه فی الدارین درویش

سوا اعظم آمد بے کم و بیش

اس شرح میں صاحب مفتح الاعجاز فرماتے ہیں کہ اصطلاح صوفیاء کرام میں

فقر فنا فی اللہ اور اتحاد قطرہ بادریا کو کہتے ہیں۔ اور یہ سیر و مرتبہ کاملان کی نہایت ہے۔

### عطارؒ

ہفتہمیں وادی فقر است و فنا

بعد ازیں روئے روش بنود ترا

گر کشش افقی روش گم گردودت

گر بودیک قطرہ قلز گردودت

اور الفقر سواد الوجه فی الدارین جو فرماتے ہیں۔

وہ بھی اس سے عبارت ہے۔ کہ سالک بالکلیہ فنا فی اللہ اس حیثیت سے ہو

جائے کہ اس کا اپنا وجود ہستی موہوم کا ظاہر و باطن دنیا و آخرت میں نہ رہے۔ اور عدم

اصلی اور ذاتی کی طرف رجوع کر جائے۔ یہ فقر حقیقی ہے۔ اور اسی جگہ اذا تم الفقر

فہو اللہ کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ مقام اطلاق ذات ہے۔ یہاں غیر اعتباری کی گنجائش نہیں رکھتا ہے۔ مجمع اضداد اور تعاقب اطراف اسی مرتبہ کا نام ہے۔ اور یہ سواد الوجہ سواد اعظم ہے۔ سواد اعظم اس کو کہتے ہیں۔ جس میں سب کچھ ہو۔ اور اس مرتبہ سے کوئی چیز نہیں ہے۔ سالک جب تک نیستی تمام اور فنائے مطلق سے متحقق نہیں ہوتا۔ ہستی مطلق اور بقاء باللہ متحقق نہیں ہو سکتا۔ بس اس سواد الوجہ کو فنا مطلق ہے۔ سواد اعظم ہے۔ جو بقاء باللہ ہے۔ اور اپنے سے نیستی عین ہستی بحق ہے۔ کہ ہستی مطلق نیستی مطلق میں نمایاں ہوتی ہے۔ یہ مرتبہ سوائے انسان کامل کے اور کسی کو میسر نہیں ہے۔

### نظم

تا در طریق عشق تو من جانفشاں شدم  
 بیجاں شدم ولیک جہاں در جہاں شدم  
 ز اندم کہ با ختم دل و جاں در قمار عشق  
 از ہر چہ عقل فرپ کند بیش از اں شدم  
 تا در فنائے ہستی خود نیست آدم  
 در عالم بقاء بخدا جاوداں شدم

انتہی کلام صاحب مفاتیح الاعجاز۔

پھر جاننا چاہئے کہ لغت میں فز کلرز میں کو کہتے ہیں۔ اور وہ زمین جس میں کچھ پیداوار افعال اور آثار کی نہ ہو۔ وہم ہستی ہے۔ اور آیت کریمہ واللہ غنی واتم الفقراء سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔ کہ فقر یہ وہم ہی ہے۔ کس لئے جنب ذات اور صفات اور

افعال خاص اللہ تعالیٰ کی ہے۔ تو ہمارے لئے سوائے وہم کے ان کی نسبت اپنی طرف کرتے ہیں۔ اور کیا رہا۔ پس الفقراء اذاتم فهو الله کے یہ معنی ہوئے کہ ای اتوہم اذاتم فهو الله کیونکہ وہم ہی تمام ہوتا ہے۔ اور کوئی چیز ہماری تو ہے ہی نہیں۔ پھر تمام کیا ہوگی۔ جب فقر کے معنی یہ ہوں گے۔ تو یہ بات صحیح ہوگی کہ:

آں رافنا شیوہ فقر و آئین است

نے کشف و یقین نہ معرفت نے ونیست

کس لئے یہ سب امور پھر اس کی طرف منسوب نہیں رہتے اور۔

رفت از میاں ہمیں خدا ماند خدا

الفقر اذاتم هو الله این است

اس کی شرح میں حضرات خواجہ امان پانی پتی قدس سرہ فرماتے ہیں۔ کہ جس کا شیوہ فنا ہے۔ اور پیشہ اس کا مفتی از ما سوائے۔ اور یہ دولت اس کو ملی ہے کہ وہ بالکل فانی ہو گیا ہے۔ تو بلاسک اس پر کوئی اثر جاری نہیں ہے۔ کس لئے کہ آثار مثل اعراض کے اور وجود مثل جوہر کے ہے۔ اعراض بے جوہر کے نہیں ہو سکتے۔ جب وجود ہی نہیں رہا تو آثار کہاں رہے۔ ارتفاع وجود کا موجب رفع آثار ہے۔

رفت از میاں ہمیں خدا ماند خدا

الفقر اذاتم هو الله این است

یعنی ہستی اس کی جو محل آثار روحانی اور جسمانی ہے۔ اس کی بصر اور بصیرت کے سامنے سے اٹھ گئی۔ کہ وہ اپنے سے تعبیر کرنے سے منعذر ہو گیا ہے۔ ہستی حق کی جس کا ظہور پہلے تھا۔ وہ نظر شہود میں ظاہر ہو گئی۔ اور آثار طبیعت جو اس پر جاری ہیں۔ وہ ظہور حق اور نمود وجود مطلق ہیں۔ اس لئے آثار غریبہ سے ظاہر اور خوارق

عجیبہ اس سے نمایاں ہوتے ہیں۔ کہ وہ اگرچہ مقام استہلاک اور بے شعوری میں ہے۔ مگر متصف بصفات الہی و کمالت لامتناہی ہے۔ اس میں جو ظہور ہو رہا ہے۔ صفات خدا اور افعال خدا سے ہو رہا ہے۔ اور وہ تو:

### نظم

محو گشتہ فانی مطلق شدہ	در جہاں عشق مستغرق شدہ
ہم بہ نسبت در ہویت باختہ	ہمسری در سردیت باختہ
نے ہمہ نے ہیچ نے جزو نہ کل	نے بدو نے نیک نے عز و دل
نے کژد نے راست نے تقلید نیز	نے تن و نے جان و نے توحید نیز
نے گمانے نے یقینے نے شکے	نے بے نے اوسطے نے اندکے
نے قریب نہ یکے نے ہمدے	نے رفیقے نے کسے نے محرمے
نے دلے نے دیدہ نے سینہ	نے تنے نے مہرے و نے کینہ
نے مسلمان دولتے نے کافرے	ایں تحیرا نے پاؤ نے سرے
ساکن و دائم مسافر آمدہ	غائبے پیوستہ حاضر آمدہ

اتہی کلام حضرت خواجہ امان قدس سرہ۔

اس مقام پر طالب صادق کو لا الہ الا اللہ ہو گیا۔ اور اس بات کو بخوبی جان لینا چاہئے۔ کہ لا الہ الا اللہ کہنا اور ہے۔ لا الہ الا اللہ جاننا اور اور لا الہ الا اللہ ہونا اور۔ چنانچہ اس باب میں حضرت عین القضا ہدائی توحید پنجم میں فرماتے ہیں۔ کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کمتر درجہ ایمان کا ترک دنیا ہے۔ اور اعلیٰ درجہ اور بہتر درجہ ایمان کا لا الہ الا اللہ کو قبول ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لئے

فرمایا کہ لوگ لا الہ الا اللہ کو قبول کریں۔ جب یہ کلمہ کہتے ہیں تو مال اور خون ان کا بیچ جاتا ہے۔ اے عزیز! جو کوئی دنیا میں مشغول ہو۔ اور زبان سے یہ کلمہ کہے۔ اس کو فائدہ اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ کہ لا الہ الا اللہ کہنے سے وہ اپنے مال اور خون کو بچا لیتا ہے۔ اے عزیز! جھوٹ بولنا حرام ہے۔ لا الہ الا اللہ زبان سے کہنا کہ دل کو اس کی خبر نہ ہو۔ دروغ اور جھوٹ ہے۔ جو حرام ہے۔ مگر چونکہ عصمت مال و خون بدوں ان کلموں کے حاصل نہیں ہوتی۔ اس لئے شرح میں ایسے جھوٹ کو مباح کیا گیا۔ افسوس! کہ مختصر ہمتوں اور کوتاہ نظروں سے یہ تصور کر لیا۔ کہ یہ کلمات زبان سے کہنے سے راست اور پورے ہو جاتے ہیں۔

سن! کہ یہ کلمات ارباب بصائر کے نزدیک ذوق رکھتے ہیں۔ اور وہ کس طرح کہتے ہیں۔ اے عزیز! تمہیں معلوم ہے کہ تجھ کو لا الہ الا اللہ کا کیا مزہ حاصل ہے۔ ایسی کوئی کوشش کہ لا الہ سے گزر کر تو حقیقت الا اللہ میں پہنچے۔ اور وہاں امن پائے۔ اور امن رہے۔ لا الہ الا اللہ حضی میں دخلہ امن من عذابہ۔

اے عزیز! جب نقطہ کبریاء اللہ نے ذات احدیت سے دار ازل وابد میں قدم رکھا۔ تو سب چیزوں سے پہلے صحرائے صفات کو عالم ذات میں بچھایا۔ اور یہ صحرائے صفات وما ارسلناک الا رحمة للعالمین ہے۔ یا جلال وان علیک نعمتی الی یوم الدین ہے۔ (یعنی یا باغ یا جنگل خاردار ہے) اے عزیز! تمہیں معلوم نہیں کہ جوش و جنون میں کیا منہ سے نکل رہا ہے؟ سن! لا الہ عالم عبودیت اور فطرت ہے۔ اور الا اللہ عالم الہیت اور ولایت عزت۔ کاش! کہ سالکوں کی روشن دور لا الہ میں ہو کہ خلق الخلق فی الظللا اور جب دور الا اللہ میں پہنچیں۔ تو دائرہ اللہ میں آویں ثم رش علیہم من نورہ ان سے باتیں کرے۔ لا



من الله و فتح قريب اس کو دیتے ہیں۔

## رباعی

فلندہ ولم رخت بمنزل گا ہے

کاند جابر بصد دلیل از را ہے

چوں من دو ہزار عاشق اندر ما ہے

مے کشتہ شود کہ بر نیاید آ ہے

دریغا کہ پھر سالک مخلص کو اس مقام پر پہنچاتے ہیں۔ جہاں نور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر ظاہر کیا جاتا ہے۔ اس نور میں سالک جانتا ہے۔ کہ لا الہ الا اللہ کیا ہے۔ عرف نفس محمد اس کو حاصل ہوتا ہے۔ عرف ربہ نقد وقت اس کا ہو جاتا ہے۔ کاش! اگر نور محمد رسول اللہ الا اللہ سے مقرون اور متصل ہو۔ تو اس وقت معلوم ہو کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کیوں فرماتے تھے۔ اعود بک من الشرك و الشک۔

افسوس! کہ تجھ کو یہ خبر نہیں ہے کہ یہ شرک کیا ہے۔ یہ شک نور اللہ ہے۔ پردہ نور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں دیکھتا ہے۔ یعنی خدا کو آئین جمال محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں دیکھتا ہے۔ آئینہ رأیت ربی لیلۃ المعراج فی احسن صورۃ مگر مبتدی کا یہ حال ہے۔ کہ وہ خدا کو سوائے پردہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کسی طرح نہیں دیکھ سکتا۔ جب منتہی ہو جاتا ہے۔ تو نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم درمیان سے اٹھ جاتا ہے۔ وجہت وجہی نقد وقت اس کا ہو جاتا ہے۔ لا تعبد الا ایاہ مخلصین۔ اس کا قبلہ اخلاص ہو جاتا ہے۔ کیونکہ نور رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم نور اللہ میں وہ متلاشی دیکھتا ہے۔ دریغا اگرچہ تو فہم نہیں کر سکے گا۔ مگر ہم بیان کرتے ہیں کہ سالک منتہی کے دو مقام ہوتے ہیں۔ اول نور لا الہ الا اللہ پر وہ نور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ایسا دیکھتا ہے۔ جیسے نور ماہتاب کا آفتاب میں دوسرا مقام یہ ہے کہ نور محمد رسول اللہ کو نور اللہ میں ایسا دیکھتا ہے۔ جیسے نور کو اکب کا نور آفتاب میں۔ افسوس! کہ لا الہ الا اللہ کے حروف ہی کہتا ہے یا سنتا ہے۔ اور با زید رحمۃ اللہ علیہ اس کہنے سے توبہ کرتے ہیں۔ اور اس طرح کہتے ہیں کہ توبۃ الناس من ذنوبہم و نوبتی من قول لا الہ الا اللہ۔ افسوس! کہ تجھ کو یہ خبر نہیں ہے۔ لا الہ الا اللہ سے کیوں توبہ کرتے ہیں۔ سن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی مقام پر فرمایا کہ افضل ما قلة اناد النبیون من قبلی لا الہ الا اللہ کیا تو یہ کہہ سکتا ہے کہ لا الہ الا اللہ پیغمبر اور اولیاءوں کا یہی گفتار زبان تھی۔ یا گفتار دل۔ نہیں نہیں۔ اولیاء اور انبیاء کا لا الہ الا اللہ کہنا اور ہے اور لا الہ الا اللہ جانا اور لا الہ الا اللہ ہونا اور قسم ہے۔ عزت خدا کی کہ اگر جمال لا الہ الا اللہ ذرہ بھر بھی ملک اور ملکوت میں چمکے۔ قسم ہے جلال لا یزال اور قدر لم یزل کی کہ سب نیست و نابود ہو جاویں۔ کاش! کہ تو لا الہ الا اللہ کا راہ رو ہو۔ پھر تو لا الہ الا اللہ کو دیکھے گا۔ جو تیرے نصیب عین ہو جائے گا۔ پھر لا الہ الا اللہ ہو جائے گا۔ اولنک ہم المؤمنون حقاً جو مومن اس وقت ہوگا۔ جب اس مقام پر پہنچے گا۔ دریغا کہ وقت ہو کہ جذبہ جمال اللہ ہو آئے اور دائرہ لا سے تجھے باہر نکالے۔ اور منزل مقصود پر پہنچائے۔

انتہی کلام حضرت عین القضاۃ ہمدانی۔

غور کا مقام ہے۔ کہ مسلمان حقیقی یہ لوگ ہیں۔ جو اس مقام پر پہنچ گئے۔ اور تو

زے نام کے مسلمان ہیں۔ اور بس۔ حافظ علیہ الرحمۃ:



گر مسلمانی ہمیں است کہ حافظ وارد  
 آہ گر ز پے امروز شود فردائے  
 اے دوستو! جب مسلمانی اس مقام پر حاصل ہوتی ہے۔ تو میں:  
 چند بر خود تہمت دین مسلمانی نہم

اسی حال میں بزرگان دین فرماتے ہیں۔ بابا حافظ شدی۔ ملا شدی و لیکن  
 مسلمان نشدی۔ بے شک مسلمانی دور ہے۔ آہ۔ آہ۔ آہ۔

کے باشد و کے لباس ہستی شدہ شق  
 تابان گشتہ جمال و چہ مطلق  
 دل در سطوات نور او مستہلک  
 جاں در غلبات شوق او مستغرق

اور پہلا کام لا الہ الا اللہ کا ختم ہوا۔

### رباعی ایضاً

یا رب برہانیم ز حرمان چہ شود  
 را ہے دہیم بکوائے عرفان چہ شود  
 بس گبر کہ از کرم مسلمان کردی  
 یک گیر دگر کنی مسلمان چہ شود

واضح رہے کہ بعض صوفیاء کرام کی اصطلاح میں طالب حق کو جب تک فنا فی

اللہ نہیں ہوتا۔ تو حید حقیقی اس کا حال نہیں ہوتا۔ گبر و مجوس کہتے ہیں۔ جو نور ظلمت :۱۰۵

قائل ہوتا ہے۔ اور یہ بھی نور حق اور ظلمت وجود خود ملاحظہ کرتا ہے۔ اور اس کا قائل ہوتا ہے۔ اور ترسا بھی کہتے ہیں۔ کہ تثلیث طلب طالب مطلوب عشق عاشق و معشوق، ذکر ذاکر مذکور کا قائل ہوتا ہے۔ (دیکھو شرح دیوان حافظ من تصنیف حضرت قطب الاقطاب حضرت شیخ محمد افضل الہ آبادی قدس سرہ العزیز)

## دوسرا کام محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

یہ کام محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی پہلے کام لا الہ الا اللہ کے ساتھ ہی کیا جاتا ہے۔ اس کے تین رکن ہیں۔

(۱) پہلے قول محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۲) دوسرے عقیدہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۳) تیسرے نماز محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

اور یہ تینوں رکن لازم و ملزوم ہیں۔ کہ بدون ایک کے دوسرا پورا نہیں ہوتا۔ اگر ایک رکن بھی ان میں ناقص رہے۔ تو سونے سے مرتبہ و نیش پہنچے کہتا۔ اور کچھ بونے کی سند نہیں ہے۔

## قول محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا بیان

قول محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا پیارا ہے کہ اس پر عاشقوں کی جان قربان ہے۔ اور زبان سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہنا ان کا جی جان ہے۔ یہاں ایک عاشق کا قول ہے کہ:

ہزار بار بشوئم دہن ز مشک و گلاب  
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی

## عقیدہ محمد رسول اللہ (ﷺ) کا بیان

عقیدہ محمد رسول اللہ کا یہ ہے کہ اول ہیولائے عالم حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو جانے۔ یعنی عالم کو نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور مانے اور اس کلام پاک کو سچ جانے۔ کہ اول ما خلق اللہ نوری و کلہم من نوری پس جیسے توحید الہی ہے۔ ایسے ہی توحید محمدی ہے۔ پس اس مقام پر ایک ادب ہے۔ ہر چند کہ شریف اور خسیس سب چیزیں نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہیں۔ اور خست محض ایک امر نسبتی ہے۔ مگر تاہم خسیس چیز کی نسبت اس نور پاک کی طرف نہ کرے۔ چنانچہ اس بارے میں ایک حکایت مشہور ہے۔

### حکایت

ایک روز ایک ناواقف نے ایک خسیس چیز کو دیکھ کر کہا۔ یہ نبی نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ مرشد نے اس کے کان کھینچے اور کہا کہ گو کہ فی الحقیقت ایسا ہی ہے۔ مگر خبردار خبردار! ایسا کہنا سراسر بے ادبی ہے۔

دوسرے جسم مطہر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اصل الاجسام اور روح منور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو روح الارواح جانتا اور اس پر بالاطمینان یقین کرتا ہے۔ اگر اس میں کچھ شبہ رہا۔ تو مشرب صوفی سے دور ہوا۔ اس مقام پر جو کچھ رمز العشق اور اس کی شرح اردو میں لکھی گئی ہے۔ وہ ہدیہ احباب کیا جاتا ہے۔

۳۱ حضرت احمد اصل الاصل جاں

نور سے جن کے ہو سب کچھ عیاں

۳۲ گر نہ ہوتا حضرت نور و وجود

جلوہ گر اس آئینہ میں اے ودود

۳۳ کوئی بھی ظاہر نہ ہوتا بالیقین

وہ ہی مرئی وہ ہی ناظر ہر کہیں

۳۴ ذات احدی اور جمیع الشان ہے

جیسا تھا ویسا ہی وہ ہر آن ہے

۳۵ ازلی و ابدی ہے وہ نور قدیم

وہی احمد ہے بلا مہم اے فہیم

یعنی تمام کائنات کی بنیاد حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ تمام اشیاء

نے جو خلعت ظہور پہنا ہے۔ اور تاج سر پر رکھا ہے۔ وہ ابر فیضان محمدی صلی اللہ علیہ

وسلم کے ترشحات کا ثمرہ اور دست دربار حضرت ممدوح کی سخاوت کا نتیجہ ہے۔ اگر

وجود حقیقی اور چہرہ محبوب ازلی اس آئینہ حقیقت احمدی میں ظاہر نہ ہوتا۔ تو تختہ ہستی پر

کوئی نقطہ ظاہر اور کوئی مظہر کتم عدم سے صفحہ بروز پر جلوہ گر نہ ہوتا۔ اور اگر چہ دیکھنے

والا اور دیکھا۔ وہی حق سبحانہ تعالیٰ سے مگر بدون اس کے دیکھنے کے کہ اس نے

اپنے تئیں اپنے میں جو معتبر بمنظہر کامل اور حقیقت احمدی سے دیکھا۔ دیکھنا اس کا

اپنے تئیں لباس مظاہر دیگر میں صورت پذیر نہ ہوتا۔ اور متجلی ہونا اس کا اضافت

اصناف مختلفہ میں بے ظہور حقیقت جامہ احمدیہ کے اصلا مکان نہ رکھتا۔ وہ ذات ایسی

ہے۔ کہ ابدی ہے۔ اور تمامی قیود عینی اور عیانی سے منزہ اور جمیع شیونات اور کوئی کی

حامی ہے۔ اور صفت ظہور سے جو متصف ہوئی ہے۔ تو کوئی خلل اس کی تنزیہ اور غیبت میں نہیں آیا۔ بلکہ جیسے کہ ازل ازال میں منزہ اور مقدس تھی۔ ویسے ہی ابد الابد میں رہے گی۔ کیونکہ وہ نور قدیم کہ ابتداء اور انتہی کے لئے احاطہ اس کا برابر ہے۔ اور جو اس حضرت میں حقیقت الحقائق سے معتبر اور متجلی اور نمودار ہو کر تعین احمدی میں متعین ہوا ہے۔ باسقاط اس شخص کے اسی طور پر اپنی ظرافت پر اور اطلاق ہے۔ جیسے پہلے تھا۔ مثال اس کی لفظ احمد ہے۔ کہ حقیقت اس نام مبارک میں متعین ہوئی ہے۔ اور درمیان سے حرف میم کے رفع ہونے سے احرہ جاتا ہے۔ جو مکنی بذات صرف ہے۔

۷۲ پہلے ہی سر خدا ظاہر ہوا

کوئی بھی اس سے نہیں باہر ہوا

۷۳ وہی مخزن سارے سروں کا ہے

وہی معدن سارے انواروں کا ہے

۷۴ جامع و مطلق ہے اور سر قدم

یعنی وہ نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم

۷۵ ہے قلم اعلیٰ اسی کا پھر خطاب

جان اس حضرت کو پھر ام الکتاب

۷۶ پہلے خلق اللہ پڑھ نوری کلام

اس سے ہی ظاہر ہوا عالم تمام

۷۷ جتنی روئیں ہیں خواص عام کی

نور احمد سے ہوئیں ظاہر سبھی

۷۸ یعنی کیا کز ووبی و جبر دتیاں

اور کیا ملکوتی و ناسوتیاں

۷۹ سب کا ہے نو محمدؐ سے ظہور

ہے وہی اعیان اور اکواں میں نور

۸۰ علم میں وہ نور ہے اعیان کا عین

عین میں وہ نور ہے اکواں کا عین

۸۱ سارے عالم میں وہی ظاہر ہوا

بس وہی اول وہی آخر ہوا

یعنی سب اشیاء سے پہلے عالم امر میں سرایزدی میں روح الروح میں کہ سب کی جامع ہے۔ اور کوئی اس چیز سے باہر نہیں ہے۔ ظہور فرمایا ہے۔ اور تمام مکنونات ذاتی نے اس آئینہ میں کما ہی انعکاس پایا ہے۔ تمام راز ہائے مخفیہ عالم ارواح کے سراسر حقیقت اس کی پوشیدہ اور مبطنون ہے۔ یہی روح مخزن ہے۔ سب اسی سے نکلے ہیں۔ آفتاب حقیقت کے سارے انوار لامعہ کی یہی کان ہے کہ سب اس میں چمکتے ہیں۔ وہ روح جو تمامی ارواح کی جامع ہے۔ قیود سے مطلق اور نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے منیر ہے۔ اسی روح مطلق کو بسبب اس کے کہ وہ اول مطاہر کونیہ ہے۔ اور ظہور مکنونات ذاتیہ کا اس میں بروجہ اجمال ہے۔ قلم اعلیٰ اور ام الکتاب بھی کہتے ہیں۔ جیسے قلم میں حروف مبطنونہ ذوات کا ظہور مجمل اور بالقوہ ہوتا ہے۔ ایسے ہی اس میں ہے اس لیے اس کو قلم اعلیٰ کہتے ہیں۔ پس پہلے سب سے ارادہ ازل سے جس کے پیدا کرنے سے متعلق ہوا۔ وہ نور پر سرور حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اور پھر جو چیزیں حق سبحانہ و تعالیٰ نے پیدا کرنی شروع کیں۔

اور وجود میں لایا۔ اور نور محمدی سے پیدا کیں۔ اور ظہور میں لایا۔ تمامی ارواح خاصان مخلوقات نے جیسے انبیاء اور اولیاء اور ملائکہ علیین اور بعض جنات اور جمیع ارواح عامان مخلوقات نے جیسے اناس اور جنہ وغیرہ ہیں۔ بلکہ تمام ارواح کو بیان و جبروتیاں اور ملکوتیاں اور ناسوتیاں نے اس نور مطلق سے خلعت وجود پہنا اور جیسا کہ چاہئے لباس ظہور سے ملبوس ہوئی۔ سب چیزیں کیا مرتبہ علم میں اور کیا مرتبہ عین میں اسی سے ظاہر ہوئی ہیں۔ انشاء اول میں یعنی عین الاعمیان ہے۔ اور انشاء ثانی میں یعنی عین میں ان کی ذوات کا عین ہے۔ اور چونکہ یہ تفصیل جو احاطہ احمدی کی مذکور ہوئی۔ کافی نہیں ہے۔ کیونکہ اس کی جزئیات کا ادراک عقل اور دہم سے باہر ہے۔

پس فی الحقیقت یہ بات ہے کہ آدھی وہی ہے۔ جو ہر جا ظاہر ہے۔ اور تمام بواطن ظلمات اس سے روشن ہیں۔ وہی اول ہے کہ اس کی اولیت کی ہدایت نہیں۔ اور وہی آخر ہے کہ اس کی آخریت کی نہایت نہیں۔ اور جو کچھ عالم میں ظاہر ہوا ہے۔

۹۹ اس کی ہے قلب محمد اصل و جان

ہے نہ مطلق اور مقید اس کی شان

۱۰۰ ہے وہی پھر ہے وہی پھر ہے وہی

اے پریشاں حال ہے کس جادوئی

۱۰۱ پس وہی صورت ہے معنی ہے وہی

ہے وہی اسم اور مسمی ہے وہی

۱۰۲ ہے وہی اصل مثال اے خوشخصال

کون ہے بے نظیر و بے مثال

یعنی اصل اور منشاء مثال قلب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اور انصاف اس کا اطلاق اور تقید سے صورت پذیر نہیں ہے۔ کیونکہ عدم تقید تو خود بھی ظاہر ہے۔ اور عدم اطلاق یا اس سبب سے ہے۔ کہ وہ اطلاق سے مبرا ہے۔ یا اس حیثیت سے کہ اس کو مطلق نہ کہنا چاہئے۔ کیونکہ وہ مجلی وحدت ہے۔ اور تعین اور تقید وجود کو جو حقیقت احمدی میں ہو وحدت کہتے ہیں۔ پس مظہر مقید مطلق کس طرح ہو۔ اور مقید کہنا بھی جائز نہیں۔ کیونکہ ظاہر اس کا روح مطلق ہے۔ اور مظہریت مطلق اطلاق کو چاہتی ہے۔ پس ناچار بین بین ہوگا۔ یعنی نہ مطلق ہوگا نہ مقید۔ یعنی برزخ ہوگا۔ جس کا رخ دونوں جانب اس آئے۔ وہی تمام مشاہدہ میں دیکھا گیا۔ اور پہچانا گیا ہے۔ اور وہی ہے۔ جو صورت میں صورت متصور اور معنی ہیں۔ معنی ہے۔ اور وہی ہے۔ جو صفت اسم میں موصوف اور ذات مسمیٰ میں مشہود ہے۔ وہی تمام مثالوں کی کیا وہ مطلق ہیں۔ کیا مقید کیا عروجی ہیں۔ کیا نزولی اصل ہے۔ اور مرتبہ خارج میں کوئی اس کا مانند نہیں ہے۔ جس سے اس کی تعبیر کی جائے۔ اور کوئی مثال اس کی نہیں ہے۔ جس سے اس کو تشبیہ دی جاوے۔ اور عالم اجسام میں۔

۱۱۰ جان لو اجسام کی اصل الاصول

جسم اطہر حضرت احمد رسول

۱۱۱ جامع مطلق وہ نور النور ہے

ہے وہی ظاہر وہی مستور ہے

۱۱۲ اور ہر عالم میں وہ موجود ہے

نیز ہر مشہد میں وہ مشہود ہے



۱۱۳

پس وہی باطن وہی مضمحل ہوا

اور وہی ظاہر وہی مظہر ہوا

یعنی اصل اور منشاء عالم اجسام کی جسم مبارک محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے چار عنصروں کو جو فـلک قمر میں جو کر دی ہے۔ بصورت کر دی ہوتا ہے۔ اور ان چاروں میں ہر ایک کیلئے ایک ایک مرکز ہے۔ کہ قرار اس عنصر کا اس پر ہے۔ پس! جب کہ ذات نبوی ہر مشہد الہیات اور حدیثات اور مجردات اور مرکبات میں اصل سب کی ہے۔ تو لابد عناصر کا مرکز بھی ہوگی۔ اور جسم شریف چاروں عناصر سے مرکب ہے۔ اصل تمام اجسام مرکبہ اور بسیطہ کا ہوگا۔ اور وہ جسم مطلق جامع اور تمام اجسام کا اور نور تمام انوار کا ہے۔ اور اس کا کمال ظہور اس کے خفا کا باعث ہے۔ اور ہر عالم میں جو وجود ذہنی یا خارجی سے متصف ہے۔ وہ موجود ہے۔ اور حضرت میں جو انصاف اور ادراک حقیقی سے بالاتر ہے۔ مشہور ہے۔ پس مراتب غیبی میں وہی مستحی بہ باطن ہے۔ اور حقیقت میں وہی مستحی بہ ظاہر ہے۔ بلکہ خارج میں اس کو مظاہر کہا جاتا ہے۔ اور حقیقت میں وہی ظاہر کہنے میں آتا ہے۔ اسی مقام پر حضرت بلھے شاہ صاحب قدس سرہ کا یہ کلام ہے۔ (دیکھو صفحہ ۷۶ کتاب ہذا)

احد کولوں احمد ہو یا وچوں میم نکالی اویار

در معانی دی دھوم مچی ہے نیناں توں گھنڈا اٹھالی اویار

پیارا پہن پوشاکاں آیا آدم اپنا نام دھرایا

احد تے بن احمد آیا نبیاں دا سردار

ہن میں لکھیا سوہنا یار

جس دے حسن دا گرم بازار

احد احد دا گیت سنایا

پر دے وچہ اک میم رکھایا

سیوہن میں سا جن پائیونی

پرگٹ و کر نور سدائیو

نابودوں کر بود وکھائیو

سیوہن میں سا جن پائیونی

احد احمد وچہ فرق نہ کوئی

رتی اک بھیت مروڑی دا

اور جو اس مروڑی کے بھیت کو سمجھا۔ وہی صوفی کامل ہوا۔ جو نہ سمجھا۔ وہ

ناقص رہا۔

## بیان عمل محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

عمل محمد رسول اللہ شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر قائم ہونا ہے۔ یعنی حفظ مراتب رکھنا ہے۔ مگر ہر ایک کو بہت ہی مشکلات اس میں پیش آتی ہیں۔ اور کسی اچھے سعادت مند ازلی سے یہ کام پورا ہوتا ہے۔ حضرت بلھے شاہ صاحب قدس سرہ فرماتے ہیں:

کوئی ورنہ پار لنگھیندی ہے

عاشق نوگر فگار کے لئے یہ تو بہت مشکل ہے کہ:

نظر بر حقیقت تو لا الہ الا اللہ

اور تشریح مراتب محمد رسول اللہ

خدا کے ساتھ دیوانگی رسول اللہ کے ساتھ ہوشیاری۔ لیکچرار عشق یہ لیکچر دے رہا ہے اے عشق۔

باخدا دیوانہ و با مصطفیٰ ہوشیار باش

سچ ہے۔

### بیت

برکف جام شریعت برکف سندان عشق

ہر ہوس نا کے نداند جام و سندان باختن

اور زاہد کے لئے یہ مشکل ہے کہ اس کو عشق کی چاٹ نہیں۔ نفس اور شیطان

اس کے مخالف ہر امر شرعی اس پر پہاڑ کے برابر بھاری ہے۔ اس لئے صوفیاء کرام

قدس اللہ اسرار ہم فرماتے ہیں: (دیکھو مکتوبات قدوسیہ مطبوعہ ۱۸۱ صفحہ)

## رباعی

مارا نہ مرید و رد خوان مے باید

نے زاہد و نے حافظ قرآن مے باید

صاحب در سوختہ مے باید

آتش زدہ خان مان مے باید

اور ان الاشغال بالعلوم الشرعیہ و تلاوت القرآن امور حسنہ و لیکن شان الطالب شان آخر اور عالم ظاہری کے لئے یہ مشکل کہ عقل جزوی و عزیز کی کو اس نے اپنا رہبر بنا رکھا ہے، ہر امر شرعی کی دلیل مانگے۔ اپنی رائے ناقص سے اس میں حجت نکالے۔ شبہات پر شبہات پیدا ہوں گے۔ اس لئے کہ اپنی سمجھ ناقص سے ان کو سمجھنا چاہئے۔ اگر ایک بات سمجھ میں آگئی ہو اور دوسری نہ آئی ہو۔ بھلا کہاں عقل لنگڑی خچری اور کہاں عرش حقیقت۔ عالم ظاہری اس لنگڑی پر سوار۔ یہاں نہ گرا۔ وہاں گرا۔ بات یہ ہے کہ چونکہ کلام محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حفظ مراتب کو کہتے ہیں۔ اور حفظ مراتب اس وقت کما حقہ ہو سکتا ہے۔ جب کہ ہر مرتبہ کا حکم اور اثر حقیقی معلوم ہو ہمارے علم کے آلات یا تو حواس اور تجربہ ہیں۔ یا وہ قوت جو ان سے نتائج نکالتی ہے۔ جس کو عقل عزیز یا قیاس کہتے ہیں۔ اور ہر مرتبہ کے احکام اور آثار کا یہ حال ہے کہ بے حد و بے انتہا ہے۔ ان میں کوئی مخفی ہے۔ کوئی ظاہر۔ جو امر عقل سے مخفی ہے وہ سر جیسے عقل کی حقیقت روح کی حقیقت خود عقل سے مخفی ہے۔ اور اسرار میں داخل ہے۔ ہر کہ بخود جاہل بغیر اجہل۔

پس حقیقت ہر امر اور ہر شے کی دریافت کرنے میں عقل جاہل ہے۔ اور عرش حقیقت اشیاء تو بہت دور ہے۔ یہ لنگڑی خچری ایک اونچے نیلے آثار مخفیہ اشیاء تک کو پہنچ ہی نہیں سکتی۔ دیکھو! بجلی جب تک ہر شے سے ظاہر نہیں ہوتی تھی۔ اور اس نے اپنے تماشے نہیں دکھائے تھے۔ نہیں جانتے تھے کہ ہر شے میں بجلی ہے۔ اور اب نہیں جانتے کہ اس کی حقیقت کیا ہے۔ اور اس کے خواص اور آثار سے اس کے وجود کا اثبات کرتی ہے۔ پہلے ہی پہلے اس کا تماشا جذب کا کالچ کی سلاخ دیکھ کر عقل عزیز ی بہت متعجب ہوئی۔ اور چونکہ یہ تماشا کہر با میں اس سے پہلے دیکھا تھا۔ اس وقت اس کا نام کہر بائی رکھ لیا۔ اور اس کا نام کہر بائی رکھ لیا۔ اور اس وقت چونکہ کہر بائی کے بہت سے خواص اور آثار مخفی تھے۔ کوئی مناسبت یا مشابہت اس کی اثر بجلی کے آثار میں نہ تھی۔ میاں قیاس بھی لنگڑے تھے۔ اس لئے اس کا نام بھلی بھی نہ رکھ سکے۔

ہاں! جب اس کے آثار مخفیہ یعنی چمکنے، کڑکنے، آگ لگانے کے ظاہر ہوئے۔ تو پھر اس کا نام بجلی رکھ لیا۔ کیا کہتے ہیں؟ ایسی لنگڑی کے جو ٹھوکر میں کھاتی چلتی ہے۔ اور پھر عرش حقیقت پر پہنچنے کا دم بھرے۔

پس میاں! لنگڑی کے سوار کو خواہ کتنی ہی بڑی مشکل ہو۔ وہ اس کو ہانکتے ہیں۔ وہ ٹھوکر میں کھاتی چلتی ہے۔ یہاں نہ گرے وہاں گرے۔ اسوار ان تیز رفتار پاس سے گزر گئے۔ اور وہ دیکھتے ہی رہ گئے۔

اس مشکل سے وہی صاحب نکلتے ہیں۔ جو لنگڑی کے اوپر سے کودا۔ اشہب باد یا تیز رفتار روز دو بصیرت کو بقیمت ترک لذات جسمانی، مخالقات خواہشات نفسانی، بیعت ہستی موہومی میں عالم غیب سے خریدتے ہیں۔ اور اس پر سوار ہو کر باتباع

شہسواران میدان حقیقت عرش حقیقت پر پہنچتے ہیں۔ معراج معنوی سے سرفراز ہوتے ہیں۔ ہائے! اس کا کیا حال ہے؟ جس کے پاس نہ لنگڑی نچری ہو۔ نہ اشہب تیز رفتار۔

## حافظؒ

تو دستگیر شوائے خضر ہے حجۃ کہ من  
پیادہ میروم و ہمراہاں سوار اند

## ضابطہ عشاق

یہاں یہ بات معلوم رہے کہ حفظ مراتب میں عاشقوں کا ایک ضابطہ ہے کہ جب تک کمال عشق کو نہیں پہنچتے۔ فنا فی اللہ معشوق نہیں ہوتے۔ اس کے جلال سے بچتے ہیں۔ اور جمال کو چاہتے ہیں۔ اگر تجلی جلالی ان پر ہوتی ہے۔ تو تجلی جمالی کی پناہ مانگتے ہیں۔ اور یوں کہتے ہیں کہ اعود بک من جلالک و بجمالک اور فنا فی المعشوق ہو گئے۔ تب جمال میں عین جمال ہو گیا۔ اور جمال میں عین جلال (دیکھو شرق)

## دوہرا نمبر ۱۸

پوتھی لا الہ الا اللہ

جب ہو روپ کرودھ کانچ اس سے انجان

روپ سجاؤ کا توڑ ناچ اس سے اگیان

جب کرودھ کاروپ ہو۔ یعنی تجلی جلالی ہو۔ اس سے اے ناقص اور ناواقف

اور انجان تجھ کو پچنا چاہئے۔ کیونکہ روپ کا سبھاؤ توڑنا مور کھتا یعنی بیوقوفی اور اگیان یعنی نادانی ہے۔ نجات الانس میں لکھا ہے۔ کہ حضرت شیخ عبداللہ بلیانی قدس سرہ کا ایک مرید پہاڑوں میں عبادت کرتا تھا۔ ایک روز سانپ اس کے پاس سے نکل آیا۔ اس نے سانپ پر ہاتھ ڈالا۔ سانپ نے ڈنگ مارا زہر اس کا چڑھ گیا۔ جب مرنے کے قریب ہوا۔ حضرت شیخ کو اس کی اطلاع ملی۔ آپ نے بلایا اور سرزنش کر کے فرمایا۔ تو نے سانپ کو کس لئے پکڑا۔ اس نے کیا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ سوائے خدا کے اور کوئی نہیں ہے۔ میں نے اس کو غیر خدا نہیں سمجھا۔ فرمایا کہ جب تو نے اس کو صورت قہر اور جلال میں دیکھا تھا۔ تو پچنا چاہئے تھا۔ پھر آپ نے اس پر پھونکا اور دم کیا۔ اسی وقت زہر اتر گیا۔ اس سے بہ تحقیق ثابت ہو گیا۔ کہ سالک کو تجلی جلالی سے پچنا لازماً سے ہے۔ اس لئے کہ اس کو ابھی اس کی تمیز نہیں۔ اس کی نظر بحال ظاہر ہے۔ پس اول ان تجلیات جو ظاہراً جلالی ہیں۔ جیسے آگ، سانپ شیر وغیرہ سے پچنا ضروری ہے۔ کہ حفظ مراتب اس میں یہی ہے۔ کہ اس سے بچے۔ اور بعض تجلیات ایسے ہیں۔ جو ظاہراً جلالی ہیں۔ جو اس کو صورت جمال میں معلوم ہوتے ہیں۔ یعنی بحال ظاہر اس کو تجلی جلالی معلوم نہیں ہوتی۔ مگر دراصل نور تجلی جلالی ہے۔ اس کی تمیز کے لئے ایک پتہ کی بات کہوں۔ ذرا کان لگا کر سنو! اور غور کرو! جن جن امور سے شرعاً ممنوع کیا گیا ہے۔ اور اس سے بچنے کا امر کیا گیا ہے۔ ان سب تجلیات جلالیہ خفیہ ہیں۔ اس کو معلوم نہیں ہوتیں۔ اسی وجہ سے شرع میں ان سے بچنے کا حکم آیا۔ اور سالک کو ان سے پچنا چاہئے۔ ان تجلیات جلالیہ کی بالطبع خاصیت یہ ہے کہ کمال روح انسانی کو فنا کرتی ہے۔

(دیکھو لمحہ اکیسواں نعت حضرت فخر الدین عراقی)

مثلاً اگر چہ پچشم ظاہر رنگ اور صورت تجلی اجمالی معلوم ہوتی ہے۔ مگر دراصل روح انسان کیلئے وہ ایک تجلی جلالی خفی ہے۔ جو کمال روح انسانی کا زوال کرتی ہے۔ پس اس سے بچنا ضروریات سے ہوا۔ اور شرع شریف ہم پر ایک موجب رحمت ہوئی۔ جس نے اس تجلی جلالی کو جو خفی تھی۔ اور جس کو ہمارا حال ظاہر معلوم نہیں۔ کرتا تھا۔ اور جو موجب زوال کمال روح انسانی بیماری کا تھا۔ صورت نہی میں بتا دیا۔ یہاں بھی ظاہر ہوا کہ تجلیات جلالیہ دو قسم کی ہیں۔ ایک تجلیات جلالیہ ظاہرہ جو حواس سے معلوم ہوتی ہیں۔ جیسے آگ اور شیر وغیرہ ہیں۔ جن سے جسم کی فنا ہوتی ہے۔ دوسرے تجلیات جلالیہ خفیہ جو حواس سے معلوم نہیں ہوتی ہیں۔ اور جن کو شرع شریف نے صورت نہی سے بتا دیا ہے۔ اور جن سے کمال روح انسانی کا زوال ہوتا ہے۔ تجلیات جلال خفیہ سے ہر حالت میں بچنا لازم ہے۔ الا تجلیات جلال ظاہرہ اسی وقت تک اپنا اثر دکھاتی ہے۔ جب تک کہ سالک فنا فی اللہ نہیں ہوتا۔

اگر کوئی یہ سوال کرے کہ طالب فنا فی اللہ ہو گیا۔ اور اس کا پہلا کام لا الہ الا اللہ ختم ہو گیا۔ تو پھر بھی کام محمد رسول اللہ کرنا پڑتا ہے۔ یا نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ اس وقت یہ کام بطریق ادنیٰ کیا جاتا ہے۔ کیونکہ پھر دو حال ہوتے ہیں۔ کبھی ہوش ہوتی ہے۔ کبھی بے ہوشی۔ اس بے ہوشی کو اصطلاحاً سکر کہتے ہیں۔ اور ہوش کو صحو۔ سکر اس کا علاقہ نہیں ہے۔ حالت صحو میں چونکہ عاشق خلعت بے یسمع و بے بصر و بے ہمیشی سے سرفراز ہوتا ہے۔ اس کام کو بطریق ادنیٰ کرتا ہے۔ اور اس کو ایسا حال ہوتا ہے۔ کہ کبھی خلاف شرع کوئی عمل اس سے ہو ہی نہیں سکتا۔ مثلاً قبل از عشق اور فنا فی اللہ۔ اگر کوئی بات جھوٹ اس کے منہ سے نکل بھی جاتی تھی۔ تو بعد کمال عشق اور فنا فی المعشوق کے پھر جھوٹ بول ہی نہیں سکتا۔ لاکھ من کی زبان ہو جاتی



ہے۔ اور جھوٹ پر ہرگز ہرگز نہیں اٹھ سکتی۔ سمجھو تو سہی۔ کون بولتا ہے۔ اور اس کی صفات کیا ہیں؟ اور فنائے کلی کے معنی یہی ہیں۔ کہ صفات ذمیرہ کی ایسی جڑ کٹ جائے کہ پھر عود نہ کر سکیں۔

## حضرت سعدی علیہ الرحمۃ

دگر سا لکے محرے راز گشت

نہ بند بردے ور باز گشت

جب ایک صفت ذمیرہ جاتی ہے۔ تو اس کی جگہ دوسری صفت حمیدہ قائم ہو جاتی ہے۔ مثلاً جب صفت ذمیرہ کذب کی فنا ہوتی ہے۔ تو صفت حمیدہ صادق کی اس کی جگہ آگئی۔ وہ صدیق ہو گیا۔ اب جھوٹ کس طرح بول سکے۔ ایسی ہی صفت ذمیرہ غفلت کی جب فنا ہو جاتی ہے۔ تو صفت حمیدہ آگاہی کی اس کی جگہ قائم ہو جاتی ہے۔ پھر کبھی غفلت کو نہیں آنے دیتی۔ یہ حال کاملوں کا ہے۔ جیسے رشحات میں لکھا ہے۔ کہ حضرت شمس الدین محمدی روحی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ تیس (۳۰) سال ہوئے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ ایک لمحہ غفلت آئے۔ اور کچھ قرار ہو۔ مگر غفلت نہیں آتی۔ پس جس قدر اولیاء کاملین فنا فی اللہ بقاء اللہ ہوتے ہیں۔ وہ سراپا مجسم اخلاق ہو جاتے ہیں۔ اور خلعت تخلقوا باخلاق اللہ سے ان سے حالت صحو میں کبھی کوئی فعل خلاف شرع وقوع میں نہیں آتا۔ حالت سکر میں وہ معذور ہیں۔ کہ اس وقت تجلی کا ظہور ہے۔ اور جس کو انکی حالت سکر اور صحو کی تمیز نہیں۔ وہ بڑا نادان ہے۔

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ

کارپا کاں راقیاس از خود مکیر

گرچہ باشد در تو شستن شیر و شیر

اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کچھ ذکر حضرت بلھے شاہ صاحب قصوریؒ کا لکھا جاوے۔ کہ عند ذکر اولیاء تنزیل الرحمۃ (دیکھو نجات صفحہ ۲۳۳) یعنی بوقت ذکر اولیاء اللہ رحمت نازل ہوتی ہے۔ اور اسی پر اس قانون کو ختم کیا جاتا ہے۔

— — —

## ذکر

## حضرت بلھے شاہ صاحب قصوری قدس سرہ

آپ حضرت شاہ عنایت قادری لاہوری قدس سرہ کے بڑے خلیفہ تھے۔ قصور میں سکونت رکھتے تھے۔ بڑے شیخ عابد و زاہد صاحب جذب و سکر عشق و محبت و جد و سماع تھے۔ خوارق اور کرامت آپ سے بہت ظاہر ہوئے

نقل: صاحب نافع السالکین فرماتے ہیں کہ حضرت قبلہ من شاہ سلیمان چشتی تو نسوی قدس سرہ نے فرمایا کہ حضرت قبلہ عالم مہاروی قدس سرہ نے ایک روز میاں محمد بخشؒ سے فرمایا کہ حضرت بلھے شاہ صاحب قدس سرہ، ملک حاجی ہانس کے پاس آئے۔ جو حضرت بلھے شاہ صاحب کا مرید تھا۔ تو اس کی عرض پر محفل سماع ہوئی۔ اور کافیاں پڑھی گئیں۔ درویشان صاحب ذوق و شوق رقص میں آئے۔ اور ان پر حال اور وجد طاری ہوا۔ دوسرے دن حاجی ہانس نے نقالوں کو بلا کر کہا کہ ویسی ہی نقل کرو۔ جیسے کہ رات کو درویشوں کی حالت تھی۔ اس بات کی خبر حضرت بلھے شاہ صاحب قدس سرہ کو بھی لوگوں نے کی۔ کہ آپ کی حالت کی نقل حاجی ہانس کراتا ہے۔ اس سے آپ بہت رنجیدہ ہوئے اور اس رنجیدگی کے باعث تمام مردمان متعلقین حاجی ہانس خراب اور خوار ہوئے۔ فقط:

(دیکھو صفحہ ۱۱۔ نافع السالکین مطبوعہ)

راقم کہتا ہے کہ میں نے یہ مقام دیکھا ہے۔ جس کو ”کبیر“ کہتے ہیں۔ اور پاک پن شریف کے پاس ہے۔ یہ اجڑا ہوا قصبہ ہے۔ لوگوں نے کہا کہ یہ قصبہ

حضرت بلھے شاہ صاحب کی بددعاء سے ویران ہوا ہے۔ وفات آپ کی ۱۱۵ھ  
مقدس میں ہوئی۔ صاحب خزینۃ الاصفیاء نے تاریخ آپ کی یوں لکھی ہے۔

(دیکھو خزینۃ الاصفیاء صفحہ ۲۰۹)

چو بلھے شاہ شیخ ہر دو عالم  
مقام خویش اندر خلد مد زید  
رقم کن شیخ اکرام ارتحاش  
دگر ہادیئے اکبر مست توحید

### خاتمہ

الحمد لله کہ ۱۳۰۹ھ میں اس عروس مہ جبین نے مشاطگی خیال سے  
آراستہ و پیراستہ ہو کر بزم عشاق میں جلوہ فرمایا۔ اور اپنے جمال پری تمثال سے ان  
کو نیم بسمل کی طرح تڑپایا۔ ہو حق کا شور مچایا۔ اور راقم سے یوں فرمایا کہ اے  
رہتکی! بس کر۔ کہاں تک خیالی پلاؤ پکائے گا۔ لوگوں کو پلاؤ سے حلوے کا مزہ چکھا  
کر دیوانہ بنائے گا۔ عاشق مزاجوں کی آتش عشق کا نون سینہ میں بھڑکانے کے لئے  
دل جلوں کے جلانے کے لئے اتنا ہی کافی اور روانی ہے۔ اگر کوئی دوہرایا کافی رہ گئی  
ہے۔ تو اس کی شرح کے لئے بھی یہی کافی ہے۔ سرد مزاجوں کے سامنے کتنی ہی  
آتش عشق بھڑکاؤ وہ مسکوڑا بھی نہیں لیتے۔ کتنی ہی پتے کی بات کہہ کر ان کی چٹکیاں  
بھرو۔ گدگدی کرو۔ خبر بھی نہیں ہوتی۔ پس

تجھ کو پرانی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو

تیرا بھی عجب حال ہے۔ خود را فضیحت و دیگران را نصیحت ۔

کارکن کار بگداز از گفتار      کاندیس کار کاردار و کار

## رباعی جامی

نا کرده طلسم ہستی خویش خراب  
از گنج حقیقت نتواں کشف حجاب  
دریاست حقیقت و سراب ست سخن  
سیراب نشد کسے دریائے سراب

## ایضاً

ز ساخت دل غبار کثرت رفتن  
خوشر کہ بہر زہ در وحدت سفتن  
مغرور سخن مشو کہ توحید خدا  
واحد ویدن بودند واحد گفتن

## ایضاً

توحید خلاصہ اے مخترعات  
باللہ بہ سخن یافتن از ممتعات  
رونقی وجود کن کہ در خود یابی  
چیز یکہ نیابی از نصوص و لمعات

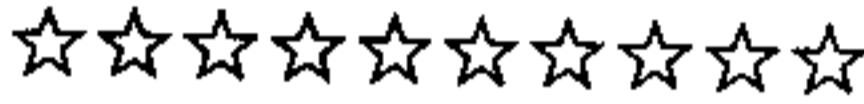
الحمد للہ کہ قانون عشق تمام شد

اگرچہ حلوائے پنجاب ہے۔ مگر خلوہ خوردن راروئے باید۔

یعنی جو صاحب استعداد کامل رکھتے ہیں۔ ان کے لئے یہ حلوا ہے۔ اور جو

ناقص الاستعداد ہیں۔ ان کے حق میں زہر ہے۔ اطلاع شرط ہے۔

والسلام۔ رہتلی





چل بُلھا! چل اوتھے چلئے، جتھے سارے اُنھے  
نہ کوئی ساڈی ذات پچھانے، نہ کوئی سانوں منے

بھٹھ نمازاں، چکڑ روزے، کلمے پھر گئی سیاہی  
بھلے شاہ! شوہ اندروں ملیا، بھلی پھرے لوکائی

عاشق ہو یوں رب دا، ہوئی ملامت لاکھ  
تینوں ”کافر! کافر“ آکھدے، توں آہوا ہو، آکھ

بُلھا! شوہ دا عشق بگھیلا، رت پیندا گوشت چردا  
کوئی پچھو ”دبیر کی کردا“؟ ایہہ جو کردا سو کردا